دکنی مثنویوں کا انتخاب

ڈاکٹر اشرف رفیع

اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء
کتابت : نعیم اللہ سرورق سید عبدالرحیم قادری
طباعت: دائرہ الکٹرک پریس چھتہ بازار
تعداد : ۵۰۰
قیمت: ۳۰ روپے

مِلنے کا پتہ

- ڈاکٹر اشرف رفیع، مکان نمبر 156-7-17 یاقوت پورہ حیدرآباد
- الیاس ٹریڈرس شاہ علی بنڈہ حیدرآباد اے پی
- حسامیہ بک ڈپو، مچھلی کمان حیدرآباد
- انجمن ترقی اردو بک ڈپو اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد

- دائرہ الکٹرک پریس، حیدرآباد

دکنی کی مایۂ ناز محقق

پروفیسر سیّدہ جعفر

کے نام

بصد خلوص

فہرست

صفحات

مقدمہ

عربی میں "مثنوی" کا مادہ ثنیٰ ہے۔ جس کے معنی "دو" کے ہیں۔ چونکہ مثنوی کے ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے اس لئے شعر کے دونوں مصرعوں کا خیال کر کے اس صنف کا نام مثنوی رکھا گیا۔ مثنوی کے لئے کچھ بحریں مختص ہیں مثلاً

۱۔ فعولن فعولن فعولن فعل بحر متقارب مثمن محذوف الآخر
۲۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلان ۔ بحر رمل مسدس محذوف
۳۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات / فعلاتن بحر رمل مسدس مخبون
۴۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن / مفاعیل ۔ بحر ہزج مسدس محذوف الآخر
۵۔ مفعول مفاعلن فعولن / مفاعیل ۔ بحر ہزج مسدس مقبوض
۶۔ فعولن فعولن فعولن فعل ۔ بحر خفیف مسدس محذوف
۷۔ مفتعلن مفتعلن فاعلن / فاعلات ۔ بحر سریع مسدس محذوف

اُردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں بحر متقارب مثمن محذوف الآخر میں ہیں۔ دکنی کی اکثر مثنویاں بھی اسی بحر میں ہیں۔

الطاف حسین حالی نے تمام اصناف سخن میں مثنوی کو "کار آمد صنف" بتلایا ہے یہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں تقریباً تمام اصناف سخن کا لطف آجاتا ہے۔ اس میں غزل رباعی قطعات، قصائد بھی ملتے ہیں اور موضوعاتی شاعری کا ربط و تسلسل بھی ملتا ہے۔

مثنوی میں شاعر کو کئی باتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ مثنوی میں کسی واقعہ یا قصہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے مثنوی نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قصہ گوئی کے اصول و شرائط کو پیش نظر رکھے۔ قصہ گوئی کی اولین شرط واقعہ کا تسلسل ہے اس لئے مثنوی میں ارتباطِ خیال لازمی ہے۔ ربط اور تسلسل کے لئے پلاٹ کی ترتیب اہمیت رکھتی ہے پلاٹ اس طرح ترتیب دیا جائے جس سے قصہ فطری انداز میں آگے بڑھتا رہے اس کے لئے شاعر کو قصہ کے آغاز، عروج اور انجام میں ڈرامائی تاثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ڈرامائی تاثر حیرت، کش مکش اور انسانی تجربات اور خیالات اور جذبات کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان کا سادہ سلیس

اور پُر لطف ہونا ضروری ہے ورنہ قصہ میں دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔

اردو میں باضابطہ مثنوی نگار کا آغاز بہمنی دور سے ہوتا ہے اس سے پہلے شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی لکھی ہوئی کچھ نظمیں مثنوی کے فارم میں ملتی ہیں۔ مثنوی کے ان ابتدائی نمونوں میں کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہوتی تھی بلکہ مذہبی اور صوفیانہ خیالات یا پند و نصائح پیش کئے جاتے تھے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر میں قطبن کے یہاں "مرگاوتی" کے نام سے ایک نظم ملتی ہے۔ جسے ہم شمالی ہند میں مثنوی کا پہلا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

دکنی کے شاعروں نے مثنوی کی صنف پر خصوصی توجہ کی۔ اپنے ابتدائی زمانے ہی سے اردو مثنویاں خیالات، موضوعات اور اسالیب کے لحاظ سے متنوع ملتی ہیں۔ ان میں مذہبی مثنویاں بھی پائی جاتی ہیں، رزمیہ اور بزمیہ بھی۔ علاء الدین خلجی، اور پھر محمد تغلق کے زمانہ میں علماء اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد شمالی ہند سے دکن آکر آباد ہو گئی تھی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر انہوں نے عربی اور فارسی کو ترک کر کے یہاں کی عوامی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا

۷۴۸ھ م ۱۳۴۷ء میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد بہمنی بادشاہوں نے سیاسی استحکام اور ملکی انتظامات کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ میں بھی دلچسپی لی۔ محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷) نے حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی تھی۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) کے عہد میں بہت سے علماء و صوفیا دکن آئے جن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ بھی شامل ہیں۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲ تا ۱۴۳۵) کے دور حکومت میں شیخ آذری نے بہمنی نامہ تصنیف کیا۔ بہمنی دور ہی میں شمالی ہند سے آئی ہوئی زبان دکن کے لسانی اور تہذیبی ماحول میں نشو و نما پاکر اپنی ایک الگ شناخت بنا رہی تھی جسے آگے چل کر دکنی کا نام دیا گیا اس زبان میں سب سے پہلی جو مثنوی ہمیں ملتی ہے وہ فخر دین نظامی بیدری کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" ہے یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد (۸۲۵ھ - ۸۳۸ھ م ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵ء) میں لکھی گئی۔ احمد شاہ ولی بہمنی سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ایک عشقیہ داستان ہے۔ دوسری مثنوی اشرف کی نوسر ہار (۹۰۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعہ کربلا کو نظم کیا گیا ہے۔ بہمنی سلطنت کے دور انتشار میں شاہ میراں جی شمس العشاق کی تین

خوش نغز، اور معز مرغوب ملتی ہیں۔ ان نظموں میں شاہ مراں جی خدانما نے تمثیلی انداز میں تصوف اور معرفت کے مسائل سمجھائے ہیں۔ معز مرغوب میں تصوف کے اعلیٰ منازل اور نکات کی تشریح کی گئی ہے بہمنی دور کی ان مثنویوں کا اگر جائزہ لیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں مذہبی مثنویوں کا عام رواج رہا ہے

۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بیجا پور میں عادل شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی سلطنتیں قائم ہو گئیں مغلوں کے مسلسل حملوں کے باعث آخری تین سلطنتیں زیادہ عمر نہ پا سکیں۔

۸۹۵ھ م ۱۴۹۰ء میں یوسف عادل شاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے عادل شاہی سلطنت قائم کی اور بیجا پور کو اپنا پایہ تخت بنایا اس حکومت کے سب ہی بادشاہ علم و ادب کی سرپرستی کرتے تھے اور وہ خود بھی شاعر ادیب اور فن کار تھے۔ عادل شاہی دور میں بہت سے علماء اور فضلاء مورخ اور شعراء عرب و ایران سے بیجا پور آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ - ۱۰۳۷ھ م ۱۵۸۰ - ۱۶۲۷) کے دور حکومت میں دکنی زبان کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں عالم و فاضل مصاحبین ہمیشہ موجود رہتے تھے ابراہیم خود بھی شاعری، خطاطی اور خصوصاً فنِ موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا اس کے عہد میں مثنوی نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دکنی کے بیجا پور اسکول میں عبدل، امین مقیمی، صنعتی ملک خوشنود حسن شوقی رستمی اور نصرتی جیسے شعراء نے اپنے بے نظیر شعری و ادبی کارنامے چھوڑے ہیں۔ عبدل کا ابراہیم نامہ، امین کی بہرام و حسن بانو مقیمی کی چندر بدن و مہیار، صنعتی کی قصہ بے نظیر، ملک خوشنود کی جنت سنگھار حسن شوقی کی مثنوی فتح نامہ نظام شاہ، رستمی کا خاور نامہ اور نصرتی کی گلشن عشق علی نامہ اور تاریخ اسکندری عادل شاہی دور کی مشہور و معروف مثنویاں ہیں عبدل نے "ابراہیم نامہ" بادشاہ کی فرمائش پر منظوم کیا گیا جس میں ابراہیم عادل شاہ کو ایک جامع صفات شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی ایک لحاظ سے نیم تاریخی سوانح ہے جو اس دور کے تہذیبی سماجی اور ادبی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی سے اس مثنوی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کو اس مثنوی میں کئی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری تھا سب سے پہلے تو بادشاہ کی خوشنودی، دوسرے بادشاہ خود اس مثنوی کا ہیرو ہے جس کی ذات و صفات کے

بیان میں زبان اور قلم کی جنبش بے مہار نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اس دور کی تاریخ اور تہذیب طرز معاشرت، رقص و موسیقی فن تعمیر اور شاہی دربار اور مجلسی آداب لباس زر زیور سب کو اپنی گرفت میں لیتا تھا اور پھر فن شعر میں بھی اپنا کمال دکھاتا تھا۔ عبدل نے اس مثنوی میں "امولک رتن" سجا دیئے ہیں۔ اس مثنوی میں شاعر نے ہندی اسلوب کی جگہ فارسی کو دینے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے جس شخصیت کا اظہار کرنا تھا اور جس دور کی تاریخ اور تہذیب پیش کرنا تھا اس کے لئے ہندی اسلوب سبک پڑتا تھا شاعر نے اس مثنوی میں جگہ جگہ قصیدہ آرائی بھی کی ہے جس کے لئے فارسی آہنگ اور اسلوب کا سہارا ضروری تھا۔

کمال خاں رستمی کا "خاور نامہ" چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے یہ ایک فرضی داستان ہے جس میں ۲۲۲ ابواب آتے ہیں فارسی خاور نامہ ابن حسام نے (۸۷۵ھ م ۱۴۷۰) میں شاہنامہ فردوسی کے اتباع میں لکھا تھا اس کے تقریباً پونے دو سو سال بعد سنہ (۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ع) میں رستمی نے فارسی خاور نامہ کو سامنے رکھ کر اس کا دکنی ترجمہ کیا ہے۔ یہ ادبی کام ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ہوا تھا رستمی نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس ترجمہ کو مکمل کیا جس کے صلہ میں ملکہ نے اسے انعام و اکرام عطا کیا یہ ترجمہ آزاد نہیں ہے بلکہ پابند ہے۔ اس کا قصہ داستان امیر حمزہ سے ملتا جلتا ہے مگر اس مثنوی کا مرکزی کردار حضرت علیؑ ہیں۔

خاور نامہ داستانی انداز کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جس میں مذہبی رنگ کے ساتھ ساتھ مختلف کیفیات جذبات و احساسات ایقان اور اعتماد کی عکاسی کی گئی ہے طویل مثنوی ہونے کے باوجود خاور نامہ (دکنی) کے زبان و بیان میں دلکشی اور دلفریبی ربط اور تسلسل ہے خاور نامہ دکنی ذخیرۂ الفاظ کا ایک خزانہ ہے۔

صنعتی محمد عادل شاہ کے دور (۱۰۳۷ھ - ۱۰۶۷ م ۱۶۲۸ - ۱۶۵۶) کا شاعر ہے "قصۂ بے نظیر" میں اس نے محمد عادل شاہ کی مدح کی ہے۔ خاور نامہ کی مقبولیت کی وجہ سے اس دور کے شاعروں میں مثنوی بڑی مقبول صنف سخن تھی صنعتی کو جب اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اسے عمر یونہی گنوا دی اور کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی اپنی کوئی یادگار چھوڑی ہے تو اس نے مثنوی

لکھنے کی ٹھان لی۔ قصہ بے نظیر (۱۰۵۵ م ۱۶۴۵ء) میں حضرت تمیم انصاری کے حالات و واقعات لکھے ہیں یہ عجیب وغریب بلکہ [illegible] فرضی واقعات ہیں۔
جو مثنوی کی داستانوی کی فضا کو تو سنوارتے ہیں لیکن حضرت تمیم انصاری کے سوانح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ مصنف کا کمال یہ ہے کہ اس نے بہت کچھ خیالی اور فرضی واقعات کو اپنے حسن بیان زورِ کلام اور اسلوب اور آہنگ سے صداقت کا رنگ دے دیا ہے۔

ملک خوشنود خدیجہ سلطان کے جہیز میں گولکنڈہ سے بیجاپور آیا تھا اپنی ذاتی قابلیت سے اس نے سلطان بیجاپور کا تقرب حاصل کیا اور گولکنڈہ میں بیجاپور کی سفارت بھی انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ ملک خوشنود اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر اس نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کو دکنی میں منتقل کیا ہے جنت سنگھار امیر خسرو کی فارسی کی مثنوی ہشت بہشت کا دکنی میں آزاد ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء میں مکمل ہوئی۔
ملک خوشنود نے اپنے ایک شعر میں اس کا نام خود جنت سنگھار لکھ دیا ہے ؎

امو لک نے بدل جیوں زرنگار ہے ؏ جم اس کا ناؤں سو جنت سنگھار ہے

یہ مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا شعر بہ شعر ترجمہ ہے جو آگے چل کر [illegible] آزاد ترجمہ ہوتا جاتا ہے جنت سنگار ایک معرکۃ الآرا فارسی کارنامہ کا ترجمہ ہے مگر ملک خوشنود اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکا شاید اس کی شاعرانہ طبیعت ترجمہ کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اس لئے مثنوی کے آغاز میں لکھی حمد نعت اور منقبت میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے اس مثنوی کا اہم کردار شاہ بہرام ہے۔ شاہ بہرام گور کے بارے میں دکنی میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ دوسری مثنوی "بہرام وحسن بانو" کے عنوان سے امین نے نظم کی ہے جسے امین کی وفات کے بعد (۱۰۵۰ م ۱۶۳۹ء) میں ایک دوسرے شاعر دولت نے مکمل کیا۔ امین نے مقیمی کی چندر بدن ومہیار سے متاثر ہو کر بہرام گور اور حسن بانو لکھنی شروع کی تھی ؎

یکایک میرے دل پر آیا خیال ؏ قصہ یک لکھوں میں مقیمی مثال

یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں رزم وبزم کی مختلف کیفیات قلمبند کی گئی ہیں۔ اسکا

قصہ دلچسپ اور رنگین ہے۔ اس مثنوی کی زبان فارسی اسلوب سے قریب تر ہے
فتح نامہ نظام شاہ حسن شوقی کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جو جنگ تالیکوٹ
کی فتح (۷۲ ۵ ھ م ۵۶۴ اء) کے موقع پر تصنیف ہوئی ہے اس مثنوی میں حسین نظام
شاہ کو ایک فاتح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ "فتح نامہ" میں فنِ جنگ کے بارے میں
بہت سی معلومات اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ یہ مثنوی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ جس میں اس زمانے
کے سیاسی تہذیبی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ
سے شوقی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسن شوقی کی دوسری مثنوی 'میزبانی
نامہ' ہے جو سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں
اس دور کے سماجی اور تہذیبی نقش و نگار ابھرتے ہیں۔

اس مثنوی میں حسن شوقی نے زبان و بیان کا بڑا کمال دکھایا ہے۔ سنہ
۱۰۳۷ھ ۱۰۵۰ھ کے درمیان مقیمی نے مثنوی چندر بدن و مہیار لکھی۔ اس کا قصہ
اس زمانے میں بہت مشہور تھا اس قصہ کے متعلق شاہ تجلی نے تزک محبوبیہ میں لکھا
ہے کہ سیسور کے راستہ میں انہوں نے ایک ایسی قبر دیکھی جس پر دو تعویذیں تھیں
دریافت کرنے پر لوگوں نے ایک ایسا قصہ سنایا جیسا کہ چندر بدن و مہیار کا ہے
قصہ کی ندرت نے مثنوی میں تجسس اور شوق کو آگے بڑھایا ہے قصہ
خالص عشقیہ ہے شاعر نے ساری توجہ قصہ پر صرف کی ہے اس کے باوجود
مثنوی میں جذبات، احساسات اور شاعرانہ تخیل کی فراوانی ہے۔

اس قصہ کی دکن میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے
کہ محمد باقر آگاہ کی مثنوی "غرقابِ عشق" سید محمد والہ کی مثنوی "طالب وموہنی"
کا قصہ بھی چندر بدن و مہیار سے ملتا جلتا ہے۔ میر کی مثنوی "دریائے عشق" اور
مصحفی کی "بحر المحبت" بھی کچھ اس سے ملتی جلتی مثنویاں ہیں۔ چندر بدن و مہیار میں
دو تہذیبوں کی آمیزش ہے اسی لحاظ سے فارسی اور ہندوی دو اسالیب کا امتزاج بھی
ملتا ہے۔

عادل شاہی دور کے آخری زمانے میں نصرتی جیسا ماہر رزم و بزم شاعر پیدا
ہوا جس نے ایک رزمیہ مثنوی گلشن عشق نظم کی اور ایک رزمیہ مثنوی علی نامہ لکھی جس کے

بعد ایک تاریخی مثنوی بعنوان تاریخ اسکندری منظوم کی

شیخ احمد گجراتی کے بیٹے محمد بن عاجز نے یوسف زلیخا (۱۰۴۴ھ م ۱۶۳۴) اور لیلیٰ مجنوں (۱۰۴۶ م ۱۶۳۶) دو اہم مثنویاں لکھیں۔ یوسف زلیخا سلطان محمد عادل شاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تھی۔ عاجز کی مثنوی یوسف زلیخا کی ترتیب وہی ہے جو شیخ احمد گجراتی کی مثنوی کی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی قطب شاہی عہد کی پہلی مثنوی ہے عاجز کی مثنوی اس سے تقریباً نصف صدی بعد کی ہے اس لئے اس میں زبان اور اسلوب کی صفائی زیادہ ہے۔

عاجز کی دونوں مثنویاں مختصر رواں اور فارسی اسلوب سے قریب تر ہیں۔ ان دونوں مثنویوں کے کردار عربی ہیں لیکن عاجز نے انہیں ہندوستانی تہذیب اور ماحول میں پیش کیا ہے۔ عاجز اور مقیمی کی مثنوی کے طرز نے بیجاپور کی مثنویوں کو اسلوب کے اعتبار سے قطب شاہی مثنویوں سے قریب کر دیا۔ دراصل یہ تبدیلی غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال کے بعد ہی سے بیجاپور میں محسوس ہونے لگی ہے جبکہ غواصی بہ حیثیت سفیر گولکنڈہ سے بیجاپور گیا تھا۔

شاہ امین الدین علی اعلیٰ برہان الدین جانم کے فرزند اور خلیفہ تھے آپ نے سلوک و معرفت کے موضوعات میں نثر اور نظم میں کئی رسائل لکھے۔ حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ سے کئی مثنویاں منسوب ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" اور "نظم تربیہ" شامل ہیں میراں ہاشمی بیجاپور کے آخری زمانے کا ایک مشہور شاعر ہے۔ یہ بڑا پُرگو شاعر تھا اس کی ایک مثنوی "یوسف زلیخا" مشہور ہے۔ اسی زمانہ کا ایک اور شاعر ایاغی تھا جسنے زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی ہیں اس کی ایک مثنوی "نجات نامہ" ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور انتشار میں جو عادل شاہی عہد کا آخری حکمراں تھا دو اور مشہور شاعروں کے نام آتے ہیں ایک سیوا جس نے فارسی مثنوی روضۃ الشہدا کو اردو میں نظم کیا اور دوسرا موسن جسنے "عشق نامہ" میں حضرت سید محمد جونپوری کے حالات لکھے ہیں۔

قطب شاہی عہد حکومت ۹۲۴ھ م ۱۵۱۸ء سے شروع ہوتا ہے قطب شاہی بادشاہوں نے دکنی زبان و ادب کی دل کھول کر خدمت کی۔ گولکنڈہ کے شاعروں

نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے خاص طور پر مثنویوں میں قطب شاہی شاعروں نے بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں ۔ یہ مثنویاں زیادہ تر مذہبی عشقیہ اور رزمیہ ہیں۔ اس دور کے آغاز میں محمود، ملا خیالی اور فیروز کے نام ملتے ہیں لیکن مثنوی کے میدان میں ان کے کوئی کارنامے دستیاب نہیں ہیں فیروز کا "پرت نامہ" پروفیسر مسعود حسین خاں نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے پرت نامہ میں فیروز نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم مخدوم کی مدح کی ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خاں کی رائے میں پرت نامہ کوئی اہم کارنامہ نہیں ہے۔ قطب شاہی عہد کی سب سے پہلی مثنوی جو اب تک دریافت ہوئی ہے وہ احمد گجراتی کی "یوسف زلیخا" ہے اس مثنوی کو پروفیسر سیدہ جعفر نے مرتب کر کے سنہ ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ شیخ احمد گجراتی کی دوسری مثنوی لیلیٰ مجنوں ہے۔

شیخ احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں گجرات سے گولکنڈہ آیا تھا اس کا ذکر تفصیل سے بعد میں آئے گا۔ لیلیٰ مجنوں اور یوسف زلیخا کے بعد محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں ہی بادشاہ کے انتقال سے دو سال قبل وجہی نے قطب مشتری لکھی جو اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے دکنی کی اہم مثنوی سمجھی جاتی ہے سنہ ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا۔ محمد قطب شاہ نے ہی محمد قلی قطب شاہ کے کلیات مرتب کیا۔ یہ بڑا متقی بادشاہ گزرا ہے ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں محمد قطب شاہ کے فرزند عبداللہ قطب شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ عبداللہ قطب شاہ بڑا علم دوست بادشاہ تھا اور خود بھی شاعر تھا دکنی نثر کا پہلا لازوال نثری کارنامہ "سب رس" اسی کے عہد میں وجہی نے انجام دیا۔ ایران کے بڑے بڑے علماء عبداللہ قطب شاہ کے دربار سے وابستہ تھے۔ اور دکنی کے نامور شاعر وجہی غواصی ابن نشاطی جنیدی طبعی حضرت شاہ راجو حسینی اسی دور میں فکر سخن اور نظم نگاری میں مصروف تھے۔ غواصی نے اسی عہد میں تین مثنویاں سیف الملوک و بدیع الجمال مینا ستونتی اور طوطی نامہ لکھیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری نے گولکنڈہ میں اپنا مقام بنا لیا تھا تو غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (منظومہ ۱۶۲۵ء) نے شعرائے بیجاپور

(دوسری)
سے بھی اپنا لو ہا منوالیا یہ مثنوی قصہ الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ غواصی کی مثنوی
میناستونتی ہے جو ایک فارسی داستان کا ترجمہ ہے اس مثنوی کی خصوصیت یہ
ہے کہ اس کے کردار ہندو ہیں لیکن اپنے اندازِ فکر اور طرزِ معاشرت میں مسلمان ہیں
اس میں خصوصیت سے عورتوں کی زبان ان کے محاورے اور ان کے مختلف کردار ملتے
ہیں۔ غواصی کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ضیاء الدین نخشبی کی تصنیف فارسی طوطی نامہ
سے ماخوذ ہے یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں لکھی گئی۔
اس مثنوی کی زبان غواصی کی پچھلی دونوں مثنویوں سے زیادہ منجھی ہوئی ہے۔ اسی
زمانے میں ابن نشاطی نے اپنی مثنوی پھول بن منظوم کی جو بساتین الانس سے ماخوذ ہے
یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے اسی دور کے ایک اور شاعر احمد جنیدی نے ماہ پیکر (۱۶۵۳ء)
کے نام سے ایک مثنوی تصنیف کی یہ بھی ایک عشقیہ داستان ہے جس میں اسلامی ماحول
چھایا ہوا ہے۔ غواصی کی میناستونتی کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہوگئی تھی
کئی شاعروں نے اس قصہ کو نظم کیا ہے مہدوی نے 'مینا ولورک' کے نام سے ایک مثنوی
۱۶۹۹ء میں قلمبند کی اس مثنوی کی زبان غواصی کی زبان سے زیادہ نکھری ستھری ہے
قطب شاہی عہد کا آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ ۱۶۷۲ء میں تخت نشین ہوا
اس دور کی دستیاب مثنویاں عبداللہ قطب شاہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد کی مثنویوں
کے مقابل بہت کمزور ہیں۔ اس دور کا اہم شاعر طبعی ہے اس نے مثنوی ؏
"بہرام وگل اندام" ۱۶۷۰ء میں رقم کی یہ شاہ بہرام گور کو موضوع سخن بنانے
والی تیسری دکنی مثنوی ہے۔ پہلی مثنوی امیر خسرو کہشت بہشت کا دکنی ترجمہ ملک خوشنود
کی جنت سنگھار اور دوسری امین کی "بہرام وحسن بانو" ہے۔ یہ دونوں مثنویاں
عادل شاہی دور کی یادگار ہیں طبعی نے نظامی کی ہفت پیکر کا سہارا لیا ہے۔
'بہرام وگل اندام' اس دور کی بہترین مثنوی کہی جا سکتی ہے جس کی فنی اور
ادبی سطح بہت بلند ہے
اس دور کے ایک شاعر محب نے "معجزہ فاطمہ" ایک مثنوی لکھی۔
محب کا ہمعصر ایک عالم شاعر شیخ داؤد ضعیفی بھی تھا اس نے زیادہ تر مذہبی
کتابیں لکھی ہیں اس کی مثنوی ہدایات الہندی ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں قرآن

اور حدیث کی روشنی میں تصوف کے مسائل سمجھائے گئے ہیں قطب شاہی عہد کے آخری زمانے میں سیوک نے جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ایک طویل مثنوی لکھی۔ اسی کے آس پاس دو اور مذہبی مثنویاں لکھی گئیں ایک قدرتی کی طویل مثنوی قصص الانبیاء اور اولیا کی قصہ ابو شحمہ ہے۔ ابوالحسن تانا شاہ کے زمانے میں جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں مذہبی مثنویاں زیادہ ہیں آخر میں ایک عشقیہ مثنوی فائز کی رضوان شاہ و روح افزا (۱۶۸۲ء) میں ملتی ہے جس کا قصہ قدیم عشقیہ داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ قطب شاہی عہد کی آخری مثنوی ہے اور دکنی اردو کو ریختہ سے ملانے والی پہلی مثنوی ہے۔ اس مثنوی سے قبل تمام مثنویوں کے عنوانات دکنی یا فارسی شعر میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن رضوان شاہ اور روح افزا میں فائز نے عنوانات اردو نثر میں دیے ہیں یہ اس کی جدت ہے۔ اس دور میں مذہبی مثنویوں کی کثرت سے اس ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ دور انتشار میں شاعر عام زندگی سے فرار چاہتا ہے اور اس میں مذہبی رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔

دکن میں بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جو پانچ ریاستیں قائم ہوئیں ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی دو دکنی سلطنتوں کو لسانی اور ادبی اعتبار سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ان حکومتوں کے بادشاہ ذی علم، صاحب ذوق فنون لطیفہ کے شیدائی، علم موسیقی کے ماہر اور علم و فن اور شعر و ادب کے سرپرست تھے۔ کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں ہر صنف سخن میں ان شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ بیجاپور میں نسبتاً زیادہ مثنویاں لکھی گئیں۔ مگر بیجاپور کی مثنویوں کو سمت و راہ دکھانے والی مثنویاں گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ مثلاً غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال نے نصرتی کو چندر بدن و مہیار لکھنے پر اکسایا۔ مقیمی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں
سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں

مقیمی کی اس مثنوی نے بیجاپور کی مثنویوں کے اسلوب و آہنگ کو بہت متاثر کیا یہاں سے فارسی کا اثر بیجاپور کی مثنویوں میں نمایاں نظر آتا ہے اس سے پہلے بیجاپور کا ادب ہندی بلکہ سنسکرت الفاظ اور ہندو صنمیات سے قریب تھا اس کی ایک وجہ

لتا یہ تھی کہ بیجاپور کے شاعر شمالی ہند میں مروج فارسی لسان و ادب اور اس کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو بہمنی عہد میں شمال سے آئے تھے مگر آفاقی کے بجائے دکنی کہلانا پسند کرتے تھے اس لئے بہمنی دور میں اور عادل شاہی دور میں وقتاً فوقتاً دکنی اردو سرکاری زبان رہی جس پر مقامی اثرات زیادہ رہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عادل شاہی سلطنت کے بانی یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے ایک زمیندار مکند رائے کی لڑکی بوبوجی خاتون سے شادی کی تھی۔ اس طرح مشترکہ تہذیب اور زبان کو اس عہد میں اپنے آغاز ہی سے فروغ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے بارے میں تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ فارسی جانتا تھا مگر بولتا نہیں تھا اس کے برخلاف اسے ہندی زبان، ہندو دیومالا اور ہندوستانی موسیقی سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ اس نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے امتزاج سے کئی راگ راگنیاں ترتیب دیں۔ اسے سرسوتی سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دنیا اسے جگت گرو کہتی تھی۔ اس کے بیشتر گیتوں میں سرسوتی، اندر، شیو، پاربتی، گنیش، رام کشن اور لکشمن کا بار بار ذکر آتا ہے۔ دوسری عظیم دکنی سلطنت گولکنڈہ کے بادشاہ قراقویونلو قبیلہ کے ترکی النسل تھے۔ ان کے دربار میں ایران سے آئے ہوئے مشہور و ممتاز عالم فاضل مثلاً پیشوائے سلطنت میر محمد مومن استرآبادی اور وزیر اعظم علامہ ابن خاتون آملی۔ مرزا محمد سعید میر جملہ بھی تھے۔ ملا علی بن طیفور اور حسین آملی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ یہاں کی تہذیب پر ایرانی اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں دبستان گولکنڈہ کے ادب اور خاص طور پر مثنویوں میں بیراگی الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں اسالیب آہنگ اور عروض بھی فارسی ہی ہے جبکہ عادل شاہی دور کے اوائل میں ہندی اسلوب اور عروض کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گولکنڈہ کی مثنویاں آج بھی آسانی سے پڑھی جاتی اور سمجھ میں آتی ہیں۔

شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا نظامی گنجوی کی فارسی مثنوی یوسف زلیخا کا ترجمہ ہے۔ دکنی کی اکثر مثنویاں طبعزاد ہیں یا تاریخی اور قرآنی قصص پر مبنی ہیں

غواصی نے گولکنڈہ اسکول میں سب سے پہلے آزاد ترجموں کو رواج دیا اور فارسی عربی اور ہندی کے ادبی کارناموں سے مواد حاصل کیا۔ غواصی کی مثنوی میناستونتی کا پلاٹ داؤد کی اودھی نظم "چینداین" سے لیا گیا ہے۔ مثنوی "سیف الملوک و بدیع الجمال" تھوڑی سی کمی و بیشی کے ساتھ الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ اس کی تیسری مثنوی 'طوطی نامہ' نخشبی کے فارسی طوطی نامہ پر مبنی ہے۔ جس کی اصل سنسکرت کی سپتا شتکا ہے۔ عاجز کی لیلیٰ مجنوں کی اصل ہی کی فارسی مثنوی ہے ملک خوشنود کی جنت سنگار امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ فارسی کی مشہور مثنویوں کی بنیاد پر ہی امین نے بہرام وحسن بانو' اور طبعی نے بہرام و گل اندام لکھی۔ رستمی نے اپنی مثنوی 'خاور نامہ' ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ابن حسام کے خاور نامہ کو سامنے رکھ کر نظم کیا۔ ہندی سے ماخوذ مثنویوں میں نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" کو اہم مقام حاصل ہے۔ دکنی مثنویوں میں رزمیہ اور بزمیہ دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ رزمیہ مثنویاں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ ان مثنویوں میں تہذیبی عناصر کی بھی عکاسی ملتی ہے مثلاً حسن شوقی کی فتح نامہ نظام شاہ' میزبانی نامہ اور نصرتی کا علی نامہ وغیرہ۔

عادل شاہی عہد کے ابتدائی دور کی مثنویاں مذہبی زیادہ ہیں۔ اور گولکنڈہ کے آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں مذہبی مثنویاں زیادہ ملتی ہیں۔ دکن میں عشقیہ مثنویوں کی روایت بہت مضبوط ہے یہاں کی شعری فضا پر جذبہ عشق کی کار فرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

دکنی مثنویوں میں دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی عکاسی کی گئی ہے۔ بیجاپور کی مثنویوں میں خاور نامہ (رستمی) قصص الانبیا (قدرتی) جنت سنگھار (ملک خوشنود) گلشن عشق (نصرتی) علی نامہ (نصرتی) یوسف زلیخا (ہاشمی) اور دلبستان گولکنڈہ کی مثنویوں میں وجہی کی قطب مشتری' غواصی کی سیف الملوک و بدیع الجمال ابن نشاطی کی پھولبن' طبعی کی بہرام و گل اندام ایسی مثنویاں ہیں جن میں دکن کی تہذیب اور طرز معاشرت کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

دکنی مثنویوں میں شاہانہ طمطراق کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی کے دکھ سکھ

کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کے فنونِ لطیفہ اور یہاں کا ادب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ دکنی تہذیب ہمیشہ سے قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی مظہر رہی ہے دکنی مثنویوں میں قدیم اساطیر اور ہندو دیومالا کا ایرانی روایات اور اسلامی عناصر کے ساتھ تال میل نظر آتا ہے مثال کے طور پر مینا ستونتی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دبستانِ گولکنڈہ کے مقابلے میں دبستانِ بیجاپور کی مثنویاں زیادہ طویل ہیں اور یہاں قصوں پر زور دیا گیا ہے۔ گولکنڈہ کی مثنویاں فنی اعتبار سے زیادہ سلجھی ہوئی اور صاف ہیں۔ یہاں جزئیات نگاری کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

دکن کی مثنویوں میں حقیقت نگاری کا میلان ہے۔ قدرتی مناظر کی عکاسی جذبات نگاری، مشاہدات اور تجربات کے اظہار میں تصنع اور تکلف نہیں جس کی وجہ سے یہ مثنویاں گراں اور بوجھل نہیں معلوم ہوتیں۔ ان میں صفائی سادگی اور دلکشی آگئی ہے زبان اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں بھی دکنی شعراء آزاد ہیں فارسی عربی الفاظ عام زندگی میں جس طرح بولتے ہیں اسی طرح نظم بھی کرتے ہیں۔ یعنی عربی فارسی الفاظ کے صحیح تلفظ اور املا کی بجائے عام بول چال کا صوتی نظام اور اسی کے مطابق آسان املا دکنی شاعری میں رائج تھا۔ اس میں کچھ شاعرانہ مجبوریوں اور ردیف قافیہ کی پابندیوں کا بھی دخل تھا۔ دکنی مثنویوں میں ہندوستانی عورت کا تصور کھل کر سامنے آتا ہے یہ عورت اردو کی عام مثنویوں کی طرح محض شرم وحیا کی پیکر اور حسن و محبت کی دیوی ہی نہیں بلکہ موقع و محل کی مناسبت سے بڑے بڑے مردانہ کام بھی کر جاتی ہے جیسے گلشنِ عشق میں رانی، بادشاہ کے غیاب میں حکومت کا سارا کاروبار سنبھالتی ہے۔ ماہ پیکر میں ماہ سیاہ لباس زیب تن کر کے پیکر کو دیکھنے کے لیے تن تنہا مردانہ وار نکل پڑتی ہے۔ مشتری کو مصوری سے دلچسپی ہے اور فنونِ لطیفہ میں خواتین کی دلچسپی اور مہارت کی کئی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ شاعروں نے دکنی مثنویوں میں اخلاق اور

پند و نصیحت کی بھی گنجائش نکال لی ہے۔ خدا کا خوف، موت کا ڈر اور اس دنیا کے فانی ہونے کا احساس دلاتے ہیں تاکہ انسانیت اور اخلاق کے حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ ما فوق الفطرت کردار اور محیر العقول حالات بھی پیدا کرتے ہیں تاکہ قاری کی حیرت اور دلچسپی برقرار رہے۔ جو ان کے تخیل کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔

دکنی مثنویوں کے ابواب اور ان کے عنوانات فارسی یا دکنی اشعار میں باندھے گئے ہیں فائز نے غالباً سب سے پہلے "رضوان شاہ اور روح افزا" میں ابواب کی سرخیاں دکنی نثر میں لکھی ہیں۔

دکنی مثنویوں میں واقعات اور روایات کی تکرار ملتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی ہے تو اولاد کی۔ نجومیوں رمالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اولاد ہوتی ہے اور اس کو بارہ سال یا چودہ سال میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر شہزادہ کسی دوشیزہ کو خواب میں دیکھ کر اپنا فریفتہ ہوتا ہے کہ سدھ بدھ گنوا بیٹھتا ہے۔ دلربا کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے راستے میں دیوپری، طوفان سحر اور جادو کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کسی بزرگ کی دعا یا دوا کی بدولت مصیبت سے نجات ملتی ہے یا پریوں کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دکنی مثنویاں عام طور پر طربیہ ہیں۔ دو ایک ایسی ہیں جن کا انجام المیہ ہے جیسے چندن بدن و مہیار۔ سنسنی خیزی اور ما فوق الفطرت عوامل قصہ کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ زندگی کی دشواریوں کے تمثیلی اظہار کا کام دیتے ہیں۔

ان مثنویوں کے بیچ بیچ میں دیگر اصناف سخن جیسے غزل قصیدہ، رباعی اور قطعات کا لطف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے مثنوی میں یکسانیت کی اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے پاتی۔ دکنی زبان کے لسانی مطالعہ کے لئے دکنی مثنویاں بڑی ممد و معاون ہیں۔ ان مثنویوں سے مشترکہ تہذیب کے اثرات، انسان دوستی، اعلیٰ اقدار

عام انسانوں بادشاہوں درویشوں وغیرہ کی وسیع النظری اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس انتخاب میں آٹھ دکنی مثنویوں سے ایسا انتخاب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دکنی مثنویوں کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہوسکے اور یہ انتخاب ان مثنویوں کے عمدہ حصوں پر مشتمل ہے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ : دکنی ادب کی پہلی مثنوی ہمیں بہمنی دور میں ملتی ہے۔ یہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جسے فخر دین نظامی بیدری نے بہمنی خاندان کے نویں بادشاہ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی (۱۴۲۲ - ۱۴۳۵ء) کے عہدِ حکومت میں لکھا ہے جس کی طرف مثنوی میں خود شاعر نے اشارہ کیا ہے ؎

لقب شاہ علی آلِ بہمن ولی ۔۔۔ ولی بھی بہت بدھ تد آگلی

اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانۂ خاص میں محفوظ تھا ہے اس کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کر کے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہے مثنوی کا نام بھی قلمی نسخہ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو اہم کرداروں کے نام پر اسکو کدم راؤ پدم راؤ نام دیا گیا۔ یہی نام نصیر الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب "دکن میں اردو" میں لکھا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں حمد اور نعت کے بعد مدح سلطان علاء الدین بہمنی ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے شعراء عموماً وجہ تالیف کتاب کے سلسلے میں بھی ایک باب قائم کرتے ہیں جس سے مصنف کے حالات اور مثنوی پر روشنی پڑتی ہے اس مثنوی میں چونکہ یہ حصہ نہیں اس لئے مصنف کے حالات اور وجہ تالیف کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے شاعر کے نام کا پتہ چلتا ہے عام طور پر ہر باب کے آخری شعر میں شاعر نے اپنا نام اور تخلص باندھا ہے مثلاً ؎

کہ جسے فخر دیں گیان ہے دیہہ شد ۔۔۔ پدم ہکھ بانچے کلام کوں بدھ

اس مثنوی کے قصہ پر ہندوستانی اساطیر کی گہری چھاپ ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ ناگر کا ایک راجہ ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر ہے۔ کدم راؤ نے ایک دن ایک اتم ذات کی "ناگنی" کو دیکھا جو ایک کم ذات کے "کوڑیال" کے ساتھ ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کوڑیال کو مار دیا ناگنی کو بھی مارنا چاہتا تھا لیکن وار اوچھا پڑا ناگنی کی دم کٹ گئی اور وہ ایک جھاڑی میں چلی گئی۔ اس واقعہ سے کدم راؤ کا عورت ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ عورت خواہ کتنی ہی اعلیٰ ذات کی کیوں نہ ہو قابل اعتبار نہیں۔ رانی اور وزیر پدم راؤ نے اسے بہت سمجھایا کہ دنیا میں سبھی یکساں نہیں ہوتے۔ لیکن کدم راؤ کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا تھا۔ اس نے جوگی بننے کی ٹھان لی تھی۔ لوگوں نے ایک باکمال جوگی اگھور ناتھ سے بادشاہ کو ملایا۔ بادشاہ اس سے مل کر اتنا خوش ہوا کہ ایک پل بھی اس کے بغیر رہنا اسے گوارا نہ تھا۔ جوگی نے راجہ کو دھنوز بید اور امر بید سکھا دیئے جس کی مدد سے بادشاہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنی روح داخل کر سکتا تھا۔ تجربہ کے طور پر جوگی ایک مرے ہوئے طوطے کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے طوطا بن گیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنے اصلی روپ میں آگیا کدم راؤ نے بھی آزمائش کی خاطر مرے ہوئے طوطے میں اپنی روح داخل کی اور طوطا بن گیا۔ جوگی اگھور ناتھ فوراً اپنا جسم چھوڑ کر کدم راؤ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ ایک دن طوطا اڑتے اڑتے اپنے محل میں آیا اور اپنے وفادار وزیر پدم راؤ سے مل کر اپنا حال سنایا۔ پدم راؤ کو جب طوطے کی اصلیت کا پتہ چلا اس نے اگھور ناتھ کو سوتے میں ڈس لیا وہ مرگیا۔ کدم راؤ منتر پڑھ کر پھر اپنے اصلی جسم میں آگیا اور مزے سے زندگی گزارنے لگا

دھنوز بید اور امر بید دراصل کالا جادو ہے۔ نقل روح کا عمل اس کا ایک حصہ ہے۔ ایسے قصے پرانے زمانے کے مشرقی اور مغربی ادب میں کثرت سے ملتے ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق کائنات کے تین طبقے (یعنی ترلوک) ہیں۔

سورگ لوک پرتھولوک اور پاتال۔ گناہگار پاتال میں ڈال دیئے جاتے ہیں اسی ترلوک کا ذکر مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس مثنوی میں اسلامی روایات کی چھاپ بھی نظر آتی ہے اسلامی اساطیر اور ادبی روایات کے تحت شاعر صبر کو ایوب کے اور سخاوت کو حاتم کے حوالے سے واضح کرتا ہے ایک باب کے عنوان میں "توبۂ نصوح" کا اشارہ ملتا ہے اس مثنوی کی ساری فضا اساطیری ہے لیکن مثنوی کا ڈھانچہ فارسی مثنویوں کا ہے فارسی مثنویوں کی طرح حمد نعت اور نعت کے آخر میں منقبت خلفائے راشدین اور پھر مدح سلطان ہے اس مثنوی کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں اور یہ مثنوی بحر متقارب مثمن محذوف (فعولن فعولن فعولن فعل) میں ہے۔

کدم راؤ پدم راؤ کی زبان نہایت قدیم ہے۔ اس میں شمالی ہند کی زبانوں مثلاً پنجابی راجستھانی، کھڑی اور برج کے ساتھ علاقائی زبانوں میں سے مرہٹی اور گجراتی کے اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اسکی لفظیات پر پراکرت اور سنسکرت عناصر کا غلبہ ہے اسکے باوجود عربی و فارسی الفاظ کی بھی کمی نہیں جیسے نیت، فراش، سقا، فرشتے، جرم، گہر، شرع، دنیا، سلام وغیرہ۔ اسی طرح فارسی تراکیب بھی بآسانی مل جاتے ہیں مثلاً نغز گفتار، کسریٰ وکئے (اولوالامر)، سرکلاہ سرگشتہ راہ رو، نقش بار وغیرہ لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کی تعداد زیادہ ہے ان کا استعمال کہیں بڑا ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں ہندی الفاظ کے استعمال سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلوب میں سادگی سلاست آجاتی ہے۔ مثلاً

دنیا جھوٹ ہے جیو نا جھوٹ جان ۔۔۔ نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھ اس آن
گئی سنھاس ناگن پراں آپ لے ۔۔۔ پرانے آپ لے کر گئی پوچ دے
سبھی کھیل اس کے کرن ہار وہ ۔۔۔ کرنہار جوگی نہ کرتار وہ

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ابھی زبان مائع حالت میں تھی اور بہ حیثیت دکنی اس کی شناخت بھی نہ ہونے پائی تھی، نظامی نے ضرب الامثال محاورہ اور روزمرہ کا بھی خوب استعمال کیا ہے۔

جلتر گھاں چھاس کھینچے جو کوئے — نہ سیدھی لدھیں کو تری پونچ ہوئے
سنیا ہے کہ کرتار جس دیہہ جس — کیتے دوار بندا ایک دے کھول دس
گھر ابھی بہت جھونٹ نہ لوتی جوڑ — جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ
جہاں سو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوئے — تہاں ہوئے کل کل جہاں ناردوئے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مطالعہ سے اردو اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔ خود نظامی کے نام فخر دیں سے پنجابیت ٹپکتی ہے۔ اس مثنوی میں پنجابی لہجے اور الفاظ کا استعمال نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔

ع۔ سنوئے فخر دیں تو بسر آنکھیا

صیغہ مستقبل کی پنجابی علامت "سی" بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

ع۔ نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش ناؤ۔

ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا "نا" گرا کر "یا" لگانے کا طریقہ پنجابی میں بھی رائج ہے۔ اور یہ طریقہ بعد کے دکنی ادب پاروں کی طرح قدیم اردو کی اس ابتدائی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔

نہ سنیا الو لگ کر اس ور تمان — سکھی آپنا جیو تو سب جہاں
نہ اس بھاؤ آکھور کیتا بچار — نہ بیرا رکھیا ٹھار اپنا نہ ٹھار

اس مثنوی میں زبان و بیان کے اُلٹتے بدلتے کئی روپ ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی زبان پختہ نہیں بلکہ خام ہے اور ایسی حالت میں لسانی مطالعہ سے کچھ نتائج تو نکالے جاسکتے ہیں لیکن ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر بھی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ دکنی زبان ادب اور اسلوب و آہنگ کے مطالعہ میں اولین اہمیت رکھتی ہے

یوسف زلیخا

اب تک کی دریافت کے مطابق قطب شاہی دور کی سب سے پہلی مثنوی شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا ہے یہ وہی شیخ احمد ہے جس کی ایک اور مثنوی لیلیٰ مجنوں کا تعارف سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ میں کردایا ہے۔ اس مثنوی کے انہیں صرف (۹۴) اوراق ملے تھے۔ اس کا مکمل

نسخہ اب تک دستیاب نہ ہو سکا۔ یوسف زلیخا کا بھی ایک ہی نسخہ ہے جسے پروفیسر سیدہ جعفر نے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ مرتب کر کے ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شیخ احمد گجراتی کے حالاتِ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

شیخ احمد نے اپنا نام مثنوی یوسف زلیخا میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔

بندا احمد سو کیا ان کو سرادے بھو دھا توں خدا ان کو سرادے

جو ہے احمد کمینہ ایک بندا سو نا ہے پاپ بن اس ہور دھندا

نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد نہیں اس روپ کے سنگار کو حد

ایک جگہ اس نے "شیخ احمد" بھی استعمال کیا ہے۔

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ سرن آیا سرادن تج تا سک

ابن نشاطی نے پھولبن میں اپنے جن پیشرو اساتذہ سخن کا ذکر کیا ہے اس میں مثنوی یوسف زلیخا کے شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

نہیں اس وقت پر وہ شیخ احمد سخن کا دیکھنے باندھیا سو یں سد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نام کے آگے شیخ بھی استعمال ہوتا تھا۔ نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں مصنف مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے حوالے سے پروفیسر سیدہ جعفر نے پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتلایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں :

"راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالاتِ زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے مثنوی" یوسف زلیخا" کی تصنیف (۹۸۸ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء) کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے "۔ (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۱۰)

جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "شیخ احمد گجراتی کا رہنا والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں بھی کیا ہے" ؎

احمد دکھن کے خوباں ہوتیاں ہیں پُر ملاحت
توں تو دکھن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا

(تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۲۲۷)

اس مثنوی کے ایک باب "شاہ تعریف بجنت خود کردند" میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اسے خاص طور پر "نوازش نامہ نامی" لکھ کر بلوایا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں احمد گجراتیؔ کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ تک پہنچ چکی تھی

کہ اس کا چاؤ شہہ خاطر کوں لیایا — نوازش نامہ نامی بھیجایا

اس نوازش نامے میں "فتح دولت" "عزوحرمت" "امان ہور امن" "کرم" اور "عنایت" کے مضامین رقم تھے "سودہ نامے کوں سر اپنے چڑاکر" شاعر "شاہ کی خدمت کو دھایا"۔ اسی باب میں شاعر نے گجرات میں اپنی فارغ البالی کا ذکر کیا ہے اور اپنے علم وفضل اور کمال فن کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ احمد گجراتی کو اہل علم کی صحبت حاصل تھی شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا صرف ونحو معنی و منطق علم کلام الٰہیات وحکمت اصول فقہ عروض وقافیہ نجوم وطب سے اچھی واقفیت تھی۔ تلنگی اور سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی میں کمال حاصل تھا۔ وہ شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی کا مرید تھا شیخ احمد نے دو مثنویوں کے علاوہ عید نامے، قصیدے، غزلیں اور رباعیاں بھی لکھی ہیں شیخ احمد کی تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا مگر ابراہیم زبیری مصنف روضۃ الاولیائے بیجاپور لکھتے ہیں کہ شیخ احمد گجراتیؔ کا مزار بیجاپور میں ہے۔

پروفیسر سیدہ جعفر کی تحقیق کے مطابق مثنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف ۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء کے درمیان ہے (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۶۱)

اس مثنوی میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتیؔ ایک پرگو اور قادر الکلام شاعر تھا۔ وہ لکھتا ہے

جتنے اصناف ہوں گے شعر کیرے — کٹھن مشکل نہیں نزدیک میرے
خیال وخاص طرزاں خاص لیاؤں — غرائب ہور بدائع لیا دکھاؤں
بچن موتی بڑے ہور ڈھال ڈھالوں — جو اس میں دو جگت سمار دکھاؤں
اگر تمثیل کے عالم میں آؤں — بمثا اس عالم نوا عالم دکھاؤں

شاعر نے اس مثنوی میں جزئیات نگاری پر بہت توجہ صرف کی ہے جس سے اس کے وسیع معلومات کا اور مشاہدات کا اندازہ ہوتا ہے اس کے بہترین نمونے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل اور خانہ باغ کی تعمیر اور تزئین کے وقت نظر آتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے محمد قلی قطب شاہ کا سراپا بے مثال ہے "زلیخا کے سروپ اپروپ انگ سنگار" کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے چند شعر ملاحظہ ہوں

بسیالے ناگ سر کے بال کالے — گھنگر والے کنڈل آسان کھالے
پیشانی چاند آدھا لوز ادک ہوئے — جو دیسیں اس تلیں چندر نوے دوئے
آدھر دو لال جوں مرجان جوتی — دیسیں بتیس ۳۲ آنیکے ڈھال موتی
نیکے دو گال روشن آرسیاں دوئے — جو اُن کی چھاوں پر چندر سورج ہوئے

احمد گجراتی نے قدرتی مناظر کی عکاسی سے زبان پر اپنی قدرت گہرے مشاہدے اور باریک بینی کا ثبوت دیا۔ محل اور باغات کی تعمیر، زلیخا اور یوسف کی سراپا نگاری اور مناظر قدرت کی عکاسی میں شاعر نے نادر تشبیہات و استعارات سے مدد لی ہے۔

دیسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال — رہیں زنار جوں مل بانہہ گل گال
جو پھولے پھول شو رنگ روپ سنگات — کرے نرگس نظر بازی کا الزسات
قد اس کا عشق کے مندر میں تھانب — پڑے نقشے کوں آ جا کر رکھے تھانب

احمد گجراتی نے غم، خوشی، مایوسی، غصہ، حسد، ہجر و یاس و حسرت کے جذبات کی بہترین تصویریں کھینچی ہیں۔ زلیخا کا برہ آگ میں جلنا اور حسرت سے ہاتھ ملنا قابل توجہ ہے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے — کہ تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے
نہ سر کنگی کری نا مانگ کا رکی — نہ کہ چونڈا کسی سو رنگ ناری
رہے وہ بال بکھرے سو پریشاں — کہ راہے آپ بہو تیک ہو پریشاں
انجھو جس نین کی کا لک لجا دیں — سو کیوں وہ نین سرمے سوں سُہادیں

سیدہ جعفر کے بقول احمد گجراتی نے اس مثنوی میں اپنے عہد کی تہذیبی ثقافتی معاشرتی

مظاہر کو محفوظ کر دیا ہے۔ زیورات، لباس، کپڑوں کے مختلف نام سنگار اور سامان آرائش نوکر چاکر اور خدمت گاروں کے ناموں کی ایک طویل فہرست پروفیسر سیدہ جعفر نے مقدمہ کے صفحہ (۷۷) پر دی ہے۔ پارچوں میں نین سکھ، ٹکٹ دیبا، تافتہ، ریشم اطلس زربینہ، حریر، زربفت اور مخمل، عطریات اور خوشبویات میں کدم اگر کستوری، مشک، چندن کافور برمل اور لوبان سنگار میں مہندی، سرمہ کاجل، غازا، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گوشوارے، سر بند، تاج کمر بند، کنگن، لٹکتا، نورتن آرسی پنجن بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ۔ اور خدمت گذاروں کے ناموں میں تسبیح خوان، حاجب، بھالدار، ساقی، سلوک، داسی، غلام دائی، باورچی، شحنہ اور کتوال۔ ان تمام تہذیبی مظاہر کو اس نے مثنوی میں بڑی سادگی سے نظم کر دیا ہے جس سے عہد محمد قلی قطب شاہ کے معیار معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعر نے مقامی عناصر کو بھی یوسف زلیخا میں استعمال کر کے عرب کی اس داستان کو مقامی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان میں پھل پھول چرند پرند اور درختوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تقریباً تمام دکنی مثنویوں میں مذہبی رواداری اور یگانگت کے گہرے نقوش ملتے ہیں۔ عزیز مصر اور زلیخا کے جلوے کی رسم دکنی رسومات کی یاد دلاتی ہے۔

یوسف زلیخا میں شاعر نے دعویٰ کیا ہے کہ

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت ۔۔۔ درے دہ تار سکلا گنپھ لاگت

مثنوی میں حکیمانہ اخلاقی اور بصیرت افروز نکات بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ ضرب الامثال اور کہاوتوں کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے ۔۔۔ ولے سبوٹ کھٹے بن کی او پھل کھائے

تُرت کام آپنا کر لیونا خوب ۔۔۔ تُرت کا نا ٹھہرسٹ دیونا خوب

صبا کا کام بہتر سارتا آج ۔۔۔ نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج

جہاں پاپی جو بیٹھے سیل دو چار ۔۔۔ اَدِک ہوئے سہس گن پاپ تس ٹھار

کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے ۔۔۔ عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

مثنوی یوسف زلیخا لکھتے وقت شاعر کے سامنے فارسی یوسف زلیخا کے کئی نسخے تھے مگر شاعر خسرو یا نظامی کی کسی تصنیف کی تلاش میں تھا۔ ایک دوست نے اس کی یہ مشکل جامی کی یوسف زلیخا فراہم کر کے آسان کر دی۔ جامی نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں لکھی تھی۔ احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس تعلق سے وہ کہتا ہے۔

نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں میں   روایت بن کہیں تابع کہیں شیں
جسے کچھ اس کا شعر ہوئے سو لیا لیا   زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہور عبارت کی تو فنن   اِدک لیاؤں جیسے رکھ لیا اچھے اُن

چنانچہ مثنوی میں احمد گجراتی نے شعری محاسن کا برجستہ استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے اس نے کثرت سے استفادہ کیا ہے۔

نہ جاگا اس نے اس بن کوئی جاگا   نہیں اس بارج لس دن کوئی جاگا
مراتب عاشقی سب بوجھتی سو   کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے   جگت میں دھن بھگت یوں کوئی نہ لوٹے

احمد گجراتی نے تکرار لفظی سے بھی کام لے کر مثنوی کا لطف دوبالا کر دیا ہے

گہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول   نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تول
خوشی تھے پھنگ پھیلیا جوں پھول کھیلیا   کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول سیلیا

احمد گجراتی اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں   بھو چھند بھند اُپم ہور چھنتاں سوں
عرب الفاظ اس تھے میں کم لیاؤں   نہ عربی فارسی بھو تیک سیلاؤں

مثنوی کا اسلوب ہندی سنسکرت اور مقامی زبانوں کے الفاظ سے بنا ہے کم ہی الفاظ عربی اور فارسی کے استعمال کئے ہیں یہ بھی وہ الفاظ ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ وہ بولے جاتے ہیں یہ بھی دکنی زبان کی ایک خصوصیت ہے عربی و فارسی الفاظ کو سنسکرت اور ہندی الفاظ کے ساتھ بول چال رسم الخط میں اس طرح گھلا ملا دیا ہے کہ ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں جاتی جیسے

وہی اسحاق ابراہیم نندن | جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں ون
گنت تھے نیک چھلیاں باپر اس کوں | پتا یوسف یکا دسیا پتر اس کوں
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری | سو بھیجے ہیں پرت سوں دائے بھاری

قصۂ یوسف زلیخا ہر زمانے اور ہر زبان میں مقبول رہا ہے۔ کئی زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے فارسی میں جامی، خسرو، نظامی، فردوسی جیسے مشہور شاعروں نے اسے نظم کیا ہے دکنی میں بھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو مثنوی کا روپ دیا ہے مگر احمد گجراتی وہ شاعر ہے جسنے دکنی میں پہلی بار اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ یہ دکنی کی پہلی مکمل عشقیہ مثنوی ہے جسے احمد گجراتی نے تمام شاعرانہ محاسن سے سجایا ہے۔

قطب مشتری : وجہی محمد قلی قطب شاہ کے عہد کا ایک بلند پایہ شاعر اور مایہ ناز نثر نگار تھا۔ اس کا خاندان ایران سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اپنے فارسی دیوان میں اس نے ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کہتا ہے ع

طبع پاک من از خراسان است

وجہی کی تاریخ پیدائش کا ابھی تک صحیح علم نہ ہوسکا۔ وجہی کی پہلی تصنیف قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی۔ قطب مشتری کی فنی خوبیوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا شاعر کوئی جہاں دیدہ اور تجربہ کار شاعر تھا۔ اگر اس وقت وجہی کی عمر ۵۰ اور ۵۵ سال کے لگ بھگ فرض کر لی جائے تو ۹۷۰ھ اور ۹۷۵ھ (م ۱۵۶۲ء ۱۵۶۷ء) کے درمیانی زمانہ میں وجہی کی پیدائش قرار دی جا سکتی ہے یہ ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ - ۹۸۸ھ (م ۱۵۵۰ء - ۱۵۸۰ء) کا عہد حکومت تھا۔

بقول وجہی اس کے اجداد خراسان سے آئے تھے۔ لیکن قطب مشتری میں دکن سے جس محبت کا اس نے اظہار کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ دکن ہی میں پیدا ہوا ہوگا۔ تب ہی تو وہ دکن سے وطن کی طرح محبت کرتا ہے ؎

دکن ملک کوں دھن عجب تاج ہے | کہ سب ملک سر ہور دکن تاج ہے
دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں | پنچ فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

دکن ہے نگینہ انگوٹھی ہے جگ　　انگوٹھی کوں حرمت نگینہ سوں لگ
دکن ملک بھو تیچ خاصا اہے　　تلنگانہ اس کا خلاصہ اہے

وجہی کا نام اسد اللہ تھا ایک فارسی شعر میں اس نے اپنا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے۔

اسمیم اسداللہ، وجہی است تخلص ۔ آرائش دکانچہ بازار کارم است

اس نے اپنے تخلص کو کئی طرح لکھا ہے جیسے وجہی، وجیہی، وجہ، وجیہہ اور وجہا اسے عربی اور فارسی زبان اور کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ساتھ ہی اسے علاقائی زبانوں مرہٹی تلنگی اور کنڑی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کے علم وفضل اور کمال سخن سے متاثر ہوکر محمد قلی قطب شاہ نے اسے ملک الشعراء بنایا تھا۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھا بلکہ فن شعر سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ قطب مشتری کے آغاز میں اپنے معاصر شعراء کے مقابل اپنی بڑائی جتلائی ہے۔

جتے شاعراں شاعر ہو آ نیچے　　سو منج تے طرز شعر کا پائیں گے
یو سب کہتے یو سب شعر تیس　　کر بولاں کدھر ہور سخن تمیں

وجہی کو اپنی بڑائی کا بڑا احساس تھا۔ اپنے ہمعصروں میں سے کسی کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتا تھا۔ غواصی پر اس طرح چوٹ کرتا ہے۔

اگر غوطے لک برس غواص کھائے　　تو یک گوہر اس دھات امولک نہ پائے
غواصاں کتے غوطے کھا کھائے کر　　موئے ہیں اس سمد میں آئے کر

محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں وجہی قطب شاہی دربار کا ملک الشعراء تھا ۱۶۱۲ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا تو وجہی کی شہرت کا چراغ گل ہوگیا اور وہ گوشۂ گمنامی میں چلا گیا۔ غواصی کو اس دور میں عروج حاصل ہوا اور وہ ملک الشعراء بنادیا گیا تھا۔

۱۶۲۵ء میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو پھر وجہی کے دن پھرے اور وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا وجہی نے طویل عمر پائی اس کی تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ عبدالجبار ملکاپوری لکھتے ہیں کہ وہ درگاہ برہنہ شاہ صاحب حیدرآباد میں دفن ہے۔

قطب مشتری وجہی نے محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر صرف بارہ ۱۲ دن میں لکھی تھی۔
وہ لکھتا ہے ؎

تمام اس کیا دیس بارا منے سنہ یک ہزار ہور اٹھارا منے

یہ وجہی کی طبعزاد مثنوی ہے۔ اس کے آغاز میں حمد، مناجات، نعت، ذکر معراج اور منقبت ہے۔ "در شرح شعر گوید" کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں فن شعر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد "تعریف شعر خود گوید" اور پھر مدح محمد قلی قطب شاہ ہے۔ پھر مثنوی شروع ہوتی ہے۔ قطب مشتری کا قصہ قدیم قصوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر زور کا خیال ہے کہ مثنوی قطب مشتری کا قصہ بھاگ متی اور محمد قلی قطب شاہ کے عشق کی داستان ہے لیکن مولوی عبدالحق اور ہارون خاں شیروانی اس خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بھاگ متی کا قصہ ایک خیالی داستان ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے بھی اپنے ایک مضمون "بھاگ متی اور اس کا لو دربات مقرہ" مطبوعہ "آج کل" جولائی ۱۹۸۲ء میں مستند حوالوں کی روشنی میں بھاگ متی کے وجود کو خیالی کردار قرار دیا ہے۔ اس کے چھ سال بعد کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمہ میں بھی انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اور وجہی نے قطب مشتری میں ایک خالص تخیلی اور رومانی قصہ پیش کیا ہے جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں (صفحہ ۸۲)

مثنوی قطب مشتری کا قصہ ایک ضمنی قصہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اصل قصہ محمد قلی اور مشتری کے عشق کی داستان ہے ضمنی قصہ میں مشتری کی بہن زہرہ اور مریخ خاں کی داستان عشق ہے۔ مریخ خاں کو مصیبتوں سے نجات دلا کر محمد قلی اسے زہرہ سے ملا دیتا ہے۔ زہرہ کا قصہ دیر سے شروع ہوتا ہے اور اصل قصے کا ایک لازمی جزو ہو جاتا ہے اگر یہ قصہ شامل نہ کیا جاتا تو محمد قلی کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آنے پاتے۔ مثنوی کے تمام کردار ولد کے نام ستاروں کے نام پر ہیں جیسے قطب، مشتری، عطارد، زہرہ، مہتاب اور مریخ۔

مرکزی کردار قطب (محمد قلی قطب شاہ) کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے کردار اس کے اطراف گھوم رہے ہیں وجہی نے قطب کے کردار پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ملا وجہی نے قطب کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی تک کے حالات تلمبند کئے ہیں۔ عام

داستانوں کی طرح قطب بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت پر خاص توجہ کی جاتی ہے علوم و فنون کے علاوہ فن سپہ گری خوش نویسی میں کمال حاصل کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں مشتری کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتا اور اس کی تلاش میں نکلتا ہے راہ میں خطرناک اژدھے، خوفناک طوفان طلسمی جنگل کے بھوتوں سے لڑ کر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ عام طور پر داستانوں اور مثنویوں میں شہزادوں کا کردار غیر فعال اور مجہول ہوتا ہے لیکن قطب کے کردار کو وجہی نے غیر معمولی طور پر فعال پیش کیا ہے وہ سحرالبیان کے بے نظیر کی طرح اپنے آپ کو حالات کے حوالے نہیں کر دیتا بلکہ اپنے لئے آپ راہیں بناتا جاتا ہے۔

مشتری اس مثنوی کی ہیروئن ہے جو بنگالہ کی شہزادی ہے وہ بڑی حسین وجمیل دوشیزہ ہے اسے شعر شاعری مصوری کا شوق ہے وہ عطارد کی مصوری اور نقاشی کو بہت پسند کرتی ہے اور محمد قلی کی تصویر پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ وجہی نے مشتری کو ایک ہنرپسند اور نیک سیرت عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

انچل اس مصلے ہے جبریل کا سہے تل سو سبحہ سرانیل کا

مشتری میں قربانی خلوص و ایثار کی نسوانی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں وہ شریف اور نیک نفس ہے اور اتنی ادب شناس کہ ایک ہندوستانی عورت کی طرح اپنے ساس سسر کے پاؤں چھوتی ہے۔ مشتری تقریباً نصف مثنوی کے بعد سامنے آتی ہے لیکن اپنے دلکش کردار کی وجہ سے قاری کو بہت متاثر کرتی ہے۔

عطارد قطب مشتری کا سب سے زیادہ پُر اثر کردار ہے وہ جہاں گرد ہے علمی ادبی ذوق کا مالک ہے اس کی فہم و فراست مسلمہ ہے اس کا حافظہ غضب کا ہے وہ دنیا کی دوشیزاؤں کی تصویریں بھی اپنے پاس رکھتا ہے شہزادہ قطب کے ساتھ سفر پر جانے سے پہلے اسے سفر کی نزاکتوں اور مشقتوں کو سمجھاتا ہے جب شہزادہ نہیں مانتا تو اسے سوداگر کے بھیس میں سفر پر چلنے کے لئے راضی کر لیتا ہے یہاں وہ اپنے تجربات کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں قطب کو عشق و محبت کی نزاکتوں اور نشیب و فراز سے آگاہ کرتا ہے بڑوں کی عظمت اور فضیلت بیان کرتا ہے عطارد حالات کی نزاکت کو

خوب سمجھتا ہے شہزادہ کو کار آمد صحیح مشورے بھی دیتا ہے اسکی خوش بیانی اور فکر انگیزی سے قطب مشتری کی فضا دوسری مثنویوں سے مختلف ہو جاتی ہے وہ شہزادہ کی مہم میں سپہ سالار کا کام کرتا ہے ہمیشہ شہزادے کی نازک مزاجی اس کے وقار اور مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے عطارد شہزادے کا ایک اچھا رفیق اور اتالیق ثابت ہوتا ہے۔ عطارد کا کردار اسکی سوجھ بوجھ تیزی اور موقع شناسی تمام مثنوی پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے

ملا وجہی نے قطب مشتری میں ہر ممکن جذبۂ انسانی کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے عشق میں گرفتار بے حالی پہ شہزادہ کی موثر عکاسی کی ہے اسی طرح عطارد جب شہزادے کو مشتری کی تصویر دکھاتا ہے تو وہ بے اختیار ہو کر اس تصویر کو چومنے لگتا ہے اور کہتا ہے

لیرے خواب میں آئی سو یو چ ہے　　مجے یوں ملید آئی سو یو چ ہے

اسی نار کوں دیک میں شید سٹیا　　اسی نار کے عشق میں یو گھٹیا

بنگالہ کی مہم پر جانے کیلئے شہزادے کے اٹل ارادے پر عطارد روکتا ہے شہزادہ اس نصیحت پر جھنجھلا جاتا ہے شدتِ جذبات سے عطارد کو ڈانٹتا ہے عطارد کے ساتھ ساتھ بڈھوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیتا ہے کہتا ہے

تو سست ہور یاتاں بی تیریاں ہے سست　　درست میں تو کہتا ہے سو نا درست

نیت میں کیا ہوں اُدھر جانے کا　　نہیں حاجت اب تیرے سکلانے کا

بڈھیاں کوں تہ کچ عقل نا نام سے　　بڈھیاں کا چھٹے ناتو بدنام سے

مشتری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے شہزادہ قطب ماں باپ کی دعائیں لینے جاتا ہے اس وقت ابراہیم قلی قطب شاہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے پریشان ہے پھر بھی پند و نصیحت کرتا اور سمجھاتا ہے۔ جذبات کے اس نازک مرحلہ کو شاعر نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے

تو ناسور ہے نکو دور آسمان تے　　توں ہیرا ہے نا بچھڑ کھان تے

تو نا شاہی کیرے بزم کا شمع ہے　　توں ناجم جیو تج تھے میرا جمع ہے

اس مثنوی میں جذبات نگاری کے مواقع زیادہ تر حسن و عشق کے درمیان پیش کئے گئے ہیں مشتری شہزادے کی تصویر دیکھ حیران ہو جاتی ہے اس کی حیرانی دیکھ کر مہرو ان اسے سمجھاتی ہے کہ "عشق بازی دھن کچھ نہنا کام نیں" لیکن مشتری کو مہرو ان دانی کی

یہ نصیحت کڑوی لگتی ہے۔ شاعر شہزادے کی جدائی میں مشتری کی بے تابی اور اضطراب کا خود اس کی زبانی اظہار کرتا ہے۔

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوئے — کہ سُکھ چاند انجھو سو تارے ہوئے
ہر یک رُوں میرے تن پہ جیوں ناگ ہے — ستا تھا اول سو اُتال آگ ہے

وجہی نے جس قدر چابکدستی سے عشق و محبت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اسی مہارت سے نفرت، خوف اور غم و الم کی بھی عکاسی کی ہے۔ بنگال کی مہم میں شہزادے کو ایک اژدھے سے سابقہ پڑتا ہے۔ سارے ساتھی اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ایک بار شہزادے کو دیو سے لڑنا پڑتا ہے دیو کے غیض و غضب اور شہزادے کی بے خوفی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔

جدائی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ وجہی نے دو بچھڑے دلوں کی ملاقاتوں کے منظر میں بھی جذبات کا رنگ خوب بھرا ہے مشتری سے محمد قلی کی ملاقات، ماں باپ کا اپنے بیٹے سے دوبارہ ملنا اور ایسے وقت جذبات کا جو سمندر دلوں میں اٹھتا ہے اور جو اضطراری کیفیتیں سرزد ہوتی ہیں انہیں خوبی سے قلمبند کیا ہے۔

وجہی کی جذبات نگاری اعلیٰ درجہ کی ہے اسے انسانی نفسیات کا گہرا علم ہے اسکو زبان و بیان پر اتنا قابو ہے کہ وہ ہر کیفیت کو صفحہ قرطاس پر لفظوں میں پیش کر سکتا ہے۔

مثنوی میں منظر نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ وجہی کے مناظر طویل ہیں لیکن پُر اثر ہیں پہلا منظر جو ہمیں ملتا ہے وہ شہزادے کا اپنے دوستوں کے ساتھ محفل طرب سجاتا ہے جس میں مطربوں اور ندیموں کی بدمستی اور بے خبری کی عکاسی کی گئی ہے۔

بسر گئے ندیماں طرز بات کا — گنوائے خبر مطرباں ذات کا
جو عاقل اتھے وہ سو سب ہیچ ہوئے — دو پیالے چڑا کو پچ کا کچ ہوئے
لگے مست ہو بٹنے مستی سنگات — یکس تے سو پاون اُپر ایک بات
سو یوں کچ و دیاراں ہوئے بے خبر — کہ پانی پیتے تھے شراب ہے کر
یکسوں بلا ایک اڑ ناؤں سوں — گلے لگتے تھے مست ہو چھاؤں سوں

اس منظر کو پندرہ سولہ شعروں میں وجہی نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اسکے بعد شہزادے

کے خواب کا متقاضی ہے اس میں تصنع ہے شائد اسی لئے کہ وہ خواب ہے۔ سپنے کی شہزادی کے فراق میں محمد قلی کے "اسا سان بھرنے" کا منظر بھی حقیقت سے قریب ہے اس منظر میں جذبات کی عکاسی ہے شاعر نے مناظر قدرت کے بھی مرقعے کھینچے ہیں کہیں صحرا کہیں سمندر کہیں اژدھا قطعہ گلستان کی تصویر کشی میں اس نے مقامی پھل پھول چرند اور پرند کے بیان سے حقیقت کا رنگ بھر دیا ہے۔ اس تصویر کے کچھ خطوط پیش ہیں۔

سو قطعہ گلستان کا وو نہ تھا | چمن بہشت کا بھیں پر اتریا اتھا
کہ پاتاں کے پردیاں کوں سب پھاڑ کر | پھلاں جھانکتے تھے سراں کاڑ کر
سو فوارس نکلیں طوطی کیک ہنس | پکڑ پیٹ لڑنے لگے ہنس ہنس
بھنور چھوند ٹھوبن میں گھمتے اتھے | سو پھولاں کرے سو کھ جیتے اتھے

مثنویوں میں سراپا نگاری کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ وجہی نے قطب مشتری میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے پیش کئے ہیں خاص طور پر مشتری کی جب قطب سے ملاقات ہوتی ہے تو اسکے حسن اور سج دھج کی تعریف میں کمال کر دکھایا ہے یہ حصہ بہت طویل ہے۔ صرف چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔

قطب شہ سو دھن یوں وو زیبا اچھے | کہ یوسف سوں مل جیوں زلیخا اچھے
دسیں یوں ادھر بیچ دسن جھمکنے | کہ گوہر ہے منگے کے حقے منے
دسیں مانگ موتیاں کی بیچ سیر میں | کہ دستے ہیں تارے مگر تیر میں
دھڑی سوں دسیں یوں دسن پات میں | کہ بجلیاں پڑیں جا کے ظلمات میں

خود کلامی کردار کو سمجھنے اور جذبات کو پیش کرنے میں جہاں مددگار ثابت ہوتی ہے وہیں قصہ میں بھی جان ڈال دیتی ہے وجہی نے قطب مشتری میں قطب کی خود کلامی پیش کر کے قطب کی دور اندیشی اور زمانے کی دورنگی پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے

کہ دھرتا ہوں دل میں جکچ بات میں | کروں جا کے وو بات کس سات میں
نکوئی یار دلسوز محرم ہے منج | نکوئی ہم نفس ہور ہمدم ہے منج
اپس سوں اپچ آج محرم ہوں میں | اپس سوں اپچ آج ہمدم ہوں میں
جتے اس زمانے منے یار ہیں | دغا باز عیباں جیتن ہار ہیں

اُنکوں بتیاں بات بولیا نہ جائے | انوکے کنے دل کوں لکو لیا نہ جائے
بتیاں تا انوکوں کہو کیوں سکگر | کہ دل میں بڑے خوباں ہیں موں اُپر
بیوپاری ہیں کس دھات کا تہہ اچھے | جو موں میں شکر دل منے زہر اچھے

وجہی کی سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی کو ظاہری اور باطنی علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا اس نے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے تھے۔ قطب مشتری میں جگہ جگہ حکمت کے مضامین قلمبند کئے ہیں مثلاً لڑکوں کی سوچ اور فکر عشق کے بھید بھاؤ جوانی کی دیوانگی، علم و ہنر کی قدر و منزلت، جھوٹ کی پستی اور کم ذات کی بے وفائی اور خدا پہ بھروسہ کرنے کے بارے میں پند و نصیحت کی ہے

عشق کیا ہے کرکے پچھانی ہے توں | گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
جوانی دیوانی اخل و ند نہیں | جوانی ہوبے بند اسے پند نہیں
پکے باج رنگ خوب پاناں میں نیں | بڈھیاں میں کچھ ہے سو خاماں میں نئیں
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار | تو دولت غلام ہو خدا ہوئے یار
بلند مرتبہ جھوٹ تے ہوئے پست | دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب پست

وجہی نے دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی خوب عکاسی کی ہے۔ چرندوں اور پرندوں پھل پھول کے بیشمار نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

گدڑ، بیل، کتا، سگ گھوڑے، ترنگ شبرنگ، کاگ، ناگ شیر شرزاہ، سرخکال بھونر مرغ سیمرغ۔ طاوس مور، باز، بحری کلنگ طوطی کبک جو نڑیاں بنفشہ گلاب، مشک انار، انجیر سیب

صفت میز بانی اور بخشش کردن ابراہیم قطب شاہ کے علاوہ، دیگر ابواب میں دکنی تہذیب اور شائستگی کے کثیر نمونے ملتے ہیں

حسن و جمال کی رنگینیاں تزئین و آرائش محفل عماروں کی تعمیر، کھانوں کی قسمیں لباس اور زیور جانوروں اور پرندوں کے نام موسموں کی منظر نگاری، شاہی آداب اور عوامی تہذیب میں روز مرہ کی جھلکیاں ملازموں کی زبان رسم و رواج، ادب قاعدے جیسے مان پان، بڑوں کے پاؤں چھونا، سلام کے طور طریقے، جنسی آزادی، فنون لطیفہ سے

دلچسپیاں بہادری اور شجاعت اور فن سپہ گری کے نمونے خوب پیش کئے گئے ہیں قطب مشتری میں دیومالائی اور اسلامی عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے نظر آتے ہیں تشبیہ اور استعارے زیادہ تر دیومالا سے لئے گئے ہیں جیسے راون، کرشن راکشس دیو وغیرہ عام مثنویوں کی طرح قطب مشتری میں بھی مافوق الفطرت عناصر کی کمی نہیں ہے اژدھا ایسا ہے جیسے کوئی بڑی چٹان، راکشس ہے تو ایسا جو کم از کم لکھ ہاتھیوں کا ناشتہ کرتا ہو۔

اس زمانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں کرناٹک اور گجرات کا حسن معیاری اور مشہور تھا چین اور ماچین کے علاوہ ایرانی حسن بھی بہت پسندیدہ تھا۔ بنگال کا جادو بھرا حسن پوری مثنوی کی جان ہے۔ پاکبازی اور شرم و حیا عصمت و عفت عورت کے زیور سمجھے جاتے تھے۔

قطب مشتری میں وطن پرستی کا جذبہ اس مثنوی کی وقعت کو اور بڑھا دیتا ہے دکن کی تعریف میں وجہی نے جو شعر کہے ہیں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان اشعار سے نہ صرف وجہی کی دکن سے محبت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس زمانے میں دکن کی تاریخی اور سماجی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یو کیا ہے ملک جو تجھے بھاوتا   یو کیا ہے جو خاطر تیری آوتا
تجے میں وہاں دلوں گا ہاں اے نار   سو اس دھات کے شہر ہزاراں ہزار
دکھن ملک وو کچھ عجب ٹھانو ہے   دکن میں سو ایسا ہر یک گانوں ہے

وجہی نے جاندار مکالموں اور زبان کے برموقع استعمال سے مثنوی کی ادبی حیثیت میں بھی اضافہ کیا۔ عورتوں کی زبان اور لب و لہجہ کی کاٹ دیکھئے۔

ترا سا برہ مجھ ستاتا اہے   سو تیج کوں پھر پھر تپاتا اہے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب   کہ ناحق مجھے آج دیتا عذاب
جو سنپڑے برہ میرے داواں تلیں   رگڑ کر سوٹوں دے دے پاواں تلیں

قطب مشتری وجہی نے صرف بارہ دن میں مکمل کی ہے جس سے وجہی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے اس مختصر سے عرصہ میں بھی اس نے اس مثنوی کو زبان بیان

محاورے روزمرہ تراکیب اور نادر تشبیہ و استعاروں سے سجا دیا ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی چند مثالیں

کمل پھول طالب جو ہے سور کا ۔۔۔ وہ محتاج نیں چاند کے نور کا

ہر یک خوب محبوب بت فارسی ۔۔۔ بدن جیوں جلتی اچھے آرسی

سو بچھوے میں یوں شہ دائی کی یوں اچھے ۔۔۔ کچا موتی سیپی بنے جیوں اچھے

تلمیح میں وجہی نے نہ صرف عربی فارسی ادبیات سے استفادہ کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات اور اساطیر سے بھی مدد لی ہے مثلاً

ہر یک گوپی شہ کی جیوں ماہ ہے ۔۔۔ کہ اس دور میں کشن بادشاہ ہے

ہوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ ۔۔۔ کہ یوسف کی خوبی کوں لبریا ہے جگ

جہاں پالؤ دھرتا چلتا رہے ۔۔۔ وہاں آب زم زم ابلتا رہے

انگوٹھی سلیمان کی تجھ ہات میں ۔۔۔ کہ تاثیر عیسیٰ کی تجھ بات میں

وجہی کلام میں سلاست کا قائل ہے کہتا ہے ۔

سلاست نہیں جس کیرے بات میں ۔۔۔ پڑیا جائے کیوں جز لے کر ہات میں

چنانچہ قطب مشتری میں سادگی اور سلاست کی وجہ سے کئی شعر اور مصرعے ضرب المثل بن گئے ہیں

وجہی نے تکرار لفظی سے بعض جگہ بات کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔

وہی نقش تن تھا وہی نقش من ۔۔۔ وہی نقش پانی وہی نقش اگن

ہوا آرام میں دل میں رام نیں ۔۔۔ یو دل کیا کرے گا جنے نام نیں

رعایت لفظی اور الفاظ کے حسن انتخاب نے اس مثنوی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

وجہی کی اس مثنوی میں جہاں ان گنت خوبیاں ہیں وہیں کچھ عیوب بھی نظر آتے ہیں۔ وجہی سب رس اور تاج الحقائق کا مصنف ہے جس سے اس کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے لیکن اس مثنوی میں اسنے عربی الفاظ کا تلفظ اسی طرح کیا ہے جس طرح عام دکنی زبان میں کیا جاتا ہے۔ اور ان کا املا بھی بول چال کے مطابق لکھا ہے مثلاً اخلِ خام۔ وفا نزیک، منا، واقع معزز المستید صفے، ملما، نخش، وخت زیاست۔ قافیہ کی بندش میں بھی واضح خلل ملتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے تین پیش ہیں:

دکھیا شاہزادے کوں عابد اہیں — نوازش سوں پوچھیا وہ نا دل اہیں
اگر ہور رضا تو یو دل شاد اچھے — نہیں تو مرے دل یہ سو داغ اچھے
تماشا دیکھن آئے جو پھر سب — خفی ہو دکھیا آج کوں شہر سب

وجہی کی یہ مثنوی مقبول وزن فعولن فعولن فعولن فعول میں لکھی گئی ہے۔ دکنی کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا سنسکرت یا عربی سے۔ قطب مشتری کو بھی محققوں نے ایک طبعزاد مثنوی لکھا ہے لیکن پروفیسر سیدہ جعفر، پروفیسر دیوستھالی کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

"مثنوی قطب مشتری کے قصے سے مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعری میں بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً ۱۰۰۰ء کی تخلیق ہے۔ جس کا نام "نواساہاسانا چرتر" ہے اس سنسکرت نظم میں پدما گپتا موسوم بہ پری مالا نے جو سری گنگا گپتا کا بیٹا تھا شہزادہ سسی پربھا کی داستانِ عشق بیان کی ہے۔ یہ کہانی [illegible] مالوہ کے سدھو راجا نواساہاسنکا کا قصۂ محبت سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر دیوستھالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں" (کلیات محمد قلی قطب شاہ صفحہ [illegible])

قطب مشتری اس منظوم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی اگر وجہی نے اس قصے سے استفادہ کیا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نقل کو اصل بنا دیا ہے قطب مشتری پر ذرا گمان نہیں ہوتا کہ یہ قصہ کہیں سے مستعار ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا ایک نامور شاعر اور عظیم نثر نگار تھا اس کی سب رس دکنی انشاپردازی کا ایک انمول اور پہلا نمونہ ہے۔ سب رس' وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ م ۱۶۳۵ء میں تصنیف کی ہے۔ اس زمانے میں محمد یحییٰ بن سیبک فتاحی نیشاپوری کی تصنیف دستورِ عشاق کے خلاصے 'حسن و دل' کو بڑی مقبولیت حاصل تھی وجہی نے "حسن و دل" کو سامنے رکھ کر سب رس تصنیف کی ہے اس قصے کے سارے کردار تمثیلی ہیں سب رس کے قصے کی دو تہیں ہیں ایک ظاہری جس میں ایک عشقیہ داستان پیش کی گئی ہے اور دوسری باطنی جس میں علم باطن کی تہیں کھلتی

جاتی ہیں اس طرح سب رس میں وجہی نے عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے اس کی زبان مسجع اور مقفیٰ ہے اس زمانے میں فارسی میں یہ طرز تحریر عام تھا وجہی نے ایک نوعمر زبان دکنی میں نثر کا یہ اسلوب پیش کرکے نہ صرف زبان وبیان پر اپنی قدرت ظاہر کی ہے بلکہ نوخیز دکنی زبان میں موجود بے پناہ لسانی اور ادبی صلاحیت اور زرخیزی کا اظہار بھی کیا ہے

سب رس کی زبان داستانوی اور رنگین ہے عبارت آرائی کے باوجود سلیس اور سادہ تحریر کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ سب رس میں وجہی نے انشاء پردازی کے جوہر دکھائے ہیں قصہ بیان کرتے کرتے گریز کرجاتا ہے کبھی 'دل' کی حقیقت بیان کرتا ہے کبھی 'عشق' کے بھید کھولتا جاتا ہے تو صفحے کے صفحے بھر دیتا ہے۔ اس داستان میں اخلاقی معاشی اور معاشرتی مسائل انسان کے عیب اور حسن پر رائے زنی کی ہے۔ داستان کا ماخذ پرایا ہے لیکن اس کا ماحول اپنا ہے اپنے وطن کا ہے وجہی نے اپنے عصر کے تہذیبی عناصر کی اس میں بڑی اچھی عکاسی کی ہے سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی عربی اور فارسی ادبیات کے علاوہ مقامی اور ہندوستانی زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت رکھتا تھا اس نے جگہ جگہ آیات اور احادیث، عربی فارسی اور دکنی اشعار سے سنوارا ہے عربی مقولے بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً دانایاں میں یوں چلی ہے بات العقل نصف الکرامات، صبوری تے دنیا صبوری تے دین مصحف کی آیت ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّابِرِین

سب رس میں وجہی نے ہندی دہرہ بھی درج کیا ہے۔

پنکھا ہوکر میں ڈولے ساتی تیرے چاؤ
مجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

سب رس میں بہیں محاورے ضرب الامثال اور روزمرہ کے قیمتی نمونے ملتے ہیں جیسے شکر کی چھری، گھر گھالو خوناخون، اصل سے کچھ خطا نئیں کم ذات تے وفا نئیں ادھر بات ادھر کرا ہے اس کے علاوہ دکنی کے مخصوص ضرب الامثال بھی کثرت سے ملتے ہیں سب رس کے سارے کردار تمثیلی ہیں مثلاً نظر' دل' ناموس' عشق' ناز' غمزہ

عشوہ، ادا، رقیب، عقل، قامت حسن اور لٹ وغیرہ

سب رس اردو میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے اس سے پہلے جو نثری تصانیف ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں

وجہی کی ایک اور تصنیف کلمۃ الحقائق ہے۔ اس میں صوفیانہ خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

سیف الملوک و بدیع الجمال : غواصی کی پہلی مثنوی ہے اس نے تین مثنویاں لکھیں۔ دو اور مثنویاں مینا ستونتی اور طوطی نامہ ہے مثنوی سیف الملوک غواصی نے محمد قطب شاہ کے آخر زمانے میں لکھی تھی اسکے انتقال کے بعد تھوڑے سے رد و بدل کے بعد اسے عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پیش کیا غواصی گولکنڈہ کا ایک بڑا ہی باکمال شاعر تھا۔ اس کے حالات زندگی کا خود اس کے کلام سے بھی کم ہی اندازہ ہوتا ہے سیف الملوک و بدیع الجمال کے مطالعہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں ایک نومشق شاعر تھا۔ اس کی مشق سخن ابھی جاری تھی لیکن وجہی کے سامنے اس کا چراغ جل نہ سکا۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں شاعروں پر بڑی بڑی گزری۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں شاعری کے چمن میں پھر سے بہار آگئی۔ غواصی سپاہی تھا اور پہرہ پر مامور تھا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر اس کی درخواست پر پہرہ سے ہٹا دیا اور دربار میں جگہ دی۔ غواصی نے اپنی شاعرانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ ملک الشعراء کا خطاب دے کر ملک خوشنود کے ساتھ ۱۶۳۵ء میں گولکنڈہ کا سفیر بناکر بھیجا۔ وہاں غواصی کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اس کی مثنوی سیف الملوک نے بیجاپور کے شاعروں کو متاثر کیا۔

یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی غواصی لکھتا ہے ؎

برس یک ہزار ہور پنج تیس میں کیا ختم یو نظم دن تیس میں

غواصی کی تینوں مثنویاں ترجمہ ہیں۔ یہ مثنوی الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں مصر کے شہزادہ سیف الملوک اور چین کی شہزادی بدیع الجمال کے حسن و عشق کی داستان

ہے۔ میر سعادت علی رضوی لکھتے ہیں کہ عہد اورنگ زیب میں مرزا بدیع اصفہانی نے شمشیر خاں کی فرمائش پر اس قصہ کو فارسی میں نظم کیا گیا تھا۔ "گلدستۂ عشق" نام رکھا تھا سیف الملوک کا ایک نثری ترجمہ نجم الدین احمد نجم نے دلی سے ۱۸۹۲ء میں شائع کیا غواصی کا ترجمہ آزاد ترجمہ ہے جسے شاعر نے اپنی قادرالکلامی سے طبعزاد بنا دیا ہے۔ اس مثنوی کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔

شہر مصر کا ایک بادشاہ تھا ایک عرصہ بعد اسکے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔ جب شہزادہ بڑا ہوا تو بادشاہ عاصم نزل نے شہزادہ کو ایک انگشتری ایک زرین کپڑا اور گھوڑا تحفہ دیا اس زرین کپڑے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کی تصویر تھی جسے دیکھ کر شہزادہ عشق میں مبتلا ہو گیا وہ تصویر شہپال ابن شاہ رخ بادشاہِ اجنہ کی بیٹی بدیع الجمال کی تصویر تھی جو گلستان ارم میں رہتی تھی شہزادہ اپنے دوست ساعد کے ساتھ گلستان ارم کی تلاش میں روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا طوفان سے لڑتے، زنگیوں سے مقابلہ کرتے اور راکشس کی قید سے نجات پاکر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں کے مکوڑے ہاتھی کے برابر تھے ان سے بچنا چاہا تو شتر مرغ کا نشانہ بنا وہاں ایک اژدھے کے منہ سے بچ کر نکلا ایک دریا کے کنارے پہنچا وہاں اسے ایک انار ملا۔ بھوکا تھا کھالیا۔ وہ انار ایک دیو کا تھا شہزادہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی مدد سے ایک اور جزیرہ پر پہنچا۔ وہاں ایک شہزادی شہر بانو سے ملاقات ہوئی۔ جسے بدیع الجمال کا پتہ معلوم تھا۔ اس نے شہزادہ کی مدد کی۔ شہر بانو سے ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ شہپال سے سفارش کر کے ان دونوں کی شادی کروا دے وہ راضی ہو کر چلی گئی اس کے غیاب میں شہزادہ سیف الملوک ایک دیو کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔ جب شہپال کو معلوم ہوا تو اسنے فوج لے کر دریائے قلزم پر حملہ کر دیا۔ جہاں کا وہ دیو حکمران تھا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بدیع الجمال اور سیف الملوک کی شادی ہو گئی۔ اور وہ مصر لوٹ آئے۔ غواصی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسنے الف لیلیٰ سے استفادہ کیا ہے

کھلے پھول مقصود کے کام کے ۔۔۔ کواڑاں کھلے سب میرے نام کے

چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا ۔۔۔ مرا جیب بلبل ہو بولن لگیا

میرے طبع کا جھاڑ جم لیا وے بار   کھلے پھول تسکوں ہزاراں ہزار

غواصی نے اس مثنوی کے بزم، اور اسلوب میں وجہی کی قطب مشتری کی پیروی کی ہے منظر نگاری کے سیف الملوک میں زیادہ مواقع تھے اس لئے وہ وجہی سے آگے نکل گیا ہے سراپا اور جذبات نگاری میں بھی اس نے کمال دکھایا ہے۔ وجہی نے جذبات نگاری میں حقیقت کی عکاسی کی ہے غواصی نے مبالغہ سے کام لے کر اس میں رنگ بھر دیا ہے سراپا نگاری میں وجہی نے تفصیل سے کام لیا ہے جبکہ غواصی نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔ غواصی نے جن راکشس اور دیو کی تصویریں اس انداز سے کھینچی ہیں کہ جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے۔

ابنا قد لمبی ناک چوڑے بلا خ   دیسے غار کے نا دلبداں فراخ
بڑے ڈانگرے سار کے کان دو   اجڑ نگر کرے گھوڑ جو راں دو
انگو ٹھیاں بدل آپ نے ساز کے   خوش انگلیاں میں پہنا ڈلے ساز کے

غواصی کی مثنوی میں تخیل کی کارفرمائی نے بڑی جان ڈال دی ہے۔ دکنی اور اردو کی دیگر داستانوں کی طرح مافوق الفطرت عناصر اس مثنوی میں کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکوڑوں کا ہاتھی کے برابر ہونا۔ بڑے بھوت اور ڈائن کی خطرناک حرکتیں

غواصی نے حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات سے داستان کو دلچسپ بنا دیا ہے خاص طور پر شہزادہ کا طوفان سے مقابلہ کرنا دیو سے لڑنا اژدھا سے دوچار ہونا کشمکش اور سنسناہٹ سے دوچار کر دیتا ہے۔

غواصی نے اس مثنوی میں رزم اور بزم دونوں موقعوں کی اچھی عکاسی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسکو رزمیہ اور بزمیہ شاعری میں مہارت اور کمال حاصل ہے نصرتی نے اپنے اس کمال فن کے اظہار کے لئے گلشن عشق اور علی نامہ سے کام لیا تھا۔ تو غواصی نے اس ایک مثنوی میں ہی اپنے یہ جوہر دکھا دیئے ہیں۔

غواصی کے یہاں باغ اور بیابان دونوں مناظر کی تصویریں ملتی ہیں باغ کا منظر پڑھتے وقت سحر البیان کے شاہانہ باغ کا منظر یاد آجاتا ہے۔ غواصی کے باغ میں کاغذ کے پھول نہیں کھلے۔ بلکہ حیدرآباد دکن جو اس زمانے میں "باغ نگر" تھا اس کی عکاسی ملتی ہے۔

اس باغ کے پھول پتے اور پھل اور ان میں چہکنے والے پرندے سب مقامی ہیں

سیف الملوک و بدیع الجمال میں دکنی تہذیب کی بھی اسی طرح تصویر کشی کی گئی ہے جس طرح دکنی کی دیگر مثنویوں میں کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فارسی قصوں کو اردو مثنوی میں دکنی تہذیب سے ہم آہنگ کر دیا گیا۔ دکنی کی مثنویاں اپنے عہد کی تہذیب اور معاشرت کی منظوم تاریخ ہیں۔

سیف الملوک میں شاعر نے نادر تشبیہوں اور اچھوتی ترکیبوں کا استعمال کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ مہپال اور دریائے قلزم کے بادشاہ کی لڑائی کے منظر میں اس نے نئی اور اچھوتی تشبیہیں استعمال کی ہیں

جو دریا لہو ہو ابلنے لگیا گگن اسپو کشتی ہو چلنے لگیا

سراں تیرتے لہو کے سمدور تے جو دستے اتھے بڑبڑے دور تے

دھڑاں سب نپٹ سوج کے لوٹ مار تھے ڈبتے نکلتے نہنگاں کے سار

غواصی نے گولکنڈہ کے دیگر شاعروں کی طرح فارسی اسلوب کو آگے بڑھایا ہے اسکی بحر بھی فعولن فعولن فعولن فعول (بحر متقارب) سے لیا گیا ہے جو فارسی مثنویوں کی مقبول بحر ہے ساتھ ہی دکنی زبان کی نمایاں خصوصیات بھی اس مثنوی میں بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ مثلاً (اں) سے جمع بنانے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جیسے مدجاں، تشبیہاں، جیلاں دلاں، وزیراں، شرطاں وغیرہ۔

غواصی نے تذکیر و تانیث کا بھی زیادہ خیال نہیں کیا ایک ہی اسم کو مذکر بھی باندھتا ہے اور کبھی مونث۔ مثلاً

میرا حبیب بلبل ہو بولن لگیا تپچے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میری حبیب عجب کھرگ ہے آبدار سدا تیز پانی دہرے بے شمار

ایسا نہیں ہے کہ اسنے صرف فارسی اور عربی کے الفاظ سے اپنے اسلوب کو سنوارا ہے بلکہ سنسکرت کے بھی سہل اور عام فہم الفاظ کو سیف الملوک و بدیع الجمال میں جگہ دی ہے نمونے کے

طور پر یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ببیس، آنند، سیس، اُتم، دیوابتی، سکھ، بھوگنی کارن وغیرہ ۔ غواصی کی تینوں مثنویوں میں سیف الملوک کو زبان و بیان اور فن کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔

'مینا ستونتی' کو غواصی کی پہلی مثنوی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اس مثنوی میں شاعر کے لہجہ میں انکسار ہے اپنے آپ کو کم علم اور کم فہم سمجھتا ہے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے

غواصی کمینے پو کرنا نظر   دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر

میناستونتی کا قصہ اودھی میں منظوم چنداین سے ماخوذ ہے جو بہت مقبول قصہ رہا ہے میاں سادھن نے اسے 'میناست' کے نام سے لکھا ہے بنگال میں دولت قاضی نے ستی مینا لور چندرانی کے نام سے اور فارسی میں حمیدی نے 'عصمت نامہ' کے نام سے لکھا ہے غواصی نے اپنی مثنوی کو فارسی سے ماخوذ بتایا ہے لیکن یہ مثنوی بھی اپنے اندر ایک انفرادی شان اور اپیج رکھتی ہے۔

رسالہ اتھا فارسی یو اول   کیا نظم دکنی ستے بے بدل

اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے اس میں ہندوستانی عورت کی عظمت، وفاداری اور عفت مآبی کی عکاسی کی گئی ہے۔ قصہ کا ربط و تسلسل مثنوی کی شان ہے حالانکہ درمیان میں کچھ اور قصے آتے ہیں جنہیں دوتی سناتی ہے یا مینا لیکن یہ قصے مثنوی میں جذب ہو گئے ہیں انہیں علحدہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مثنوی کی دلچسپی کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا ہے

اس مثنوی کے دو اہم کردار ہیں اور دونوں ہی عورت کے ہیں مینا عفت اور وفا کی نمائندہ ہے تو دوتی مکر، فریب اور حرص و ہوا کی صورت ہے مینا کی ثابت قدمی دوتی کے مکر کو چلنے نہیں دیتی۔ آخر خیر کی فتح ہوتی ہے اور شر کو سزا ملتی ہے۔ دوتی اور مینا کے جاندار مکالمے اس مثنوی کی جان ہیں۔

مثنوی تشبیہہ، استعارے، ضرب الامثال کہاوتیں روزمرہ اور محاورے کا خزانہ ہے۔ اس زمانے کی عورتوں کی زبان ان کے اندازِ فکر اور طرزِ زندگی کے مطالعہ میں میناستونتی سے بڑی مدد ملتی ہے اس قصہ میں سادگی اور واقعہ نگاری پر زور دیا گیا ہے۔

طوطی نامہ سیف الملوک کے چودہ سال بعد یعنی ۹ ۴ ۰ ۱ ھ م ۱۲۳۹ء میں لکھا گیا ہے

برس یک ہزار ہور چالیس پر نو ہوئے تھے یو موتیاں پرو یا ہوں میں
اس کا قصہ ضیاء الدین نخشبی کے طوطی نامہ (فارسی) سے ماخوذ ہے۔

ہوئے حضرت نخشبی مج مدد۔ دیا ہیں اسے تو رواج اس سنگ

ضیاء الدین نخشبی کا طوطی نامہ خود بھی سنسکرت تصنیف شک سپتا کا فارسی ترجمہ ہے جس میں طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں ہیں نخشبی نے باون کہانیاں لی ہیں اور غواصی نے پینتالیس کہانیاں رد و بدل کے ساتھ طوطی نامہ میں نظم کی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد حیدر بخش حیدری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۶ھ میں طوطی نامہ طوطا کہانی کے نام سے اردو میں لکھا ہے۔

طوطی نامہ میں غواصی کی زبان سیف الملوک کے مقابلہ میں فارسی سے زیادہ متاثر ہوگئی ہے جدید فارسی الفاظ، محاورے اور نے کا استعمال بھی اس مثنوی میں ملتا ہے سیف الملوک میں غواصی نے جزئیات نگاری کے جوہر دکھائے تھے اس مثنوی میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ لفظوں کی تراش خراش بیان کی تیزی اور زبان کی سادگی غواصی کی اس مثنوی میں سابقہ دونوں مثنویوں سے کہیں زیادہ ہے۔ زبان و بیان کی پختگی کے اعتبار سے یہ مثنوی سب سے آگے ہے اس کا خود شاعر کو بھی احساس ہے کہتا ہے۔

کھیا اے سخن سنج صاحب تمیز بچن کے سو ہے سر کا تاج عزیز
تری طبع پر صد ہزار مرحبا سچا تو ہے منظور اہل صفا

اس وقت تک غواصی کی شہرت دکن سے نکل کر شمال پہنچ چکی تھی چنانچہ میر حسن اپنے تذکرے میں غواصی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں
"غواصی تخلص، در وقت جہانگیر بادشاہ بود۔ طوطی نامہ نخشبی را نظم نمودہ است بہ زبان قدیم نصفے فارسی نصفے ہندی بطور ریکتہ کہانی سرسری دیدہ بودم شعر آں نظم یاد نیست"

ماہ پیکر: ماہ پیکر عبداللہ قطب شاہ کے دورِ حکومت کی ایک اہم مثنوی ہے اس کے

شاعر احمد جنیدی کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ ایک عرصہ تک اسکے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ حکیم شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں اس کا نام شیخ احمد بتلایا ہے (صفحہ ۷۰) اور نصیر الدین ہاشمی نے "ماہ پیکر" کے شاعر کا نام صرف "احمد" لکھا ہے (دکن میں اردو صفحہ ۱۲۴) اردو شہ پارے میں ڈاکٹر زور نے علی اکبر جنیدی کو ماہ پیکر کا شاعر بتایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے مارچ ۱۹۸۲ء میں ماہ پیکر مرتب کر کے شائع کی ہے۔ اور داخلی شہادتوں سے ماہ پیکر کے مصنف کا نام احمد جنیدی ثابت کیا ہے۔ ان اشعار کے حوالے بھی دیئے ہیں جن میں شاعر نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں حمد کے آخری شعر میں بھی شاعر نے اپنے نام کا اسطرح اظہار کیا ہے۔ ؎

کر احمد جنیدی پہ کریوں کرم رہوے نا لوں زباں پر محمد حرم

اسی طرح تقریباً ہر باب کے آخری شعر میں اس نے اپنے نام کا اظہار کیا ہے۔
مثنوی ماہ پیکر کے آخر میں شاعر نے "مناجات احمد جنیدی و خاتم کتاب" میں شجرہ بیعت دیا ہے، جس کی روشنی میں سیدہ جعفر نے احمد جنیدی کو مہدوی فرقہ کا پیرو قرار دیا ہے۔
مثنوی کے آخر میں احمد جنیدی نے اپنی مثنوی کے سنہ تصنیف اور مہینے کی نشاندہی کی ہے

ہتی کی سو ہجر کا یو تھا قرار چہار سال تین بیس پر یک ہزار
کر تاریخ دسویں محرم الحق ہوا ختم یو نظم جبل سبقی

اس لحاظ سے مثنوی ماہ پیکر دسویں محرم ۱۰۶۴ھ کو مکمل ہوئی ہے۔
مثنوی ماہ پیکر مفعول بحر فعولن فعولن فعولن فع میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جسے شاعر نے اپنے دوستوں کی فرمائش پر نظم کیا ہے۔
احمد جنیدی نے ایک عرصہ تک شاعری ترک کر دی تھی اور پھر جب مثنوی لکھنے آمادہ ہوا۔ تو اسے یہ اندیشہ بھی لاحق ہوا کہ کہیں کوئی چوک نہ رہ جائے اسے اس بارے میں بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کلام "پختہ" ہے یا "خام" اس لئے اپنے قاری

سے درخواست کرتا ہے کہ

اگر چوک پاویں گے اس میں ذرا کر دراست تم خوب اسکوں پھرا
نپٹ عیب اُس کا سو مجھ پر دھرد اگر عیب اچھے گا عفو سب کرو
نہ جانے کہ پختہ کی یا خام ہے کرنا کام ہے یا بے کام ہے

اس مثنوی کا ہیرو' پیکر ہے اور ہیروئن کا نام 'ماہ' ہے اسی مناسبت سے جنیدی نے اس مثنوی کا نام "ماہ پیکر" رکھا ہے۔

رکھیا ماہ پیکر سو اس ایک نام الٰہی توں کر اس نظم کو تمام

دو ہزار سات سو بیتیں شعر کی اس مثنوی کا قصہ اکہرا ہے قصے سے پہلے مثنوی کی عام روایت کے مطابق حمد اور نعت بھی شامل ہیں نعت ہی کے سلسلے میں مناقب خلفائے راشدین بیان ہوئے ہیں پھر سبب تالیف اور دعا کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے حسن میمندی محمود غزنوی کا وزیر ہے۔ بادشاہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے اسے دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہیں۔ مگر اولاد سے محروم ہے۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکی عطا کی جس کا نام 'ماہ' رکھا۔ اسی ملک میں ایک بڑا دولت مند تاجر رہتا تھا جس کی کوئی اولاد نہیں تھی بڑی آرزوں اور تمناؤں کے بعد ایک لڑکا "پیکر" پیدا ہوا۔ ماہ اور پیکر ایک مکتب میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو انکے عشق کا چرچا ماں باپ تک پہنچا اور ماہ کا مکتب جانا موقوف ہوا۔ پیکر ایک مکارن کلیلالہ سے جو مالن تھی ماہ تک اپنے دل کا حال پہنچانے میں مدد لیتا ہے۔ دونوں کلیلالہ کی مدد سے ایک باغ میں ملتے ہیں۔ جہاں وہ نماز اور قرآن شریف پڑھتے ہیں ایک رات محمود غزنوی کوتوال کے بھیس میں گشت پر نکلا تو دیکھا کہ پیکر باغ کے کنگرے پر کمند ڈال کر چڑھ رہا ہے۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا اور مار پیٹ کے بعد اس کے باپ عبداللہ کے گھر لے گیا۔ عبداللہ نے سمجھا کہ اس کا بیٹا چوری کے الزام میں گرفتار ہوا ہے تو بہت شرمندہ ہوا اور ضمانت دینے سے انکار کر دیا کوتوال پیکر کو لے کر آگے بڑھا راستہ میں پیکر کے دوست ملک زادہ کا گھر ملا۔ پیکر نے ملک زادہ سے تمام حال کہہ سنایا۔ ملک زادہ نے ضمانت دے کر اسے چھڑا لیا۔ اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ پیکر نے تمام قصہ ملک زادہ سے کہہ سنایا کوتوال ملک زادے کے ملازموں

کے بھیس میں چھپ کر بیٹھا یہ سارا ماجرا سن رہا تھا پیکر نے کہا، ماہ باغ میں اس کا انتظار کر رہی ہوگی تاکہ آج کے پندرہ پارے پڑھے جاسکیں اور دونوں مل کر قرآن شریف ختم کرسکیں ملک زادہ نے اجازت دی تو کوتوال بھی آنکھ بچاکر ساتھ ہولیا تاکہ پیکر کی آزمائش کرسکے کوتوال ان دونوں کی محبت اور پارسائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صبح کے قریب پیکر نے ماہ سے رخصت چاہی اور بتایا کہ اب اسے سولی پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ غش کھاکر گر پڑی۔ صبح جب شہر میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ ایک چور کو دار پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ سیاہ لباس پہن کر سپاہی کے بھیس میں اس جگہ پہنچی۔ کوتوال کے بھیس میں غزنوی نے چوری چوری ساری باتیں سن لی تھیں اسے معلوم تھا کہ سیاہ لباس میں کون ہے اس نے پیکر کو سولی پر چڑھانے کے بجائے دونوں کی شادی کردی۔

مثنوی ماہ پیکر ادبی سماجی اور تہذیبی اہمیت کی حامل ہے اس مثنوی کا قصہ بھی عام مثنویوں کی طرح شروع ہوتا ہے لیکن شاعر نے قصہ کی تشکیل میں تذبذب اور تجسس کی فضا پیدا کرکے قصہ کو دلچسپ بنا دیا ہے ایک عشقیہ مثنوی ہونے کے باوجود اس کا ماحول مذہبی ہے منظر کشی جذبات نگاری اور جزئیات کی پیش کشی میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ پیکر کے فراق میں ماہ کی بے قراری کے اظہار کے لئے احمد جنیدی نے پورا ایک باب قائم کیا ہے۔ شاعر کی منظر نگاری کا کمال، باغ کی آرائش زیب وزینت کے بیان میں نظر آتا ہے منظر نگاری ہوکہ جذبات نگاری، شاعر نے جزئیات پر پوری توجہ کی ہے۔ جس کی وجہ سے مثنوی طویل معلوم ہوتی ہے لیکن جزئیات کی تفصیل اور تہذیبی عناصر قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں احمد جنیدی نے بہت سارے پھل اور پھولوں کے ایسے نام گنوائے ہیں۔ جن سے دکن کی بو باس آتی ہے جیسے سرو انار انجیر جامن آم ا انجرورٹ نارنگی بادام بنفشہ پھولوں میں لالہ سوسن سمن چنبلی چنپا بٹ موگرا سیونتی دونا کنول سنبل نرگس، جوئی (جوہی) وغیرہ۔ احمد جنیدی نے دکنی تہذیب کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی پر خاص توجہ صرف کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کا مقصدِ اولین یہی تھا کہ وہ اپنے دور کے شادی بیاہ کے رسم ورواج زیورات، لباس، سجاوٹ وآرائش آؤبھگت، خاطر تواضع جشن اور رقص وموسیقی، فرش وفرنیچر مختصر یہ کہ مکانوں اور محلوں کی سجاوٹ کو قلمبند کرلے ماہ اور پیکر

کے شادی کی رسومات کے آغاز سے لے کر بیز بانی تک تہذیب و معاشرت کے رنگا رنگ مرقعے نظر آتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اپنی مرتبہ مثنوی کے مقدمہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں۔

" احمد جنیدی کی مثنوی 'ماہ پیکر' عہد گزشتہ کے تہذیبی مظاہر کی ایک اہم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاعر کے وسیع مطالعہ اور اس کے ثقافتی شعور نے اس مثنوی میں ایک مٹی ہوئی تہذیب کے نقوش کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

اگر ہم قطب شاہی تمدن کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو اس عہد گزشتہ کے تمدنی عناصر اور ثقافتی میلانات کا پر تو ہمیں احمد جنیدی کی ماہ پیکر میں نظر آسکتا ہے " (ص۲۸)

دکنی مثنویوں میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے ملتے ہیں ماہ پیکر میں اس کی کمی کھٹکتی ہے ماہ کی خوب صورتی کی ہلکی سے تصویر کشی کی گئی ہے سراپے میں تشبیہات کے استعمال سے بہت کام لیا جاتا ہے گردن اور انگلیوں کی تعریف ملاحظہ ہو جس میں ایک اچھوتا انداز ہے

کہ گردن صراحی کے یا نور ہے　　کہ صافی میں بلور یا حور ہے

کہ انگلیاں بیر ٹیاں پان کی تر پھلیاں　　کہ یا ہے تو پھلیاں جو نازک پھلیاں

اسی طرح سیاہ لباس زیب تن کرنے اور سیہ گھوڑے پر ماہ کے سوار ہو کر جانے کی بھی تصویر کشی ہے زیادہ پر اثر نہیں ہے۔

مثنوی کے آغاز میں جنیدی نے شاعری ترک کر دینے اور مشق سخن چھوڑ دینے کا اظہار کیا تھا لیکن مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشق سخن ترک کرنے کے باوجود اسکو فن پر کمال حاصل تھا زبان کی صفائی اور بیان کی روانی بے مثال ہے تشبیہات سے زیادہ استعاروں سے کام لیا ہے جس سے معنی آفرینی اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

کہ نازک ہے اوبر بھنوئی مثال　　کری کیوں اپن تن کوں ماٹی کا حال

نرم ہے خفیاں ردی کے مانند وجود　　پڑی کیوں نے پیاری اپیں کھول سود

دو امیں شمع ہو کر نس دن جلوں　　ہوا میں اگن نیہ میں ساری گلوں

بھتر کا او لے تجھے سو چپناں میں یوں　　نزاکت میں محبوب زلفاں کے جیوں

تشبیہات اور استعارات میں جہاں اسلامی عوامل سے کام لیا ہے وہیں ہندوستانی عناصر سے مدد لے کر ہندوستانی تہذیب کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

کہ یا زلف ناگن کو نڈل گھال کر | کہ بیٹھے ہے جوں جھاڑ گل لالہ پر
کہ پتلیاں کی ہے رادت اس کے سیاں | کہ سو کھے کناری لے بیٹھے ہے واں
کہ یا ماہ موسیٰ عصا ناگ تیوں | پٹیاں پھن پسار کر کریاں چھایاں جوں

احمد جنیدی نے محاوروں ضرب الامثال اور روزمرہ کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے جس سے روانیٔ بیاں میں تیزی آگئی ہے۔

مان دینا۔ غم کھاتا آس پکڑنا۔ انسوں سٹنا۔ تشریف دینا۔ صبوری پکڑنا باٹ دیکھنا۔ عقل کھونا۔ سینا کوٹ لینا، جیو نثار کرنا۔ ہنڈی لینا۔ کلیجہ کاڑنا چرن دھرنا۔ ضامن لینا، ڈھو سازنا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے اس مثنوی کی فضا پر اسلامی رنگ چھایا ہوا ہے غالباً یہ پہلی عشقیہ مثنوی ہے جس میں تقدس اور تقویٰ کی فضا ملتی ہے۔ حالانکہ اس کا قصہ مذہبی نہیں بلکہ ایک طبع زاد قصہ ہے۔ دوسرے عشقیہ قصوں میں ہوا و ہوس کا عنصر بھی ہوتا ہے لیکن مذہبی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاعر نے موقع موقع سے احادیث آیات اور تلمیحات سے استفادہ کیا ہے ماہ اور پیکر فراق کے بعد ملتے ہیں تو فراق کی گھڑیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے

تیرے موں کی قبلہ سوں منج کام تھا | تیرا یاد منج کوں دسوں احرام تھا
ورد ہور اوراد تسبیح مدام | تیری تانو کی منجہ اتھی صبح و شام

شاعر نے آیات و احادیث کا جس طرح برمحل استعمال کیا ہے اس سے شاعر کے علمی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ ہوں دو شعر

قراں میں سو آیت ہوا اس کوں حل | اطیعوا اللہ آیت سو آئی نکل
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول | و اولی الامر منکم، بعد رسول
توں ہو مہرباں منجہ اوپر اے سو حیاں | ھل جزاء الاحسان الا الاحسان
خدا کی سو فرقاں میں آسیا | البشارت کی آیات دکھلائیا

یہ مثنوی لسانی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس میں سنسکرت تتسم اور تدبھو الفاظ کا استعمال ملتا ہے برج پنجابی اور مرہٹی کے اثرات بھی دیگر دکنی مثنویوں کی طرح اس مثنوی میں بھی ملتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اس مثنوی کے مقدمے میں اس کا صوتی تجزیہ بھی کیا ہے

دکنی بلکہ اردو کی اکثر مثنویوں میں مافوق الفطرت عناصر سے دلچسپی اور حیرت کی فضا قائم کی جاتی ہے۔ ماہ پیکر میں نہ تو جن ملتے ہیں نہ پریاں نہ دیو نہ سحر نہ جادو اور نہ ہی ہیرو کی غیر معمولی طاقت اور غیر معمولی حرکتیں اس کے باوجود مثنوی کی دلکشی میں فرق نہیں آنے پاتا یہ مثنوی اس اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے

بقول سیدہ جعفر " احمد جنیدی کے اس شعری کارنامے کی ادبی، لسانی تاریخی اور ثقافتی اہمیت مسلمہ ہے"

پھول بن: شیخ محمد مظہر الدین شیخ فخر الدین ابن نشاطی دراصل ایک اچھا انشا پرداز تھا۔ پھول بن میں شاعر نے خود اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس نے شاعری میں بھی جان بوجھ کر اپنا کمال دکھایا ہے۔

اہے انشا پو میرا میل دایم　　طبیعت کوں میری ہے حظ ملایم
سمجھ پر کس کوں سیر الطبع ہونا　　نکر میں ایک دکھایا ہوں نمونہ

پھول بن فارسی کی ایک حکایت بساتین الانس کا ترجمہ ہے۔

بچپن کے باغ کی لے باغبانی　　بساتین کی کئی سو ترجمانی

یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء ہے۔ اس میں بھی روح کی تبدیلی کی مثالیں ملتی ہیں اس میں ایک قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے کا بیان کیا گیا ہے جسے ایک زاہد کی بیٹی سے محبت ہو جاتی ہے زاہد کو یہ بات بہت ناگوار گذرتی ہے وہ رنجیدہ ہوکر بد دعا دیتا ہے کہ دونوں کی صورت بدل جائے دعا قبول ہوئی تو عاشق بلبل اور محبوبہ گل بن جاتی ہے آخر میں کشمیر کے بادشاہ کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ اسم اعظم کی انگوٹھی کی مدد سے انہیں اصلی حالت پر لے آتا ہے۔

گل و بلبل کو شہ انگے منگا یا دونوں پر سول انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں جیوں تھے اول اد ہوے پھر آدمیاں کی شکل سوں اد

پھولبن کی ایک اور حکایت میں بھی تبدیلیٔ جسم کا ذکر ملتا ہے ایک بادشاہ کو جوگیوں سے بہت عقیدت تھی ایک جوگی نے اسے نقلِ روح کیلئے ایک منتر سکھا دیا۔ جس کے زور سے بادشاہ ہرن کا روپ دھار لیتا ہے وزیر نے بھی بادشاہ سے یہ منتر سیکھ لیا تھا اس نے موقع پاکر منتر پڑھا اور بادشاہ کے روح سے خالی جسم میں داخل ہوکر بادشاہ بن گیا۔ ادھر ہرن طوطی بن جاتا ہے اور اڑ کے اڈتے محل میں آکر رانی کو بتلاتا ہے کہ وہی اصلی بادشاہ ہے۔ وزیر جو بادشاہ کے روپ میں راج کر رہا تھا اسے ملکہ نے اکسایا کر وہ اپنے ہنر کا اظہار کرے اور اس قمری کا روپ اختیار کرلے جسے ملکہ نے پیش کیا ہے۔ وزیر نے دیکھا نہ تاؤ جھٹ قمری کے روپ میں آگیا اور ادھر طوطا جو دراصل بادشاہ تھا اپنے جسم میں داخل ہوگیا۔ جسم بدلنے کے قصے دکنی مثنویوں میں دوچار جگہ اور آئے ہیں اس کا سلسلہ کدم راؤ پدم راؤ سے شروع ہوتا ہے نواصی کے طوطی نامے میں بھی روح کی منتقلی کا ذکر آتا ہے

پھولبن میں قصہ در قصہ مثنوی آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں تین قصے اصلی ہیں اور باقی ذیلی کہانیاں ہیں یہ زیادہ طویل مثنوی نہیں ۱۷۴۴ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے (بحر ہزج مسدس محذوف الآخر) یہ ایک اچھی مثنوی ہے جو درباری سرپرستی سے دور رہ کر لکھی گئی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت رواں دواں ہے اور بحر پرترنم۔ شاعر نے چونکہ اپنے کمالِ فن کے اظہار کیلئے مثنوی لکھی تھی اس لئے اس مثنوی میں تمام ادبی خوبیوں کو بھی سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس مثنوی میں جہاں مناظر قدرت کا ذکر ہے وہاں اسنے بالالتزام ان کی جاندار تصویر کشی کی ہے۔

باغ کے منظر سے چند شعر پڑھیں تو اس کا اندازہ ہوسکتا ہے

اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار بندے پھل ڈالی کے مرغاں ہنڈولے
کلیاں لالے کی سرے کیاں نشانیاں دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دکھا پکر جوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات
اسی طرح جنگل چاندنی رات اور طلوع آفتاب وغیرہ کے مناظر بھی پیش کیے ہیں۔ خوشی اور غم حیرت اور حسرت کی بھی قلمی تصویریں کھینچ دی ہیں جس سے شاعر کی باریک بینی گہرے مشاہدے اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلبل کی بیقراری کا حال دیکھئے :

اگر اچھتا تو بارے کا ہراتن — میں اڑ کر یاں تے لے جاتا کر ہرفن
کہاں وہ پاؤں جو میں اس تلک جاؤں — وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں

زاہد کی بیٹی کے حسن اور سراپے کو سوداگر کے بیٹے کی زبانی بیان کیا ہے سراپا ہے داستانوں کا ایک لازمی سا جز ہے اس سے اس عہد کے معیار حسن کا اندازہ بھی ہوسکتا

چتر، چنچل، سرگ، کمل، سہانی — نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الک کوں اسکے سر کاں — سرک میں دل کشائی کے اثر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کو — وو کالی ہے نور محراباں کے اوپر
چندر آدھا کہوں کر میں پشانی — چندر آدھا نہیں ویسا نورانی

سراپا نگاری میں ابن نشاطی نے پلک "نین" آنکھوں کے سرخ ڈورے، ناک رخسار ہونٹ دانت ٹھوڑی کمر، قد اور ہنس کی سی چال تک تعریف کی ہے۔ منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں شاعر نے نادر تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مرقع نگاری میں پھول بن کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مثنویوں اور داستانوں کی مقبولیت کا اہم عنصر یہ بے ساختہ مرقعے بھی ہیں۔

ابن نشاطی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ اسے عوامی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ تاہم وہ شاہی اور عوامی ماحول کی کامیاب ترجمانی کرتا نظر آتا ہے جہاں سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچا ہے تو قطب شاہی محلات کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ جزئیات پر اس کی نظر بڑی گہری ہے شکار گاہ کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کی ایک ایک چیز پھل پھول پتے آسمان زمیں دھوپ چھاؤں چرند پرند، درند کی تفصیل بتاتا چلا جاتا ہے۔ جانوروں میں سیہ گوش ہاتھی چیتے ہرن چیتل

کہتے پرندوں میں باز بحری شکریاں شاہین ذکر اشعار میں اس طرح آیا ہے کہ کہیں تکلف یا تصنع کا احساس نہیں ہوتا۔

ابن نشاطی نے اس عشقیہ مثنوی کو صرف تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس میں اس نے پند و حکمت جہانبانی اور جہانداری کی بھی تعلیم دی ہے دانہ کی لالچ میں جب بلبل جال میں پھنس جاتا ہے تو "طمع داری" کی مذمت میں مسلسل کئی شعر لکھ دیئے ہیں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ کئی شعر آگئے ہیں مثلاً

جو کچھ کرتا سوچ کر تا نہیں ہور ہے بات اس کے ہماری تات کی ڈور
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ نمک کھا کر نمکدان کوں سٹیا پھوڑ

پند و نصیحت کی تلخی کو دور کرنے کے لئے وہ ضرب الامثال کہاوتوں اور محاوروں کے برمحل استعمال سے شکر گھول دیتا ہے

کھے ہیں جیو تے پیارا ہے شرم خدا سب کا رکھن ہارا ہے شرم
شکر بن کھائے نیں ہوتا مٹھا کام نہیں پڑتا ہے پیچ بے مشورت کام

تشبیہ اور استعاروں کی ابن نشاطی کے پاس کمی نہیں۔ بنیادی طور پر چونکہ وہ ایک انشاء پرداز تھا اس لئے تشبیہ کے انتخاب اور استعمال میں اس کا قلم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے چوا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
دسے یاد ن کلی ما ہو کو لا لا دسیا اس میں لگے تیئوں مشک کالا

پھولبن کی زبان سادہ اور سلیس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عہد عبداللہ قطب شاہ میں لکھی جانے والی تمام مثنویوں میں پھولبن سب سے زیادہ سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اس کی دو وجہ بات ہوسکتی ہیں ایک تو اس عہد تک دکنی زبان نکھر چکی تھی دوسرے ابن نشاطی خود بھی بڑا عالم فاضل تھا اسے اپنی قادر الکلامی کا احساس تھا لکھتا ہے

زبانہ نا سمجھ کر قدر ہیرا بچھایا ہے دلی سوں صدر ہیرا

تین مہینے کے عرصہ میں جب اس نے یہ مثنوی ختم کی تو اسے اندازہ ہوا کہ کوئی

اس کا قدرداں نہیں۔ تب وہ شعر و ادب کے جوہریوں یعنی قطب شاہی دور کے بلند پایہ شاعر شیخ احمد گجراتی، حسن شوقی، فیروز اور ملا خیالی کو یاد کرتا ہے کہ اگر وہ ہوتے تو میرے کلام کی داد دیتے۔

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد   کر دیتا شاعری کا کچھ مری داد

اس مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی اور عربی ادبیات اور فن بلاغت و عروض میں کمال حاصل تھا اس نے اپنی فارسی دانی پر ناز حاصل کیا ہے ؎

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج   نہ کرسے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج

یہی وجہہ ہے کہ پھولبن میں فارسی کا اثر نمایاں ہے۔

گلشن عشق: نصرتی بیجاپور کا عظیم شاعر تھا۔ اس نے تین اہم مثنویاں گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ اسکندری لکھیں۔ نصرتی نے اپنے حالات زندگی پر اپنی تصانیف میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی کے کسی اور شاعر نے اپنی سوانح کی طرف اس قدر توجہ نہیں کی ورنہ دکنی ادب کی تاریخ کے بہت سے گوشے اور شعرا کے سوانح تشنہ اور نامکمل نہ رہتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کے والد "سلحدار جمع رکاب" تھے اور بادشاہ کے بہت وفادار ملازم تھے۔ انہوں نے نصرتی کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی ہمیشہ نصرتی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ منتخب اساتذہ کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اللہ نے ذہن رسا دیا تھا بہت جلد علوم و فنون پر اس نے عبور حاصل کر لیا۔

کچ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور   کیا کر کتاباں پہ اکثر عبور

اپنے والد کے ساتھ دربار میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا اس کی قدر افزائی نے نصرتی کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مرا شہ جو تج ایسے جوہری   ادشہزادگی میں اتھا مشتری

مری طبع کے کھن کو قابل پچھان   نہ کوئی کھن ہے کر اس مقابل پچھان

دھرن ہار اکثر اثر مہر کی — رکھیا مجھ طرف منت نظر مہر کی

روضۃ الاولیاء بیجاپور میں محمد ابراہیم بیجاپوری نے لکھا ہے کہ نصرتی کے بھائی شیخ منور صوفی منش انسان تھے اور علم تصوف میں کامل تھے۔ دوسرے بھائی شیخ عبدالرحمٰن فن سپاہ میں ماہر تھے اس طرح نصرتی ایک معزز گھرانے کا فرد تھا اسکی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا۔ گلشن عشق کے مقدمہ میں پروفیسر سید محمد صاحب نے گلشن عشق کے ایک قدیم قلمی نسخے کے حوالے سے قطعہ تاریخِ وفات لکھی ہے جس سے سنہ ۱۰۸۹ھ نکلتا ہے۔ (گلشن عشق سلسلہ یوسفیہ صفحہ ۷)

ضرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ — جا کے جنت کے گھر میں خوش ہو رہے
سال تاریخ آملایک نے — یوں کہے "نصرتی شہیدا" ہے

نصرتی کی قبر تکیہ باغ بیجاپور میں ہے۔

نصرتی کو مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی کمال حاصل تھا اس نے غزلیں قصائد اور رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

'گلشن عشق' نصرتی کی پہلی مثنوی ہے یہ ۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء میں لکھی گئی ہے یہ طبعزاد مثنوی نہیں بلکہ اس سے پہلے یہی قصہ شیخ منجھن نے ہندی میں 'مدھو مالتی' کے نام سے لکھا ہے اسی قصے کو گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۶۵۴ء میں عاقل خاں رازی عالمگیری نے مثنوی 'مہر و ماہ' کے نام قلمبند کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی کا قصہ اس زمانے میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔ نصرتی نے اس قصہ میں چندر سین اور چمپاوتی کے قصہ کا اضافہ کرکے اپنی مثنوی لکھی۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے جس میں قدیم داستانوں کے تمام لوازم سے استفادہ کیا گیا ہے کنک گیر کے راجہ بکرم کے اولاد نہیں تھی۔ ایک بزرگ کا دیا ہوا پھل کھانے سے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خوبصورت بیٹا منوہر پیدا ہوا۔ نجومیوں کی پیشین گوئی کے مطابق چودہ برس کی عمر میں اسے ایک مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ چاندنی رات میں چاندنی پر سو رہا تھا اتنے میں سات پریوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہر ایک نے کہا ایسا حسن ہم نے کہیں نہیں دیکھا اور اسکا جوڑ ملنا مشکل ہے ایک پری نے بتلایا کہ مہارس نگر کی شہزادی مدمالتی ہی اس کا جوڑ ہوسکتی ہے

سا گوتو پریاں شہزادے کا تخت اڑا کر مہارس نگر لے گئیں اور شہزادی کے پلنگ کے پاس رکھ دیا۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہوگئے اور انگوٹھیاں بدل لیں۔ جب وہ دونوں سوگئے تو پریوں نے شہزادے کا تخت پھر سے کنک گیر پہنچا دیا۔ شہزادہ بیدار ہوا تو مدمالتی کی فراق میں مضطرب ہوگیا آخر مصیبتیں اٹھاتا دکھ جھیلتا مدمالتی تک جا پہنچا۔ مدمالتی کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے غصہ میں مدمالتی کو جادو کا پانی چھڑک کر طوطی بنا دیا۔ یہ طوطی راجہ چندرسین کے ہاتھ لگی۔ طوطی نے اسے سارا حال سنایا طوطی کو لے کر چندرسین مہارس نگر پہنچا طوطی کا جادو اتارا اور اس کی شادی کنک گر کے شہزادے منوہر سے ہوگئی۔ چندرسین کی شادی چلپا وتی سے ہوگئی جو مدمالتی کی سہیلی تھی۔

اس مثنوی میں نصرتی ایک باکمال شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے مناظر قدرت کی تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے۔ چاندنی رات کا منظر طوفان کی حالت، شام کی کیفیت، برف کے تھاٹ، شب ظلمات اور گرمی کا موسم وغیرہ ان کے علاوہ باغوں کے مناظر خوبی سے دکھاتے ہیں۔

نصرتی نے پہلی بار مثنوی میں برف باری اور کڑاکے کی سردی کا حال پیش کیا ہے

کنکر یخ سہل تکر ہوتا نے دسیں	تھیں جو یگ سیوں سو نف وائے دسیں
ادک تے کی سردی کا آزار ہو	نہالاں اتھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو
نہ سکتی تے ہو کونپلی سر فراز	نہ ٹک ہو سکے بیل کا ہت دراز
چھپیاں کلیاں اوڑ لوڑی لحاف	ہوا تھا سو اس پر بی یخ کا غلاف
اڑتے تو پنکھی تس کدھن پر جھلک	پڑے برف سوں پڑ ہو گولا اٹک

باغ کی سجاوٹ اور اس کی خوب صورتی کی بات تقریباً ہر ایک اردو مثنوی میں آئی ہے۔ نصرتی نے جو باغ کا منظر کھینچا ہے وہ سب سے زیادہ تفصیلی اور انوکھا ہے۔ انوکھا اس اعتبار سے ہے کہ اس میں شاعر نے کئی قسم کے پھولوں پھلوں اور پرندوں کے نام گنوائے ہیں جو سب کے سب مقامی ہیں اس کے بعد باغ کی تزئین و آرائش نہروں اور حوضوں کا شفاف پانی باغ محل کی خشت کاری گچ چونا مرجان جیسا سرخ و سبز زمرد کی طرح کے جگمگاتے دیئے، دروازوں پر لٹکے ہوئے زرد پردے ان کے

نقش و نگار در و دیوار اور منقش چھت کی تفصیل بڑے ربط و تسلسل اور رنگین پیرائے میں بیان کی گئی ہے۔ باغ محل کا حسن ملاحظہ ہو۔

سہاویں قصوراں ہیں عالی محل — کیا جن پہ خورشید کنچن کا حل
جسے خشت کاری کوں شمسی سونا — جسے گچ گلا وہ چندر کا چونا
جسے سرخ چوبینہ مرجاں کے ناد — جسے قطب نے خوش بلوریں عماد
دلیوے زیب جن پر دل افروز کھن — لگائے سو کندن سوں خوش نوز تن

دکن کے بادشاہوں نے دکن کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا ایک نئی تہذیب کو جنم دیا جو خالص ہندو تھی نہ خالص مسلم۔ یہ ایک مشترکہ تہذیب تھی اس میں صرف ہندو مذہب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر نے مسلم عناصر کو جذب کر لیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بھی تبدیلی آ گئی۔ دکن کے شاعروں نے دکن کی اس ملی جلی تہذیب اور اس تہذیب کے مختلف عوامل کا اپنے فن پاروں میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے نصرتی نے گلشن عشق اور علی نامہ میں خاص طور پر اسی طرف توجہ کی ہے۔ یہاں کے پھل پھول ترکاریاں جانور چرند پرند اور تعلیم و تربیت رسم و رواج مجلسی آداب نیز بانی کے طور طریق مختلف پکوان جیسے بزعفر، تنبولی، خشکا، پلاؤ، کھچڑی، تلیہ، کونیے، لنو (دو پیازہ) کبتھلی، بورانیاں، متھوروے، کھیر اور شکر پارے، سموسے، سوجی کا حلوہ، غلیفی، جلیبیاں، پالودہ، فرنی، چلیپاں، ریوڑیاں، بتاشے، لڈو، ملیدہ، سیویاں، پنیر اور کباب وغیرہ، شادی کی رسموں کے ساتھ زیور کی قسمیں کپڑے اور لباس کی بھی ایک طویل فہرست کو اشعار میں سمو دیا ہے۔ اسی طرح جذبات میں خوشی، غم حیرت، غصہ اور اضطراب کی عکاسی کر بعض نازک اور شدید جذباتی موقعوں پر بڑے ہی مہذب انداز میں بات کہہ جاتا ہے ۔ نصرتی نے گلشن عشق میں عورت کو ایک اچھی بیوی، ایک مدبر ملکہ، چاہنے والی ماں اور بہادر خاتون کے روپ میں پیش کیا ہے۔ بادشاہ جب جھک کر واپس آتا ہے تو خود رانی کھانے کا تھال لا کر کھانا کھلاتی پان دیتی اور پھر دربار عام کا لباس پہنا کر روانہ کرتی ہے۔ بادشاہ جب اداس اور رنجیدہ ہو جاتا ہے تو رانی ہمت دلاتی اور اس کو درویش

کی تلاش میں بھیجتی ہے ۔ نصرتی نے کردار نگاری میں بڑی چابکدستی دکھائی ہے کنور منوہر ایک شہزادہ ہے لیکن بے عمل نہیں خردمند، بردبار بہادر اور موقع شناس ہے راجہ بکرم اللہ سے ڈرتا اور اللہ کے بندوں پر مہربانی اور کرم کرتا ہے عدل و انصاف اس کا شیوہ ہے ۔ چندرسین دوراندیش ہمدرد اور بہادر ہے ۔ سراپا نگاری میں بھی عوامی کمال دکھایا ہے

مثنوی میں سب سے اہم چیز قصہ کا ربط و تسلسل ہے ۔ نصرتی نے گلشن عشق میں اس کا بڑا لحاظ رکھا ہے ایک ایک واقعہ موتی کی لڑی کی طرح جڑا ہوا ہے ۔ اسی ربط و تسلسل کا جادو ہے کہ قصہ کے دوران جب غیر مرئی واقعات پیش آتے ہیں یا جن و پریوں کا ذکر آتا ہے تو قاری کو اچنبھا نہیں ہوتا ۔ ایسے واقعات جزو مثنوی بن کر سما گئے ہیں ۔ تمام مثنوی میں مناظر اور تہذیبی عناصر کی پیش کش میں طوالت کو ملحوظ رکھا ہے اور واقعات کی ترتیب میں اختصار سے کام لے کر قاری کو اکتاہٹ سے بچا لیا ہے ۔ جگہ جگہ تخیل کی کارفرمائی نظر آتی ہے وہ لکھتا ہے

کہیں جب روایت کیا حسب حال   کہیں طبع کے ملے چلیا خوش خیال

رجحی ، عوامی اور مذہبی کی وجہ سے دکنی مثنویوں میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں خاص طور بیجاپور کے شعرا نے فارسی اسلوب و آہنگ سے اپنی مثنویوں کو سجایا ہے یہی کوشش نصرتی نے گلشن عشق میں بھی کی ہے ۔ کہتا ہے :

دگر شعر ہندی کے بعضے ہنر   نکلتے ہیں لیا فارسی مضموں سنور

فصاحت میں گر فارسی خوش کلام   دھرے فخر ہندی پہ مدام

عیں اس دو ہنر کے خلاصیاں کوں پایا   کھیا شعر ایسا دو لونن ملا

دلویں داد سن فارسی شعر دال   جو ہندی سنے بی کہیں دل سوں ہال

ہندی اور فارسی کے امتزاج کی وجہ سے قصہ کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے ۔ ہندی کے نرم اور عام فہم الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سہل اور آسان الفاظ سے مثنوی کی لڑیوں کو گوندھا ہے اکثر اشعار تو ایسے سادہ اور سلیس ہیں کہ ان پر آج کا گمان ہوتا ہے نصرتی نے تشبیہ اور استعاروں کے استعمال اور انتخاب میں بھی اپنی فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں اس نے

تشبیہوں اور استعاروں سے زندگی بھر دی ہے

صفائی سوں چندنی کی چادر دل سخن جھلکتی تھی مجھیں صاف ایرک نمن
بتیسی جو یاقوت بی یاد آئے اناراں کے دانے دکھیت رشک کھائے

شہزادی صد مالتی کی تلاش کے سلسلے میں کوئی ۵ ے ملکوں کے نام گنائے ہیں جس سے نصرتی کی باشعوری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام ممالک سے یقیناً اس زمانے میں بیجاپور کے سیاسی سماجی اور تجارتی تعلقات رہے ہوں گے۔
نصرتی نے خوب صورت تراکیب تشبیہہ استعاروں ضرب الامثال اور کہاوتوں سے بھی کام لیا ہے۔ دکنی کے شاعروں میں ایک بات کا برابر احساس ہوتا ہے کہ وہ مثنوی کے درمیان جہاں بھی موقع ملتا ہے پند و نصیحت اور دانش و حکمت کے مضامین باندھ جاتے ہیں:

بڑے درد میں کا ہے درد اشتیاق ادک مرگ تے کیں تو یچ ہے فراق
کو کرتے رہو شکر پروردگار کہ یک دکھ پھیں دے خوشیاں کئی ہزار

نصرتی کی اس مثنوی کا وزن "فعولن فعولن فعولن فعول" ہے۔ ہر باب کا عنوان بھی ایک شعر ہے یہ نصرتی کی ایک جدت ہے جسے علی نامہ میں بھی اس نے ملحوظ رکھا ہے۔ ہر باب کے پہلے شعر سے سارے باب کی کیفیت اور خبر مل جاتی ہے یہاں بھی نصرتی نے جدت کی ہے۔ گلشن عشق میں شاعر نے رزم اور بزم دونوں کے رنگ ابھارے ہیں

علی نامہ :

نصرتی کی رزمیہ مثنوی علی نامہ ہے جسے اس نے دکن کا شاہ نامہ کہا ہے

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان کہ یو شاہ نامہ دکھن کا ہے جان

یہ مثنوی بھی نصرتی نے علی عادل شاہ کے عہد میں ۱۰۷۵ھ میں لکھی اسی مناسبت سے "علی نامہ" اس کا نام رکھا۔ علی عادل شاہ کا عہد ۱۶۵۷ سے شروع ہوکر ۱۶۷۲ پر ختم ہوتا ہے۔ علی نامہ میں اس عہد کے ابتدائی دس سال کی تاریخ ہے۔ ان دنوں شیواجی کے پیہم حملوں نے بیجاپور کی سیاسی اور معاشی حالت کو تباہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں علی عادل شاہ اور اس کے سپہ سالار خواص خاں کی مرہٹوں کی فوج سے لڑائی اور جنگ و جدل کے مرقع پیش کیے ہیں گلشن عشق کی طرح اس مثنوی کا آغاز حمد، مناجات، نعت اور منقبت سے ہوتا۔

"سببِ نظمِ کتاب" کو علی نامہ کا دیباچہ کہا جاسکتا ہے۔ اس باب میں علی نامہ کی تعریف اور تعارف دونوں شامل ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثنوی صرف رزمیہ ہی نہیں بلکہ بزمیہ بھی ہے

تشبیہ ہے ہر بزمیہ دل نشیں   سر رنگ صدر ہر رزمیہ ہے یقیں

علی عادل شاہ کی مدح کے بعد ملک دکن میں سیواجی کی "فتنہ انگیزی" کی تفصیل دی ہے سیواجی کی سرکوبی کے لیے صلابت خاں کو بھیجا گیا۔ صلابت خاں کے بعد خود بادشاہ میدان جنگ میں اترا اور پنالہ کی فتح ہوئی۔ جس کی ایک قطعہ میں تاریخ نکالی ہے۔ جنگ پنالہ کے بعد جنگ ملغار اس کے بعد کئی اور جنگوں کا حال ہے۔ ہر کامیابی کے بعد نصرتی نے ایک قصیدہ لکھا ہے اس طرح اس میں سات قصیدے شامل ہیں۔ اس مثنوی کو نصرتی نے دکنی کا "شاہنامہ" کہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ علی نامہ علی عادل شاہ کے دور کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کی جنگوں کا حال ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا انداز بالکلیہ ایرانی ہے اس مثنوی میں نصرتی ایک عظیم اور باکمال شاعر نظر آتا ہے۔

اس مثنوی میں اس نے فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اسمیں اسلوب کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی سنسکرت کے بہت سارے تت سم لفظوں کا بھی استعمال کیا ہے زبان و بیان کے وسیع ذخیرے کے ساتھ جب وہ دکنی زبان کی مخصوص لفظیات بھی برتتا ہے تو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ الفتحا، نصر من اللہ بیت الشرف شب نوبس، درج عقیدت، جوہر جان، شہر گشت، شمشیر برداری، زاغ مردار خوار صورت حرام، شغال و گرگ، دلاور نلک احد ایسی ہی کئی تراکیب دکنی کی مخصوص لسانیاتی خصوصیات کے ساتھ چند ایک دکنی الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ترکاں، داتاں، اتیاں، صدراں مہندریاں، ڈک، بھنیارا، تانوں، کہتے، رھیا، سکیا، نیچم۔

نصرتی نے اس مثنوی میں منظر نگاری کا کمال دکھایا، میدان جنگ کے منظر میں جرات و شجاعت، غیظ و غضب کے جذبات کی اچھی عکاسی کی ہے یہ مثنوی رزمیہ ہونے کے باوجود اس دور کی تہذیب اور معاشرت کی بھی ایک تاریخ اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثنوی علی نامہ اپنی شعری آمد اور اپنے ربط و تسلسل کی وجہ سے شاعری کا ایک دریا امنڈتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میمنہ، میسرہ، قلب، لشکر اور سامان حرب و ضرب، گھوڑے، سپاہی اور ہاتھی

فوجوں کے دبدبہ کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں ۔ کردار نگاری کے بھی اس مثنوی میں اچھے نمونے ملتے ہیں۔ فتح و کامرانی کی خوشی میں بادشاہ کا سجدہ شکر بجالانا خوشی کے نقارے بجانے اور جشن منانے کے موقع پر دکن کی مخصوص تہذیب کا اظہار ہوتا ہے۔

علی نامہ میں تشبیہات اور استعاروں کے نئے نئے جوہر نظر آتے ہیں اور ان کی وجہہ سے علی نامہ کا آہنگ اور اسلوب پر شکوہ ہوگیا ہے۔

لگے تیر ہر تن پہ جب بالنے بال ۔ دسیا ہوا جھلے نوادرے کا حال

سورج یوں شہ ضمیر انگے جھڑیا سو شمع کا جوں گل ۔ تو یک گلزار ہے ہور او بچارا پھول بادل کا

دسیں اشتراں تیر بیٹھے پہ ہور ۔ کر جیوں ناچنے پر کو لایا ہے مور

نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں صوتی تکرار سے ماحول اور کیفیت کا تاثر بڑھادیا ہے،

پٹاپٹ جو گرتے چلے رُند منڈ ۔ لئے ست ہاتیاں نے گرداں تند

شپا شپ جو برچھیاں موٹھیاں تے کھلیاں ۔ دیا کئی سواریاں کوں اٹھیاں سولیاں

کھڑا کھڑ کھلی پر ہو یک حال کا ۔ دسیا کارخانہ ہو ٹکسال کا

تکرار لفظی سے بھی اس نے یہی کام لیا ہے ۔ علی نامہ سے نصرتی کے قدرت بیان اور مختلف اصناف سخن میں اس کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مثنوی بھی اسی بحر میں ہے جس میں اسنے گلشن عشق لکھی ہے۔

نصرتی کی آخری تصنیف تاریخ اسکندری سکندر عادل شاہ کے عہد میں لکھی ہوئی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں سکندر عادل شاہ کی فوجی مہات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی فنی اعتبار سے اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی گلشن عشق یا علی نامہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہیکہ اس وقت نصرتی من سلطان علی عادل شاہ ثانی کے دور کا جوش و جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ

م ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۴ء

کے درمیان لکھی گئی

از

فخر دین نظامی

گفتن کدم راؤ با ناگنی

ستیا رائے یا تنک پھانا ادھائے — کہ چک دیہہ کر رات منج دیک کھائے
پرن دیہہ چک آج نکھند رات — سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
گلن سار کے منج کتنک ارد گان — زنب راؤ ر چنتار بے سان
کتنک بھار ییتا دھروں راہ کیت — کر زند بندھ باندھوں سراسر سبیت
نہ سنیا کہ کیوں دل ملیا راہ کیت — کھلے چند سورج کتک راہ کھیت
بہت بول نہ بول سوں بد ہوا — نہ کو تک کروں دیس بن راتوا
گئی دو پہر رات رام اور رام — رہیا سوت بر سوت اپ دیکھ کام
کدم راؤ ایسا ہوا کھتوی — جو منجہ گال سوں لیہہ وہ اڑسری
کدم کے بجے جو ہوں سانہ کرو راندری — کدم رائے منج ہوئے تب کالوڑی
کہ بجے منج نہ ہوئے کرتا ادر ڈر — کدم سوں کتنک بھگ بھگوں پکڑ
و لے مار بیری سیندوری کروں — نہ بیجھو کیہ ابیر جھنکر دھروں
بھلیس نیں کہیا آج راماں منجہ — کہیا دیکھ توں کال ہنماں منجہ
دنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جات — نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھا ہیں آن
کدم راؤ تیرا جب لگتا ادھارا — ادھا آج کہہ دن گلنتر ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

کرا کھیب چلیا پدم رائے ناگ — چلیا ناگ دھر لے کدم رائے ماگ
چلیا ساندرے ساندرے ناگ دوات — سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
ہرا کر نگر جائے بیٹھا نکھند — کرن رائے کا سیس بن راج دند
سرہانے دھرے دیکھ کر پان پھول — کہ کیا نول ییں ہیس کر رج کول
بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ — کہ جب پھول ہے راؤ تب دیل گھاؤ

یہی چنت ہمیں راؤ باسک پدم   کہ رانی گئی پاس راجے کدم
الگ پائے جاں پچا اٹھا جاگ رائے   کری جوڑری راؤ کے جانپ پائے
کہی بات رانیں کہ تجہ چھا نو بل   ہمیں جیوناں جرم تجہ جاؤ تل
کہ جے راؤ مجہ کوں کہے کھول کر   کہوں بول کا بول دیوں اتر ॥

گفتن کدم راؤ از قضیہ کوڑیاں و ناگن با رانی خود

کدم راؤ آکھے زنا دِنہ آدھر؟   کہ دھن بات سنا بات یک چت دھر
سنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند   سو ہیں آج دیٹھا بری چھند بند
وہی چھند جب میں دیٹھا جگ منیں   اسی دیل تھیں ہوں پڑیا دگ میں
سنیا تھا جو گن یر دیٹھا آج انک   نہ رہا تنہیں دیکھتیں نین تنک
سجات ایک ناگن کجات ایک سانپ   اسنگت دیکھے تھیں لانپ جھانپ
جو کرتار مجکوں کیا ہوئے رائو   اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں انیاؤ
کھڑگ کاڑ دو کھانہا یا نکھار   اسی ٹھار کھورس کیا شب تہار
گئی ٹھاس ناگن پران آپ لے   پران آپ لے کر گئی پیو نج دے
نہ مارت گیا سانپ یک کوں دکھ   تجھس کو تنا سانپ بن دون دکھ
نہ مرنا جو کھورس نہ گرتا پتال   بلی دود دیٹھا نہ برکا کپال
مکوڑا ہتی مکھ دریا نجائے   جو ہاتی کرے مکھ گانڈا نہ کھائے
نہ اب تھیں کسی ناری تیاؤ ناں   نہ پتیاؤ ناں نہ تیسے راؤ ناں
نہ مرتی مری نام اچھار کوں   مری ماد ہی دھی مری جار کوں
سہاتی کتی آج ناگن کنار   پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھتار
یہی دیکھ منجہ من بھگیا تری نانو   کہ جے اچھریاں ہوئے بھی نا پتیاؤ
تری نانو کا آن جے ان ہوئے   کروں نہ اور گن مروں جیو کھوئے
چھری ات کتدن سی کہ جے ہوئے   اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے

دوھا سانپ کا ہوئے جے کاوڑی | ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی
بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک | دوھا دو دکا چھاچھا ہوئے پھوک
جنھیری سری ہت کارن سنور | بیبی دیکھ تِس ہت بھوگے بھنور
پرایت نہ ہوئے اوٹ کوں چند کھائے | مکوڑا کوں کچھ چڑ کھٹ جائے
تہیں فخر دیں دیکھ انبیاؤ راؤ | کہ بن دوس دھن بیر ہری دکھلاؤ
نظامی دھرم دیکھ کیوں لاؤ دے | کہ بہت ورت گن پات دھن سو کئے

عرضداشت رانی باراؤ

کر جوڑ دھن پات بنوی سنار | کہوں نہ جے سنے راؤ ان کا بچار
کہ جتنا کہیا راؤ سب ساچ بھاؤ | دلے ہوں کہوں دیکھ اس کا نیاؤ
چلو بیار سیتی جو پرکو ردشٹ | نہ اُتم نہ مدھم سپورن کنشٹ
کسی آشتی دے کسی لوچ دے | کسی اونچ دکھلاؤ تل کھنچ لے
کہ جسے دوس ہے جیو اپال لے | نہ پرونس کا دوس منجہ دوس دے
کون پرس جونا گرے پاؤ بھتیں | کون رکھہ جونا ڈلے پاؤ بھتیں
ردی گھانس بھیں آگ جھانپی جے جائے | تب او گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے
سروپ آگلا چند لس بھی کلنک | نہ اس بھاؤ سنکا دھروں ہوں نہ سنک
رتن پر کھیا جائے مانس نہ جائے | کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھائے
ترنی اور تو ہوئے جو گھٹ دیہہ | منجہ انکھول پایا نیں جو سر بیٹ لیہہ
کہ جیوں رُوکھ سر کھنڈ پر مل دھرے | سو بھی رُکھ جو بھی سو کندم کرے
ترین جات بیس (اور) میری سجات | نجانوں کپٹ بھاؤ بسواس گھات
نہ مانوں پرک اس جسے بھاسنا | نہ مانوں تری اس جسے کا سنا
نہ سس بھاؤ نیہ پاس بیسی جمی جیے | نہ ہت پاؤ کا لک بھرا لیجئے

نہ سنیا الوگ کہ اس ورتمان
سکھی آپنا جیو تو سب جہان

براہیم ادہم کہ جیوں چھوڑ راج
گیا آج تھل دے سنور آپ کاج

نہ تجہ لوبھ بدونت نہ بیربل
سنور کون تجھنے ترا راج دل

جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ ٹھانو
نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش نانو

بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے
کہ جم جم بھلائی تھا تجہ لہے

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہہ سدھ
پدم مکھ بانچے کدم کون بدھ

کہوں سد ساچی نظامی دھرم
پدم سب سنے بات بانچے کدم

باز گفتن راؤ بارانی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن
کہیا ساچ تیں بھید بت ورت گن

ولے من کسی کا جے بھاگے کہیں
اسنگت کے وہ من لگے بھی نہیں

بھگے بہت کوں کانپ سوں باندجے
بھگے من کوں بدھ کون ساندجے

کہ جیوں تار سالے تتی گانٹھ دے
تکن گانٹھ من ہو رہے جیو کے

کہ جب لگ بھگے جیو لتس گانٹھ دکھ
اتیسری کرے جینا دیوے سکھ

اچنبا نہ ہوتے گھنٹ جے ہوئے دھر
اچنبا رہے لوگ سب جے ہوئے گھتر

مکھی کھائیں نہ مرے کوئی ٹھانو؟
مرے ململے جیو سنمکھ نانو

گھرے کوئی ایچار نا چار باپ
نہ بھاوے مجھے وہ جو بیراج باپ

کیٹ بھاؤ تھیں مجہ اٹھے سیس اگ
بلندی چلے پائے تھیں سیس لگ

مجھے سکھ تب ہوتے دن تین بھر
ہیجوی چلے کوئی جے ست پر

بنکھیرو بوڑے دیکھ کر آپ وس
چڑی مل چڑی (اور) ہنس (مل) ہنس

مہرپا.... کون سنگت پڑے؟
نہ خرما ختا جفت میں کر کرے

سیاناں کرے سدھ سوں بدھ کن.
گنوارہ کرے گت میں جیوں پون

کہ جیے گا دھرا دلک پرداں کھاتے
دھتی دا کھ بن کون تس دیہہ گھائے
ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ
نہ پیے گا دھرے جوگ نہ راتے جوگ
اسنگت کہ جے کوئی برا کچھ کرے
مرے سولی چڑھ کر گھڑگ تل مرے
نوالا آدھک مکھ لیناں نچاتے
نہ جوگت ایس کام کرناں نچائے
بھلی جات تھی جات ناگن سنجات
کلانک آپ لایا کچھا تی سنگھات
تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئی
بھلی ایک پت ورت نکلے گی دوئی
تری مت ہوئی مت پرکت لگ
جو دوجا نہ دیکھے پرکھ تب لگ
نہ جانے پرکھ نار کے چھند بند
کرے دشٹ تل ہت من مانہ دتد
جہاں ستو ملیں پرکھ کل کل نہ ہوتے
تہاں ہوتے کل کل جہاں نار دوتے
لسن مشک کی کھان چھاپی جے جائے
تب او گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے
مرد استری وہ جو پر پرکھ تل
کدل دیس کر ہوتے تس تل اول
سنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ
مجھے آپ سو پار رکھے تب لگ
اروگن کردں بول سن برلہ ایک
باولا ہوا جیو رکھے جو جھیک
کردں بھاڈنا جیو کالا ہ چک
اجاون جے سر دیہہ سر واہ چک
گیا پور بیٹھن جو بھر پور ہوتے
پڑے ایک چنتا تیتن چور ہوتے
بھلیں کون تس ٹھار کیتی بجھائے
کہ جس ٹھار پاین گئی منجہ بتھائے
کہیں جاؤں پاتال کی سدھ لیوں
کہ رن کھو دماریا نہ مکھوان لیوں
کدم راؤ آنکھے سنی بات دھن
کرے کن پا سکھ سمجھیہ آکرن
جبش میں مکر کے گیا چندروپ
جبشنی جنت آ جبشنی سروپ
کدم راؤ گڑوا سمندر کہیر
رتن دین مکھ سمند کھولے اہیر
کہیا آج رہ دیکھ منجہ مندرا
کروں آج ہوں تجہ مکھ جھا نرا
کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن
نہ تھا تیسرا دن حسرم راؤ بن

کدم راؤ قبول نکردماں پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کرتا رساک　　کہ اب تھیں تہیں مت منجہ لیہہ بھاگ
کہوں ایک تجہ بول جے پت کرے　　کہ جے پت کرے دکھ منجہ نہ دھرے
سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ بھان　　نہ تھینیں بھن مت نہ لیہہ بان
کہ بن مت کیجہ کام مت کا کرے　　جے دھن لے کرے کام بس گھر بھرے
نہ لیکھو تسے مت جو دوئے من　　سرا ہے دھن ارماد من یاوے دھن
تسے مت لیکھو کہ جو الجھان تھار　　کھڑا رہوں دیہہ پاؤ دے ہت ادھار
سوا لاکھ منج لاب ایک بول تجہ　　سوا ئے کہ دھیں تیں کہیا کھول منجہ
جسیں آس دھن ہوئے ہت بن نہوئے　　کہ ہت بن نہوئے اور ہت بن نہوئے
سیانا کہے ات بدھ ونت توں　　تجھے نہ کہوں اور کس کوں کہوں
گنوارین کرے کن میں بدھ (یوں)　　یوں پنجرے ہانک میں نیر جیوں
کہ جے دھکسی رائے دھن منجہ پر　　دیہوں کا کہوں بھاوتا جت دھر
کہ جے درب منجہ دین ہے تجہ دھیان　　اچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان
کروں پت تجہ بول ہوں اور ایک　　کہ او گھڑ پڑیں سنور سوں سک لیک
پدم راؤ سکھی ہوا اس سبد　　کہ ہنکارسی راؤ منجہ جد کد
کدم راؤ کہیا پدم پت کیا　　کیا ہت پر ایک سنگت کیا
کہ جے تھا نبنے رائے منجہ پیار کر　　سو سر کھنڈ کستوری لے دت
دھرے سیس پر ست منجہ بول لیہہ　　کرن اگرن تھا نو جے بول دیہہ
سکھی ہو پھروں گوت پروار منہ　　سو کندم کروں تا نو سنسار منہ
کدم راؤ سے کھنڈ کستوری مل　　پدم سیس پر ہت دھریا ادھل
نتھا آد تھیں ناگ کے سر پدم　　تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم
جرالی کہیا کوئی کیا آج جول　　تل او پر سبد کے سبد دیک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ کدنہ است

ددی رائے کرتے تنو د آپ منجہ — تلاوار لے سور دے سات منجہ
پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں — کرے گن جے رائے بنتی کروں
دنیا میں جے تجہ کال کھا ہے کیا پاس — نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس
تجہ کالا رہے کوئی نہ بھوک آج — سکے راؤ توں کیوں رہے ان باج
کوئی جے رہے بھوک گر آن روس — لبہا ہے ایسی آپ کرتار دوس
رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر — تل اوپر ہوا لوک ہیر انگر
کہ جے رائے بھوجن کرے بھوگ سکھ — سکھ تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوئے سکھ
ایاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے — بھلا جو کہے گھا تجی ہوئے توئے
نہ دے ان جے سکھ توں جیو بھاؤ — نہ ہوں جاؤں گھر آپنے کرنیاؤ
کدم راؤ کہیا پدم رلو سن — کہ جے ساچ مانے کہوں آپ گن
سیوا ساکھو پر دیسین نہ باج ہوں — ارو گن نجا نوں بتر راج ہوں
کہ اد آد واد وتہیں ریت ہم — سنتر چلے ریت سا سان جم
دسا اور پر کھو ایک دوت آن پاس — ارو گن کروں دان نس دے اداس
نہ بولوں کدہیں جھوٹ کرتار ساگ — ارو گن کروں دوت لے سلے بھاگ

گفتن پدم راؤ مضرت صحبت مسافران و جوگی و جنگم وغیراں

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں — کہ جے چک سنے راؤ سیوا کروں
جگتر بھوندا نہ ہنکار پاس — کہ ترت آس دے بھوندکر جائے نہاس
بھوندا دھرے من بہت دشٹ بھاؤ — لپسارے اگر بیٹ میں بیس پاؤ
بھوندا جو پاوے سلک چک رائے — لگے سانپ کوں جان دو دیکھ دھائے

دسا ور پرکھ من دھرے بہت سہل　　کہ مکہ پھول دے جھولے باہ ہول
جو کچھ بہت پن تھا سو میں تجہ کہیا　　سیوا اسا کھا اس بول جو منج کہیا
سہی بدھ گر توں جو کرتار دے　　وہی دے سکے بدھ کے سدھ لے

تفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن برجنا ناگ مکہ　　بسری پڑیا بول سن ایک چک ؟
پھر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں　　بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کوں
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے　　لتے راکھنیں کیوں ایس ہان ہوئے
سو کیسا ادت راؤ اس ور تماں　　جو پردیسی تھی ڈرے وہ ندان
بھوندا مری دشٹ تل یوں دسے　　کہ کسیت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دے
گگن بھیر کی جے ملیں لگ ایک　　پرا پت سکیں لگ مکہ پاگ ٹیک
تھری جے ہوئی مرچ تیکھت جات　　سکے توپ کر چک پانی سنگھات
نہ چنتا کریں ناگ اس بھاؤ توں　　بھوندا بلد ورت اروگن کروں

بازگفتن پدم راؤ کہ صحبت جوگی و مسافر نگردد

پدم راؤ ادبھا ہوا پچھات لگ　　بناتی گئی تن پہر رات لگ
کہیا راؤ دھر ناگ راوہ ڈردوں　　کہ جے راؤ انکھیں بناتی کریں
نکہ راؤ توں گرب منج بول سن　　کہ یہ کوڑ بانی دھرے بہت گن
نہ پتیاؤ توں جم سہدیس منجہ　　وہی لوگ سہدیس رہیں منجہ
بہت بھید کا لوگ ہے راج کاج　　بہت کا ترا کی دھرے کاج راج
کرے انکھ ادجھل بہت چھند بند　　کہ دشٹ انت تجہ کوں کہے سو جند
کرے گھات کا کام دھنورت بنی　　ملاوے سبھا لوگ سنگت بنی
نجانیں کہ بیری تہاں تن دھرے　　نہا کا نکرا دانت تل کیا کرے

نہ رجنگی تہیں جانتے ہیں کر
اٹھے جھونپڑی تھی لگے دولبر

نکمر ناں کسی کستی سات ہت
کہ کست سکے جاگ گیتھا رگت

نہ جھاڑی نہ بونٹی ڈرے باؤکوں
بڑا رکھو ڈرے مت پڑے بیرسوں

کہ جبے دیدھے اِت بل ہت رو
ادے نہ کدھیں توئے بن گھوگھرو

جو کچہ میں کہیا بھید سہدلیس نا
کہوں اب کچ بھید پردیس نا

نہ نیڑے ایسی آن جگ کا پڑی
نہ پتیا وَ جوگی تڑی تا پڑی

نہ جوگی رہے جرم مدماس باج
نہ رکھے تسے کوئے کنک آس باج

جو جوگی رکھے پاس ایس آس دھن
سو تلتِل کرے کرتے جوگی لچھن

نجانوں کہ تجہ بھی کدھیں باہ بھول
پلاوے تجھے آن مت مد پھول

گھڑی کھاند کا سکھ مد بیو ناں
خماری کیرا دکھ لے جیو ناں

سرب تول میتر پنا جد گھرے
دھنی راج کوں بیو ناں تد گھرے

نہ دنہ گھوڑن اچھر کوئی بانچسی
نہ مد بیو کر کوئی دھن سانچسی

کہ اس لبت تھیں ہات دھوتے جو کوئے
نہ گوگا ند میں ہوسے دسرا نہ ہوئے

جو تس نکھن کرا ہوسے تن ء
سوئی تن اسے لوڑتے دھن لسن

بہت جشیتی من دھرے جوگ انگ
نہ جوگی تجھے بھنگ جب کے ابھنگ

کہادن ہلگ کہودن ہاں جوگی پتھال
کہ جنتا کہوں لا بجہ نہ باج ہاں

ولے ایک گردوت جد بار دیہہ
نجن گھنڈ سنبھال پردار ایہہ

نہ مانوں کنک وہ جسے سر نہ ہوئے
کہ جب سر نہ ہوئے وہ کدھیں تھر نہ ہوئے

کہ جے بار نہ دیہہ یک دس رہائے
چلی وار تا پنک لو گھنڈ جائے

نجہ جس جیو آدھار لگ جیو ہوئے
کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

نہ تیسا کردں کام جس تھی ڈردں
ستم لے بھرے کوئی سی کیچہ کول
ڈردں نہ کدھیں دُکہ جو بن بچائے
جلو جو بن اپنیا اپھا راج لیں
اسی جگ بیں جو بن ادیں امت مت
بُرا جو کرے سو برائی لیے
جو نیکا اچھے ترن نِہ رکھہ کوئے
(جنتر)، گھال چھاس کھلچے جو کوئے
شکر دو دنت گھال پالے جے گوئے
نہ تھک تھک پنیا جھوڑسی جگ تھک
جس ادا آدھیں ہوتے سند یہہ کن
ادو ہوئے پنجم کہ روپ بھان؛
مدھر نہ کھتر ہوئے کھتر نہ مدھر
سدا کال پاچھے رہے منجہ نیر
سبھیں (اپا) بھترن ہوئے جے ایک مول
نہ سرپار کردو دکوں ہین تاک
نہ برچھیاک کاجند کوں آدڈھانک
دھرم کوں دھرم باپ کوں (باپ) اسانٹھ
کہ جے پان اگلا ہوا کاج کوں
نہیں آدمیں اور بھی آدمیں
نہ کر دشٹ سنگار پر روپ پر
لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو کُبل
کرے گھنٹ دنساں توں لیا پاس

نہ تنتا کدھیں کھاؤں نہ جال مروں
نہ بیوہ بے سہے کوٹ نا بات کھول
ڈُروں جب جو جیتا رہے پرت اپائے
جو جوبن اچھیں پرت بیوہ پرھیں
نہ برچھے کیسے سوتک بن پرت مت
ایل کانٹھ یا نڈی جو آئیں رہے
سو سیدھا کدھیں رکھہ بڈھی نہ ہوئے
نہ سیدھی کدھیں کو تری پو پنج ہوئے
بکایں سہند نیب میٹھا نہ ہوئے
نہوسی کدھیں یا نڈو پینک لگ
بھلے کت کن ہوئے وہ دیہہ کن
نہوسی کدھیں پانچ انگل سمان
مدھر سو مدھر ہوئے کھتر سو کھتر
نہ بیٹھے کدھیں کھان بانچے سر پر
رتی کوئی نہ مول لے گا نٹ کھول
سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک
نہ گھن کیت کے مک سنو رجھانک؛
ہتولا نہ کنسلی پرن دیہہ گانٹھ
نہ سرباز کرنا تیسے باج کوں
گلگت کے گیا اونچ تل پر تھمیں
کریں دشٹ تس کام پر انگ پر
رہے آس کر جرم تج بائے تن
مرے بھوک پر دار اور رانڈ اس

یوسف زلیخا

۹۸۸ھ اور ۹۹۳ھ

م ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۸ء

کے درمیان لکھی گئی

از

احمد گجراتی

داستان یوسف علیہ السلام تولد شد و پرورش یافتند

پچھلے لوگ جے تھے یہ بوجن ہار   پچھلے کیاں کہیں خبراں سَم اچار

کہ جوں یوسف بڑھے نت جیوں دداں چاند   رہے ان سوں نپٹ یعقوب دل باند

نین ہیں نین پتلی کر دینا ٹھار   سبھی پنگھڑیاں تھے مونڈھیاں نیں کی دار

ایسے تلتل یوں پرتوں سوں دیکھے   جو ہلتتل ہوئیں سب نگڑے آ دیکھے

کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھار دکھ   جو اس پر رشک کہ طوبی کرے دوکھ

لگیاں ڈالیاں جو ناڑیاں تیاں انبر   فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر

کرن تسبیح جیسیاں سرو بہتر   جو اس ہر جیب پر کئی لاکھو دفتر

کھڑے جم جوں قرارت میں نمازی   جو اس کی چھاؤں بچھے سو فرازی

وڈلے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد   نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد

جو ہاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر   اسی ساعت پھٹی یک ڈال اس پر

بڑھی وہ ڈال اس فرزند سنگات   برابر ہوئے اس فرزند قد سات

تو بالغ ہوتے لک فرزند کوں پال   عصا کہ ہات میں دیوے وہی ڈال

ولے یوسف ہوئے جب جگ اجال   نہ ان سان اونچی اس جھاڑ کوں ڈال

کہ تھا یوسف ات اچھا جیو سورنگ   کہاں لکڑی کوں ہوتے جیوں سوں سنگ

جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف   کہیا یعقوب کے سنگات یوسف

کہ اے میرے جنیا باپ ات مہربان   خدا تیرا کہیا مانے سبھی مان

دعا کر اس خدا کے دار منج تیں   جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں

جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں   سرافرازی منجے اس تھے ہوئے ہر ٹھاوں

جو غالب ہووں سب بھایاں پر اس تھے   ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہور اس تھے

دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا   لگیا مانگن جے کچھ مانگیا سو بیٹا

فرشتا یک اتر صدرے تھے آیا   زبرجد کا عصا سنگات لیایا

نہ کچھ اس تئیں بڑائی کوں لگے کام — نہ تیشے ہور آرے سوں لگے کام
توی سٹکا و لیکن مول کوں بھار — سبہہ جگ مل کر اس تئیں سچکار
کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند — جو اس تئیں تج کہیا تھا تج فرزند
دکھے ہر ٹھاوں اس فرزند کوں تاب — منڈپ تئیں بھاگ دولت کی ہوئی کھانب
جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے — ادیکھے دل اپر دکھ ٹھونپے کھائے
حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے — ولے سپوٹ کھٹے بن کی او بچل کھائے

یوسف در خواب خندند و پدر او پرسید یوسف را خندہ چہ

ہنیں جگ میں عجب کچھ سونے سنسار — نین موند اس میں دیکھیں سر و سنسار
نین کھولے نہ دیکھیں یا ج یک رخ — نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ
ستائی میں انبر دھرتی بھولن ہار — جو اتنے میں نہ سیکھے کوئی پلک مار
جیسے کوئی جگ جاگتے کرتے گدائی — کرین سپنے میں بھو تیک بادشاہی
ستا سپنے میں راجا جاگتا ہوئے — سدا سپنے میں جوگی ایک تل سوئے
سبہہ جگ جاگتے جے کچھ کرن ہار — ادل آخر سبہہ سوتے دسین ہار
زلیخا مصر میں سپنے تھے آئی — جے کچھ ان کھیکٹی سپنے تھے کھائی
سو یوسف بھی سپن تھے کھیکٹی کھائے — نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے
جو سکھ سوں یک دن یوسف ستے تھے — سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے
ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں — جنک کے من منیں پرتوں شور اٹھے یوں
اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگ گری آپ — ہلنی کیسر اسیب پوچھیں لگیا باپ
کہیا سوتے دیکھیا تارے اگیارا — سورج ہور چاند ستیں ایک بارا
جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج — کیتے تعظیم اپنی سر دھرت دھر منج
جنک کہیا نہ کر یو بات توں پھیر — چپ اچھ کٹ سوں نہ کر تو گٹ باہر
بھو کدے بھائی جے یہ گٹ بجھیں گے — تج آزاراں کیتے حیلے سجیں گے

جسن اے سونا حیلے تھے ہوئیں گگ بےتاب	کہ یہہ اتم دھرے تعبیر یہ خواب
نہ فارغ چھوڑ سیں تج یہ قضا سن	سدا ہے سو عصا ہوئے گا سہس کن
اول تاکید سوں یہ پند بولیا	پچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا
کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت	سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت
ایکبارا بھائی ہور ماں باپ تج کوں	کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں
وصیت یوں کتیا اس کوں جتک تو	ہوا لیکن جو کچ لوڑیا خدا سو
جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات	سو وہ کہیا سبہہ بھایاں سوں یہ بات
پڑے بولے کہ جن گٹ دو منیں تم کچے	سو تل میں ہوئے پرگٹ جگ سن جائے
دلے اس دوتی کوں دو ہونٹ کرجاں	کہ یوں بولے حکیماں جان سبحان
جے کچ گٹ دعتے ہونٹاں تھے بھر ہوئے	نہ لاگے بار کچ سنتیں سبہہ کوں نئے
پنکھرو پنجرے میں تھے چھٹے جیب	پکڑ سکیں جو اس کوشش کریں سب
دلے منہ تھے پڑے جے گٹ باہیر	نہ سکیں کوئی چھپا یوں اسے پھیر
جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات	کو اکھل ایک جوں سمدور ہوئے سات
سکیں ڈھاپین کوئی کا منہ سبہہ کو رکھ	نہ سمدر رکھ بند حس کس کوں سکت ہوئے
کہیے یوں سب پڑے انتر بچارک	جو سر لوٹے سلامت گٹ چھپیا رک
جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے	لگیا سینا بھین غصے تھے تنگ آئے
کہیے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں	جو لیوں بھولیا رہیا ہے یک نخنے سوں
کچ اپنا اب ہور نشٹ اس لہ مجھ جے	نہ کچ ہمنا یتیاں کی قدر بوجھے
کتیے نت بیتیا ہے جھوٹ قصے	جو اس کسوت سوں آپی خوب دیسے
بھو تیک جھوٹ نت اپجاوتا ہے	بچارے اس بڈھے کوں بھوبند تا ہے
بھلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت	ترٹا تانت ہمن تھے باپ کا جت
ہراما[illegible] پچھے باپ جو تس	سوا تنے اس بلائی آچھوں نین نس
منگے جے سب ہمیں اپنی سرح آئے	پڑیں سجدے سوں بھوتیں پس پچھائے

نہ یہ لوڑے ایکیلے ہمنا تھے   منگے سجدے الیس تیں باپ ماتھے

نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی   نہ کس سر جھوئیں دھریں ماں یا بھائی

جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار   جتک تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار

کریں جنگل میں دن سارے شیانی   کریں لنس جاگ گھر کی پاسبانی

بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں   شرم رہا ہے ہمن تھے دوستاں میں

مگر جیلے بن اس تھے کیا دیکھیا ہے   جو اس ہمنا تھے اگلا کرم کھیلا ہے

ہمن کوں اب ضرور آکو لگیا یوں   جو دیکھیں آپنی تدبیر ہو کیوں

ترت کام آپنا کر لیونا خوب   ترت کانٹا کھرسٹ دیونا خوب

سلے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں   پکیا سینا سیلے کب لاک اچھوں

بڑا ہو مرے گا اگر یہ باپ کے پاس   کریگا باپ تھے سگلیاں کوں نراس

اپنا ہیچ دیکھنا اس کا ن تدبیر   درنگ کرتیں نہ فرصت پاوسیں پھیر

ضبا کا کام بہتر سارنا آج   نہ رکھنا آج کرنا سو ضبا آج

جو مو لکے کوں اپاڑن لوڑنا کوں   نہ چھوڑیں روکھ بلوند ہوتے لگ اس کوں

سکے بن زور جس مو لکے کوں آپار   نہ سو بلوند تھے بلسے جو ہوتی جھاڑ

قرار یوں جب دیتے تدبیر کارن   سبہہ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبرِ خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جسے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑی آئے   جو عقل اس میں نپٹ حیراں ہو جائے

برائی بد میلا اب بد سنگات   جو آسان ہوئے مشکل اس مو دسات

بڑے گھر میں جو یک دلوا نہ ہوئے بس   اجالا ہوئے جسے دیوے لگیں دس

دلے سیچ ہوئے ستونتاں میں یہ بات   جوا ندشیں نہ وہ سیچ باج بر جات

جہاں پاپی جو بیٹھے میل در چار   ادک ہوئے سہس گن پاپ نس بچار

ملیں جب کیتیں جتنے یک جیاں کے سب   جسے کچ ہے جیاں انو کا ہوئے ادک تب

ملیں جب کیں جتنے یک خیال کے سب　　جے کچھ ہے خیال انو کا ہوئیم ادک تب

جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن　　کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن

بکن کہیا اسے نا مارنا کت　　جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مرنیت

جو ماریا جائے چھپا رہے نہ یہ گھٹ　　کہ فریادی نہ ہو سکے موا ابھٹ

نہ جیو تا چھوڑ بیری کوں جو سنپڑے　　کہ تج چھوڑے نہ وہ جب ہات انپڑے

یکن بولیا خدا کوں کچ تو ڈرنا　　یکایک بے گنہ کیوں خون کرنا

غرض اس کوں کنارے پاڑ نا ہے　　نہ کچ اس کوں دکھا نا مارنا ہے

سٹیں اس دور ایسے یک جنگل ماں　　جو اس میں پنچھی ہور باگ کچ ناں

نہ جھراں باج پانی پاوے اس ٹھار　　نہ دیکھے رات ہوتے بن کھن کیری چھاوں

نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج　　نہ بن کا نٹے بچھا ناں لیٹنے کاج

جو کئی دن اس منے ٹھانک کرے گا　　تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا

بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات　　ہوئے جاں کندنی تھے فارغ اس دھات

یکن کہیا ادک یہ مارنے تھے　　بُری یہ مرگ سب مرگاں منیں تھے

بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات　　جو دیویں جیو پیاس ہور بھوک سنگات

دھونڈیں اب دوریا نزدیک اس تائیں　　اندھارے تنگ ہو گئے باٹ کی تیں

جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی　　تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی

جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں　　تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں

تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے　　نہیں تو ٹکڑا کر کر دھریں گے

یہاں تھے تو لیجائیں گے دور یہ دھات　　نہ کچ سہناں تھے اس تمیں پڑے گھات

سبہہ اس بات کوں کیتے مقرر　　اٹھے اس کام کوں بھا کر رضا پر

درخدمت پدر آمدند پدر رضا گرفتہ یوسف را بردند

کپٹ کا نماٹا سلے سینے منیں جس　　اسے کیوں نیند آئے ایک تل تس

حسد گی مار تل جن جھوڑ ہوئے — سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے
اُناول ہوئے یوسف کے ادیکھے — سبھی نس جاگ دن کی باٹ دیکھے
دیکھایا مکھ جو سورج دن دین ہار — کھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار
سبھی مل باپ کیرے بندگی آئے — جے کچھ معتاد بندگی بجا لیائے
نفاق اپنے جنگ سوں من میں دھر — کپٹ کر طواتی سینے میں چھپا کر
ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے — لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے
بھلے ہو کر بہو باتاں میں آئے — سو ہر یک باپ کیاں باتاں اچائے
یہاں لگ اینڈ اسے بات لچ رچ — کہ تنگ آئے ہمیں ٹھو دلیس کھرا ایچ
ہوس ہے جی میں جے نکلیں ہوا کوں — جنگل میں جا ہنڈیں دل کی صفا سوں
برادر یوسف ہے جیو کے برابر — جو مانیں اس ہمارا لاڑ لا کر
بھولا ڑوں ستیں اسکو لجاویں — جنگل کیرا تماشا اس دیکھلاویں
کہ وو بھو تیج بھنا تھا جو کئی دن — ہمیں ہنڈتے تھے سب باہیر اس بن
اسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے — تو کچھ دل کیوں ہمارے بھی صفا ہوئے
ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھن تھے — نہ وہ تھی کد ہنڈیا ٹھنوا دین تھے
صبا کھرا اُسے توں بھیج سنگات — ہنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات
کبھیں اس صاف میدانا ہنڈانگے — کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرانگے
ہوس سوں دود بکریاں کا دُھالانگے — کبھیں ہنس کھیل سوں ذہو وہ پلانگے
بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلانگے — ٹھنڈے رکھ پلنگ بندھا کر نکالانگے
سُر رنگے بھول جائیں لال جن جن — کلیاں باراں جھیلاں گوندیں گن
پھاں لگے جاتے سوں یوسف کیر نورنگ — جو اسکے رنگ چڑھتیں پھول سو رنگ
ہرن اور روج پاڑ ڈ مار یاڑیں — ٹھرت ہو یاگ کا کالج اُیاریں
تماشے سات ایسے یوں جو کھلاویں — گمت اس کوں اینوں کن شادیا ویں
چھنتے جاویں سوں ٹھنواداں کو دم سیں — نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کر میں
انوں تھے جب سنے یعقوب یہ بات — پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لجاون منج نہ بھاوے ۔ کہ بھوتیک یہ اندیشا منج ڈر آوے
کہ اس جنگل میں ہے بھیڑیاں بھوتیک ۔ تجھنے کوں دیکھ کر کھادیں یکا ایک
بہتیں ہنگلے سو ہوویں کھیل کے کام ۔ تمن اچھان تھے ہو جائے یہ کام
جے کچھ آزار اس کے تن اُپر ہوئے ۔ سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے
جو یا تر سنے وہ دس منتر کار ۔ ہر یک منتر سوں کام اپنا لیے سار
کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند ۔ جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈند
بھیڑت کیا ہے اگر جے باگ آویں ۔ ہمیں اچھتیں کہاں اس لاگ آویں
بھیڑت تھے بھائی کوں جی دکھ نہ ہیکیں ۔ تو جتنیا نکے سوں کیوں بکریاں کوں رکھیں
سنے یعقوب جب بیگریاں تھے یہ بات ۔ نہ کیتے عذر بھی دو جا کسی بھات
لنائیں جو یوسف کوں لے کر جائیں ۔ ولے بہت آنس تھے جے اس بھر الیائیں
عجب بازی دیتے بازی کے بھانے ۔ نہ وہ بازی نپچھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و در چاہ افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آ دنیاد ۔ کریں دنیا تھے بت فریادیں داد
نہ اس کے مکر ڈونگے کس بچھا جائے ۔ وجیت سب کوئی کرمت کس میں بھائے
بڑے اس کے دغا کے بائیں میں جن ۔ نہ کد نکلے غلطے کھا کھا مرے تن
دنیاں کے مکر کی بائیں تھے کرتار ۔ ہو الیوسف کے حق دایم نگہدار
جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے منگات ۔ چلے نے کر کرن یوسف کے تیں گھات
اچالینے ایسے ہنستے ہوس سات ۔ لجاوے میگ کوں جوں بھیڑت اس سات
جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے ۔ یکیس کے گود تھے یک لیوتے تھے
یکیں کھاندے پر اپنے بٹھلائے ۔ یکیں پیار سوں چکل سینے کوں لائے
یکیں چومے پیشانی تھی ادھر دھر ۔ نیں اس کے چرن رگڑیں نین کر
نظر تھے باپ کی غائب ہوتے جب ۔ بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب
سٹے کھاندے تھے سارن آپنا ہٹ ۔ دیسے بھیڑیاں میں ہور کانٹیاں میں منٹے

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
چُبے کانٹے جو چیرے گے سو پگ ماتیں
جو کھلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
جنوں تلویاں کو پھولوں چھاؤں چوبے
بھری اُس چرن کے لوہے سوں دھرتی
حَرن یوسف کے جس کھوئیں پر جو آوے
پچھیں پچھیں جو یوسف بیٹھ ساریں
کریں جب نیل آچھے مکھ اپر بھار
انوں میں جب کسی تھے جائیں آگل
کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون ہار
انوں تھے جب ہوتے باز و برابر
اوجیکا دور جی زاری سوں بھاڑے
دھریں زونے سوں جس کے پاؤ ویرنیں
دکھوں تھے عاجز آکر جیو پکارتے
اٹھیا اڑ راجو توڑیا آس انوں تھے
پچھاڑی کھا پڑیا لڑتا دھرت پر
ڈوبے انجواں منیں سرونگ کا پنیں
غریبی تھے کلیجا پھٹ کے لہو ہوتے
جھلیا دھا کوں تھے دل جھل جھل کرن ہار
نہ کوئی اس کو نکو ڈر کر کہن ہار
بکس تھے یک ادک آزار دیویں
سٹیا دھرک ہوا پلیٹ تر آدھار
حیا کچ تلملاتے بلبلاوے
چلاتے تیں کو سا اس کو لانوں دھات

عجب ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیراتے
پھلوں پھنکڑیاں کوں جوں کانٹیاں سوں گودتے میں
سُنا جوں چور ہوتے پتھریاں کیر گھاؤ
پتھر کانٹیاں تھے لوہے مان ڈوبے
کیا روروں رکت مکھ لال کرتے
سو وہ بھوئیں سُرخ روی کیونہ پاوے
نیکے مکھ پر جو اٹھے بات ماریں
کنک جوں سور بھی پایا جیند رسار
گنداویں بیٹ مکھیاں مار کو چل
ہوتے ویسے جس تن پیرہن بھار
مڑوڑیں کان ماریں گال اُپر
رن اس پر پاؤں بیزاری سوں بھار جو
ہینسے تب جمے کشن ہو پاؤں دھرتیں
وٹا دیں کوب سوں ماریں ہنکارے
بھریا مکھ میں رکت روجا سینوں تھے
سیہہ تن ڈوب رھیا مانی رکت بھر
کنیئے کرہاں سوں جوں سورجگ میں
نہیں اس کوں کوئی بس ہار وان ہوتے
ہوا ہیبت سیتی جھل کر مرن ہار
نہ کوئی اس بھاؤن سینے لارہن ہار
نہ کوئی دھرک سیتے آدھار دیویں
ترختا باپ کوں لیو کار لیو کار
نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے
ہو گن باپ سوں ہوراو گنومات

جو پائے بائیں اتنے میں یکایک — کھڑے رہے وہاں سو بائیں کوں دیک

اندھاری تنگ سانپوں سات سیں نور — نہ ہوتیے اس دھات بن کا فرکیر بے گور

نہ اس ڈونگائی ڈود بگنے فکر میں آئے — اُسے دوزخ کیرا کٹر کا کھیا جائے

بھرے سب جو کر مینڈک کھینکریاں سات — سڑیا چیکڑ گندا پانی بہوت دھات

جو کوئی جا کر کھڑے ہوتے گنبد اوپر — ایسے کو ندڑن ہوتے دم لے نہ سک کر

سمجھ وہ بائیں یوسف تئیں جو جونے — نپٹ بکسن لگے یوسف جو سونے

جنے کچ اڑا اڑا اٹھیا فریاد کر کر — جو یوسف کو گلے فعل موم پتھر

کرے نرمی انوں سیتی جتے دھات — انوں ہو تئیں نپٹ کر ملوے کیتے دھات

پھیرنے کاڑ کر لیتے ننگا کر — دستے تن جوں سورج میگھن تے کھن پر

ملول اچھے نرم دو دونڈ نیکے — جو جھیلے جائیں ریشم تھے سرک کے

سو بالوں کیاں جمرسیاں سات لڑے — لگیں اس دنڈ پر تیزیاں تھے کڑے

کمر اس کی جو باریک بالی کی دھات — کسے اسکوں بھی بالوں یا دھریاں سات

اتارے بائن میں راسریاں لیپا چھوڑ — سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ

پڑی بائن منیں سورج کیری چھاؤں — سو ہوئی وہ بائیں اپی سورج کیری ٹھاوں

اُپر پانی تھے کرٹی کوں پتھر ایک — جو تھا بیٹھا اُس اُپر جائے پل دیک

رتن مانیک واری اس پتھر پہ — جو بیٹھے یوسف اس پر پاؤں دھر کر

ویسے اس نور تھے اچھا ہوئے پتھرا — کہ جوں سورج تھے مانک ہوئے کنکرا

کھلیا اس بائیں کا انکار کا لا — کھید پایا رات کوں جوں سو اُجالا

مہکتی باس مہکے انگ کی یوں — جو ہوئی وہ بائن نافہ مشک کا جوں

ادھر امرت ادھر کی چھاؤں پڑ کر — ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر

جتے کیرے پتنگے لیں بھرے سب — بھرے سرونگ امرت اس دکھیے جب

یکایک جبرئیل اتنے میں آئے — یکیلی پن تھے یوسف کوں چھڑا سے

جو تھا تعویذ یوسف بانہ باندھیا — سو تھا ایک پیرہن اس ٹھان باندھیا

جو وہ پیرہن سرگ تھے اوترایا تھا — سو ابراہیم انگ اپنے دھریا تھا

جواسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے ۔ سواس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے
سو اس تعویذ میں تھے کاڑ پیرہن ۔ نیائے جبرئیل یوسف کیرے تن
پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتیا ۔ کہ خالق یوں بشارت توج دیتا
کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے برے دیس ۔ انوں کوں توں دیکھے انا تھے برے بھیس
سرن ستیں سبہہ تج پاس آویں ۔ تیرے صدقے وہ من آس پاویں
جے کچ کیتی جفا تج پر جو مارے ۔ چھپا کے اپنی نشاں ان کوں بچارنے
توں تو ہر بال بال ان کا پچھانے ۔ دنوں یک بال تیرا لو نہ جانے
جو یوسف سوں کیتے یہ بات جبرئیل ۔ رہیا سب دیکھ بسر کر جوں کمل کھیل
رہیا پھر اموک تحت کر ہوئے ۔ جو اس پر وہ اچپل تخت شمع ہوئے
رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی ۔ رہیا غربت بسر اس پائے ساتی

یوسف درچاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھیتر ۔ سوجے تھے دن جو نکلیا سورا نبر پر
مدینے تھے بڑے سوداگر آکر ۔ وہاں اترے سبہہ ڈیرے دیلا کر
نہ تھی نیری انوں ادں ہور یک بائیں ۔ ایسی بائیں کوں آئے نیر تائیں
پچھلے نیکے جنت یک مرد آیا ۔ سوا مریت نیر سلیدھن ڈول بھایا
کہے جبرئیل یوسف کوں کہ اٹھو بیگ ۔ بھگا پایس انکی تج درسن تھے جوں میگ
سورج دن دیپ ہو کر داو میں جا ۔ کیتا اس مین راسی میں لیچھے گا
کہ اس بائیں کے کنٹھ آچیت ٹھانا ۔ نکل جوں سور ہو کر جگ دیپانا
کہے جبرئیل جب یوسف کوں یہ بول ۔ تو بیٹھے ڈول میں سٹ اپنا تول
جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پیر بل ۔ پچھانیاں جے نہ اپنا بھار ہوئے جل
کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول ۔ نہ ہوئے اس ڈول کو لاپانی تھے یہ تول
جھکا کڑیا ڈول اس بائیں منیں تھے ۔ لگے دیدے پھرت اس دیکھنے تھے
دیکھت وہ مکھ یا بشری کہہ اٹھیا ۔ خوشی سوں دھن بیاں اموں لوٹیا

بڑے بھاگ اس جو پاوے مال کاڑیا — سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کا لڑیا
جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا مول — سو جب جیو ہی نہ ہوتی سب کیرا تول
ادک دھن جیو تھے جب آن جو دیکھیا — سو سب جیو سنچے کار اس کوں نہ لیکھیا
خوشی تھے پھگ پھلیا جوں پھول کھیلیا — کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول بیلیا
چھپا کر گت ستیں ڈیرے لیجا کر — نہ کھیا یک ٹھاوں اسے ہو تیک چھپا کر
سنچی یہ بات جے جن گنج پاوے — چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے
اجھوں بھائی کتیک بیری لہے تھے — تفحص تیں ایسے نیٹر رہے تھے
کہ آخر ہوتے کیوں اس کا سرانجام — نہ دوجا اس تفحص باج تھا کام
سو اس سوداگراں کیری خبر پائے — مکر سوں ڈھونڈتے تینوں مانی کن آئے
جو یوسف کوں پکارے — نہ ہونے باج گر جن پائیں کیرا
چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے — انوں پر مدعی ہو کر پکڑنے
کیتے یوسف کے تیں اس ماں یہہ جھوٹ — سو پائے آن پاس تھے یوسف کوں سیٹو
سو پکڑے اس کہ یہ بندا ہمارا — نہ کچھ ہتو نت ہو سیوا تمھارا
نہیں کچھ بندگی میں دھر کیں دھات — چکا تا کام ستی سات دن رات
سو آخر کام تھے ہو تیک کچو ائے — چھپیا اس پائیں بھیتر تھا اس کر آئے
ہمارا ہے ان آخر زاد لیکن — نہ اب تدبیر ہے کچھ بیچنے بن
کتیا کاہشی کریں نت او تھا اس سات — نہیں باٹ آوتا ماریں جتے دھات
نہ کچھ بیکیاں کیری پیروا ہمن کوں — جتے تھوڑے کوں منگیں تیں تمن کوں
نہ گھوڑے باج کچھ بیکے ہمن لیتیں — جو یہ کھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں
کھاڈیا پائیں منیں تھے جن جواعجت — خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے — جگت میں دھن پھگت تیں کوئی نہ لوٹے
سورج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول — لیتا امریت ہو رتھکر پال دیتا مول
ہوا یوسف کے تیں دے دام مالک — سو تھا اس تیں جگت میں تمام مالک
پچھیں سوداگراں لاد سب بھار — ہوئے سب مصر کو دھن جاونے سوار

مالک یوسف را از چاہ بیرون کردند در ڈیرہ خود نہادند

جو مالک پالیا بختیاں تھے پرسن
لیتا من یحت پرس یوسف کے درسن

اچا یار سیں اس چڑ کھن تھے اوپر
نہ ٹھیرے پاؤں شادی تھے زمین پر

چلن لاگیا اتالی سوں بہو تیک
کرن لاگیا بہو تیک منزلاں بیگ

جو مالک مصر کے نزدیک آیا
سو شہر مصر میں بہوتیک پایا

سبہہ اس شہر میں ایسی خبر تھی
کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی

لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا
جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا

... تین انبر کھوے رکھے ہیں
نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں

خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے
اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے

کہے میرا نگر سو کہاں خوبی
بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے تو بی

سرگ بن کے جو پھول تانے کھلیں گے
سو ان کا مکھ دیک پر توں جلیں گے

عزیز مصر کوں کھیا کہ اب توں
نکل مالک کوں سامن ہونے کوں

نظر موں دیک اس نیکے نھنے کوں
لیکر آ اس دیکھاون ہمنے کوں

عزیز مصر جب فرمان پایا
سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا

دیکھا یوسف کو دھن وہ ایک تعجب
یکایک ہور ہیا وہ بے خبر تب

نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس
بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اس

ولے یوسف سر اس کا آپ اچایا
کرن سجدہ الیس کے تیئں نہ بھایا

کہ یہ سر تو نہ دھر بن اس کیے دار
جو رکھیا سر سوں تج گردن پر ایکبار

عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات
کہ لے چل شاہ کن یوسف کو سنگات

کھیا بن شہہ کن آئے کیوں سری گا
خریدار ایسے کوں شہہ بن کون کرے گا

ہمیں جو آئے سو شہہ پاس آئے
ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے

کر دن چار اک ہمنا گوں رمنا ہوئے
تو تمہا کوں بھی آتی نیں صفا ہوئے

کہ کچھ تیک دور سے تھے چل آئے ہیں ہم
ہوئیں آسودے جو لیں چار یکہ دن دم

آتا ریں ماندگی جا گین لنگھن کی
دھولا دیں کپڑے ہور گرد تن کی

صفا پاکھے سوں شہ سیلوے کوں ٹانکیں
خوشی سوں شہر کی رخ پاؤں راکھیں

عزیزا ایسے بچن نیکے سنیا جب
پھر پا راجے کیری سیلوے کے تئیں تب

کہیا شہ سو جو یوسف روپ کیرت
جو جا کے من میں شہ کوں آگ غیرت

دنیا تیر و پ جے سب روپ نیکے
جو سورج سو نکھیتران کے لیکھے

کھڑے ہوئیں سبہہ بازار میں رست
جو چھوڑیں دیس کا بازار ایک ست

اجالا جوت ادک فلیتوں کوں دلٹے
اندھارا رات کا اندھار پھاٹے

حریری کسوتاں سب از زنگاری
سُنیا جو ہر جیڑت سرو ننگ بھاری

کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں
یہ سب بازار یوسف کا جھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل داد در دریائے رود نیل

جو جو تھا دیس وعدے کا جو آیا
سورج کھن نیل کنٹھے پہ سیس اجایا

کھیا یوسف کوں مالک اے سہن ہار
کہ توں اب نیل کنٹھے پہ آ سورج سار

سوگند باس انگ کیرا میل کر دور
جو دیسے دیہہ سب نرمل نجھل نور

بدیم یگ کیہہ پر مل مرگ مد سوں
قدم کر چھوڑ سکلے نیل ند کوں

سو مالک کے کہے پر وہ جگ اُجال
دیپایا ند کوں جھاؤں آپنی گھال

جھمک دوجی جو بالوں پر تھے کھنچیا
سورج اندرے میں تھے لنس کا کر ایا

لگایا کیڑے ات صاف تن تھے
کھلیا جوں میگھ سورج دن دین تھے

جو باندھیا نیل کا تہبند کالا
میلیا جوں رات سو تن دیس اجالا

جو سب جگ دشٹ دانشا روپ کا نور
کہے انبر تھے مت آیا اتر سور

یہ جھانے جی کہ سورج تھے ادک تھے
نہ دے پہ جوت جو سورج نزدیک تھے

حنو لے دیتہ سورج ڈاتی ہارے
چھپے اس تھے سورج تے جوں ستارے

جو شہ اس دیک خبر اپنی گنوایا
خبر اس روپ کی اس وقت پایا

ہر ٹے لوگاں تھے ایسی سچ خبر ہے
کر دیکھے ہور سنے کوں بہہ اثر ہے

پچھلے سن خبر اس روپ کی سن ۔ نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں یک گن
جو اپنی دشٹ سوں وہ روپ دیکھا ۔ سبھ جگ روپ ل یک نچ نہ دیکھا

بوقت آمدن یوسف در دربار بادشاہ زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آد تے بھی پاٹ لگ جب ۔ نہ پائی تھی زلیخا دہ خبر تب
ولے جیو کوں اکو جانتیا کیا تھا ۔ ہوا تکھ گن برہ جبتنا سوا تھا
ہوا من مت کے تئیں من ات اتالا ۔ ادک ہوتے تلتل جیو کا الالا
نہ سوجے اس کہ اسکا کیا سبب ہے ۔ عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے
کری بھلا لیوں تلتل کیتے چھند ۔ ادک ہوے دکھ کرے جیچ چھند بند
اچاٹیا دل نیٹ جب گھر اچھیں تھی ۔ چلی بھلا لیوں جنگل سنڈ ن تھی
ہیوتیا اگ کی دیر اک سیتی ۔ کیتے دن لاگ جنگل میں رہی تھی
دکھوں دنو اس لے جنگل میں پھری ۔ ولے یک تل برہ بھڑکا نہ ٹھری
جو اس ایک تن کی تنگی سے اٹھی آگ ۔ سو آگلے کیوں نہ تپے ڈونگر سیہ لاگ
عجب تنکا جونت یوں جلتا ہوئے ۔ جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے
جرم جلتا اچھے ہور راکھ نا ہوئے ۔ نہ تنکا جگ میں ایسا دکھیا کوئے
بجھادن آگ برسادے انجھواں مینہ ۔ بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ
میلانے اسباب دا شادی کیرے سب ۔ ولے اسکوں اچاٹ اگلا کرے سب
بھجو تیک تلملی ہور جٹ پٹی تھی ۔ نہ جگ سکھ تھا جہاں بیٹھی اٹھی تھی
ہو جھاڑے جھاڑ پھیر پھیر داز آئی ۔ نہ کس سوں دکھ تھے بن دکھ پھل کھائی
سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی ۔ جیڑی ہو دج میں ہوا ونش چلائی
نگر میں آئی جب اب گھر کوں جاون ۔ سو تھے اس باٹ شہہ پچھے کے ناسن
تو اک غلغلا ہور طور دیکھی ۔ نہ دیسا شور بھی کس دور دیکھی
لگی پوچھیں زلیخا ہوئی حیران ۔ کہ یہ کیا شور کس یوں جگ پریشاں
کہے مالک سفر تھے پھر کو آیا ۔ سو کنعان تھے غلام یک وہ جو لیا یا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ
لبد اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ

جو کئی لکھو سورج اسکے سامن آویں
نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکاویں

زلیخا سیں اجا دیکھت بچھانی
کہ ہوتی یہ ملکھ الیس جبکی دیوانی

سو کچھ ارڑا اُٹھے ان کو خبر تھے
جو اس تھے جگ سنے گرجن انیر تھے

بچھاڑی کہا پڑی بے سدھ ہو کر
پڑے جیو ڈب الیس تھے ہات دھو کر

ترت وہ اونٹ وال اونٹن چلائے
اسے اس کے محل لگ انیڑ اٹھے

وہاں جب جگھ زلیخا کوں خبر آئی
لگی پوچھن اسے بہہ جیو سوں دائی

کہ تیرا حال کئی ایسا پریشاں
منجے کیہ کھول میں بلہار قرباں

کہی لے ماتی میری کیا کہوں میں
دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں

تھنا کنعاں تھے مالک جو لیایا
جو سارے شہر میں وہ شور چھایا

جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں
خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں

وہی ہے ساج میرا من مہانا
اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا

نہ میں اس باج مانگوں جیو اس تن
نہ میں اس باج مانگوں جیو جیون

سپن میں جو دیکھی سو یہی ہے
سمت میت کر جو سیکھی سو یہی ہے

دھرن تن تاب میں سنتاپ اسی تھے
غریبی لے سئی ماباپ اسی تھے

اسی سے جیوتے مرتے سہے ہوں
اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں

یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل
چلے تلملتل اسی ڈر تھے میرا دل

کہ میرے جیو سوں کن آنگ سنگ پائے
اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے

میرا انزل جیدا کس لین جگاسے
سورج ولی دیپ ہو کس دن دیا سے

نین کس کے ہو تیس بنت اس تھے درشن
محل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن

مگن اس کن آپی سنپت سراگا
رکن اس یک کیہ آپ نیں بھراگا

میں اس تھے آس من کی پاؤں یا نہ
نیکے تلویاں کوں نینو لاؤں یا نہ

جو پوچھن جائی وہ توں سکائی جلتی
بچھائی ہے نہ کچھ تدبیر چلتی

برہ کی آگ پی بن کن بجھا دے
دو چا پیہ کوں میلا وے تن بجھا دے

زلیخا اس قصے تھے ہوتی خبردار
دو گن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار

گیرا یک سب تن اس تھے آس توڑے
ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے

عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا
اپنیاں مولوں نیاڑا کرلے کرہ آ

کہیا جے کچھ مرا ہے سو دفینا
سُنے مانک درب دھن کا خزینا

نہ اسکے مول کا آدھار جو ہے سب
کہاں میں مول سالم دے سکوں سب

زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو
دیوں اس دھن جے کچھ میں بی ڈھیروں سو

رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں
گگن پھر جوں نکھتر بکھرے ہیں

جو یک مانیک کا قیمت کریں گے
خزینے کئی شہاں کیرے سریں گے

عزیز یک اور بھی لیایا بہانہ
کہ لیتا ہے اسے شاہی مہاتہ

زلیخا بھی کہی جا بادشاہ کے پاس
سرن کر بھو تیک اس جم شاہ کے پکا

کہو اس کوں کہ منج من یہ بڑا دکھ
جو جگ میں منج نہیں بنگڑا نیں سکھ

دھروں شہہ کے کرم تھے آس بھو تیک
کہ غم خواری کرے یہ دکھ مرا دیکھ

جو اس بچے کوں لیوں منج رضا ہو جے
تو بنگڑا منج ہور شہہ تئیں ندا ہوئے

عزیز اس بات کوں شہہ سات آکھیا
رضا دی اس کوں پھر مان را کھیا

عزیز مصر تب اس مول لیتا
اسے فرزند کن بھان دیتا

خوشی سوں لے گیا اس آپنے گھر
کیتے اس تئیں زلیخا من منے گھر

گئی بابیل سجنا کی پاس آکر
وہ رو اس آتی بڑی من آس پاکر

پھری اس کی خبر شادی تھے بھو تیک
پھر آتی ڈرشٹ دونوں جگ تھے آس یک

پیا ہے پر نیٹ پیار آونے تھے
چلی پیا روں انجھو نینوں منتے تھے

گلے نینوں سوں پگلے دوہے رگڑاہی
پرت انجھواں سوں تلتل دھوئے پکڑی

خوشیاں تھے تلتل اس ہوش جاوے
امس تھے بھگ جگت میں نا سماوے

گھو دوزخ تھے جس جنت لیجاویں
زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں

جو پاتی بھاگ تھے من آس سنیور
سبی بھاگوں کی پیدا ہوئے معذور

گنگس سر کرن تھے پگ تل نہ جاوے
سبھو جگ من میں یک رج کر نہ لیاوے

نہ رہیا تاب اسے بجز نیک خوشی تھے — رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تے

سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی — کہ میں یا لجتیاں تھے یہ یاد نہ دھرتی

کہ دیکھی جاگ میرے کارنے جیکھ — جو پاؤں جاگتے میں میلتی سکھ

نہ جانوں سوتے نہنا دیکھتی ہوں — کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں

کبھی شد سوں میلا و اسیچ مانے — آپی آپ مان بھوگ اپنا لکھانے

جو کئی دن برہ بس تھا منج چارا — ملن امرت پائی اس کا اتارا

جو میں دکھ کے اندھالے میں پسی تھی — نہ منہ منگ بات ایتی سنیر تھی

سو سائیں جگ دیا دن روپ اجالے — منج بیٹھ بھوگ دولت کی دیکھالے

کریں تلتل شکرانا خدا کا — کر دنیا سکھ گنوایا دکھ سدا کا

کدھیں اس دیکھ کر حیران گم ہوتے — کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد کر روتے

کبھی اس کو دیکھ دکھ ناؤں نبارے — ایسے یہ حال تھا اس دیس سارے

قطب مشتری

۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء

ملا

وجہی

آراستن محل مشتری

بجد ہو کے جدّو و جود دھرنے لگیا　　سو اُس محل کوں نقش کرنے لگیا
جو زرنیخ جیوں چاند سنا سو سور　　سفیداب تارے ہیں شُرخی سو نوز
عطارد چتارے کوں نیں کچھ غم　　کہ دھرتا اچھے ہات جوزا قلم
جو خوش ہو اُمس لیائے ٹک دل منے　　تو لک محل چترے وہ یک تل منے
رنیٹ دھیان یک دل سوں دھرنے لگیا　　بکتر چتر وہ چترنے لگیا
کہیں بن بیاباں کہیں سمد بھار　　کہیں مرغ ماہی کہیں پھول جھاڑ
کہیں شیر شرزا کہیں گج ترنگ　　کہیں باز بحری کہیں یک کلنگ
کہیں بت بت خانے ہور بُت پرست　　کہیں نار ہور پُرش یک ٹھار مست
کہیں شاعراں شعر کہتے اہیں　　کہیں چشمے امرت کے بہتے اہیں
کہیں ہیں ملانے کہیں ہیں خمار　　کہیں ہیں دیوانے کہیں ہیں ہشیار
کہیں تخت پر کوئی سُستی مست ہو　　کہیں بیٹھے دو یار ہمدست ہو
کہیں پیر شہید ہور پیغمبراں　　کہیں دیو جن ہور پریاں اچھریاں
کہیں خسرو ہور شیریں یک ٹھار اچھے　　کہیں لیلی ہور مجنوں دو یار اچھے
کہیں گاتی گاون خوش آواز سوں　　کہیں پاتراں ناچتیاں ساز سوں
کہیں دھترے مرغ سیمرغ سہر　　کہیں چاند سور تج تارے انبر
چتاریا چترو و اپس ہات سوں　　سنواریا محل کو کھوت دھات سوں
کیا چوک بیچ چوک اس چوک پر　　نزاکت سوں سنگار نازک کر
سُہے چوک اس نقش میدان پر　　کھلا چاند کا جیوں ہے اسمان پر
لکھیا شہ کی صورت وہاں آن جو آ　　ہلی کاند نہ جیو سب جیو پا

اگر اسگوں باتاں میں کوئی کھولتا　　تو ہر سنگ اس کا بچن بولتا
اہیں سنگ جو اس کا مذ رنگ رنگ میں　　کو تاثیر مسیحا اچھے ہر سنگ میں
یو تاثیر اچھے شہ کی تاثیر سے تھے　　کہ جیوں جھاڑ مڈتا اچھے نیر تھے
لکھیا نقش سینسار کی نار کا　　کیا شہ کوں مدنا یک اس ٹھار کا
جتر جھلکے یوں شہ کے مکھ بھان تے　　کہ روشن زمیں جیوں اچھے آسمان تے
دیکھایا محل کوں جو مستید کر　　کہ ہر ایک انگلی کوں تھا سو ہنر
ملر اسر محل جیوں کیا بوستاں　　کہ جو شیحال ہوئے دیک سب دوستاں
محل خوب اعلیٰ یو جیوں شرگ ہوا　　دندی دشمناں کا سو جھل مرگ ہوا
اسی دائی کوں واں بلا بھیج کر　　لکھیا مشتری شاہ کوں کر خبر
تمیں کام جو کئے تھے سو سب ہوا　　اسے دیکھنے کا سو وقت اب ہوا
دیکھو یک نظر اس محل کوں آتال　　کہ میں لی مشقت کیا اس دنبال
دھرو منج اپر ٹک شفقت تمیں　　کرو چیز میری مشقت تمیں
ہر ایک کام ہوتا جو اولاس تے　　سو شاہاں کی امید ہور آس تے
اگر شہ کی اچھتی نہ امید احس　　نہ ہوتا منجے یوں اس ہور الاس
بڑا شاہ کو وو اچھے جو کچھ دان دے　　نوازے ہنر مند کوں مان دے
ہنر زیاست ہوتا اچھے دان تے　　نہ اس کی فہم عقل ہور گیان تے
نکو کر توں تقصیر کچھ دان کوں　　کہ ہوتا اچھے بل دان تے گیان کوں
سند یوں ہنر پروری کا اچھے شہ　　نہ یاں جھوٹ کچھ شاعری کا اچھے شہ
ہنر اچھے ہنر مند کوں کیا غم اچھے　　جو بخشیں ہنروند کوں سو کم اچھے
طلب ہے جو غالب طلبگار پر　　کرے ناز ہنروند خریدار پر
ہر ایک خوب جان ہور خریدار میں　　بچارے ہنروند کوں واں بھار میں
یو موقوف ہے سب خریدار پر　　سرافراز کرتا سمج کار پر
ہنر خوب ہر بار ہوتا نہیں　　رتن پاک ہر ٹھار ہوتا نہیں
اگر مانی اچتا تو اس وقت پر　　تو معلوم ہوتی مری کچھ قدر

مجھے ناز کی ہے ہرے کام میں — سو مشہور ہے روم ہور شام میں
نہ کچھ آشنا کس پہ دھرتا ہوں میں — غرض بات دنیا کی کہتا ہوں میں
توں درمیانے آئی تو یو کام کر — مرے کام کا کچھ سرانجام کر
ادھر سٹ نہ دے کام توں کر تمام — کہ تیری بزرگی ہے میرا سو کام
جو سمجے سو دو بول کس نا دھرے — بخت خوب تیں تو ہنر کیا کرے
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار — تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار
دونے دو لو یک ٹھار آنا کدھاں — ہنروند مقصود پانا کدھاں
کہ بنلکھی کے تیں زور پر کا اہے — ہنروند کوں تقوا ہنر کا اہے
بخت نیں ہنروند کوں تو غم نہیں — ہنر خوب پچ بخت تے کم نہیں
ہنر خوب اس پر جو بخت ہے بلند — یو دو لونی ہووین تمنا ہور سگند
توں خوشحال آج ہور نکر کچھ غم — بخت خوب تی ہے ہنر خوب کم
وہی شاہ عالم میں عارف کوا ہے — ہنروند کا لاڈ جے کوئی چلاے
کہ نازک ہے یوں دل ہنروند کا — جو نیں تاب معشوق کی چھند کا
ہنر خوب ہنروند جو دھرتے اہیں — سو شاہاں اُپر ناز کرتے اہیں
ہنر خوب جیوں خوب محبوب ہے — ہنروند محبوب تے خوب ہے
سراؤں اسے شاہ ور ساز سوں — جو سو سے ہنروند کے ناز سوں
ہر ایکس کوں دل فہم سوں جفت نیں — کہ عارف لکھوانا یو کچھ مفت نیں
عطارد وہاں بیٹ بچھونان سوں — لکھیا بات اس دائی مہروان سوں
ہنر میں جو اُس دھن کوں کچھ کام ہوئے — تو جس خاطر آیا سو وو کام ہوے
عطارد دیو بات اُس تے بولیا لکھی — کہ دیکھے دل اُس نار کا ٹک بجھا

دیدن آرائش محل و انعام دادن مشتری بہ عطارد

لکھی دائی جا مشتری شاہ کوں — سورج جس تے روشن ہے اس ماہ کوں
کہ شتہ مستعد سب ہوا ہے محل — توں اس محل کوں دیکھنے آج چل

ترے حکم کوں شاہ جیسں نئی اچھے
تجھے اس محل کا ہوس لئی اچھے

توں دھرتی تھی لئی دیس سوں یوچ آس
کہ کو ہوے گا یو مرا محل راس

خدا آس تیری سے تجھے اب دیا
کہ جیوں محل منگتی تھی توں تیوں کیا

محل دیکھ ہور مان شہ ساچ کر
مری بات تو ہور اس کا ہنر

کہ شاہاں کنے جھوٹ کہیا نہ جاے
مجکوی جھوٹ کئے سو بتیا راگنو لاے

بلند مرتبا جھوٹ تے ہوے پست
دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست

اگر جھوٹ سچ کوئی بجھہار ہوئے
ہنر عیب جو ہے سو اظہار ہوئے

عیاں شکل ہے دیکھتا عیب کوں
ہنر ہے سمجھنا ہنر عیب کوں

بچن دائی کے سن سو دھن کر منج
درست ہے لکر آپنے دل میں سبج

چلی نار اس ٹھار اس کے سنگات
تماشا محل میں دیکھی وھات دھات

محل دیکھ دائی کوں گل لاے کر
انند شوق ہور ذوق حظ پاے کر

جو بولی اتھی بات وو دھن سجان
عطارد کوں اس تے بی دی زیاست دان

شہاں کا دل اس دھات اچھنا بھلا
دست اس وضا بات اچھنا بھلا

خدا جب جسے کچھ دلاتا اچھے
توں شاہاں کے بی دل میں لیاتا اچھے

خدا جب دلاوے تو کوی کچھ پاے
شہاں کاں تے دیں جو خدا نا دلاے

خدا پاس تے توں امید تم سن منگ
اگر توں منگے تو خدا پاس منگ

جو شاہاں اپر بول دھرتے اہیں
غلط ہے الویاں بسر تے اہیں

عطارد کا حاصل مقصود کر
ممبا دان دی دل کوں خوشنود کر

جو یک ٹھار ٹک ٹھیر چنچل کھڑی
نظر شاہ کی صورت اوپر پڑی

صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو
پڑی بے سُدھ ہو کر اسی ٹھار وو

کتک وقت لگ دھن وو بے ہوش تھی
سو شہ کی محبت کرے جوش تھی

کہ آہاں پر آیاں جو ماری اُسنے
ستی مست ہو ہوشیاری آنے

سو وو دائی پکڑی دکھوں جھورنے
لگی بات الیس میں اپنے جوڑنے

کہ وا اس نھنی کوں یہاں کیا ہوا
مری چندنی کوں یہاں کیا ہوا

کہاں جاؤں کس کو کہوں کیا کروں
اتال اس کوں اس ٹھار میں کیوں دھروں

مبادا پری کا اچھے اس نظر
کہ یو ہوئی لیکائیک یوں بے خبر

منجے آج دستا نہیں کچ کہیں
منتر کاری بھی کوئی حاضر نہیں

تو محل ھے کیا ہوا یاں اسے
لیکر جاؤں یاں تے اتا کاں اسے

اُٹھاتی تو اُٹھتی نہیں نار یو
نہ جانے کہ کیا دیکھی اس ٹھار یو

سو ویسے میں وو نار ہشیار ہوی
جو تھی بے خبر سو خبر داری ہوی

صورت شہ کی تل تل بجھانے لگی
کھڑے قد پہ بلہار جانے لگی

دیک اس نقش کوں نار حیران تھی
سو سُد بُد گنوا سب پریشان تھی

نہ ان بھاوتا تھا نہ پانی اُسے
ہوی تلخ سب زندگانی اُسے

پکڑ رہی تھی واں نار اس ٹھار کوں
کہ بھاتی وہی ٹھار اس نار کوں

وہی نقش تن تھا وہی نقش من
وہی نقش پانی وہی نقش ان

قطب جیوں قطب ٹھار پر تھیر ھے
وہاں مشتری پھرتی جو پھیر ھے

محبت جو پکڑیا ھے یوں وات کر
بچاری کہاں جائے وو نہاٹ کر

اگر کس کوں بل بل جو رستم اچھے
محبت کی تل تل سوں بل کم اچھے

پیارے میں ہوں راتی بکیلی کیوں جیوں مای
موتی ایک ہاری موتی سو یر ھے کی جھار کھائی

غش کردن مشتری از دیدن تصویر قطب و پند دادن دائی

لگی پوچھنے دائی اس نار کوں
کہ اے مائی کیا دیکھی اس ٹھار توں

ترا دل نہیں کی انند سُکھ پر
کہ قربان گئی دائی تج مُکھ پر

محل دیکھنے آئی تھی شوق سوں
سو اب بیٹھی کی یوں توں بے ذوق سوں

چھپاتی توں اس بات کوں کی اے نار
تجھے کون ہے منج تے بھی دوستدار

تو بیگانی منج جانی اس دھات کی
نہیں بولتی کھول یو بات کی

کہ ما باپ ہور یک بڑے بھائی سوں
چھپاتے نہیں بات کوئی دائی سوں

جو توں ناکہسی منج کن اپنا یو حال — تجے دو وہر گز نکر سوں حلال
اگر ٹک جو توں ناز سوں چھند کرے — تو بیتکھیاں کوں بارے یہ پابند کرے
ترے مکھ جل تل جگت لون ہے — توں جس تائیں یوں ہوی سو دو کون ہے
کہ یو بات توں منج تے پر کسوں — اے بھی زیاستی سوں مرے سہر کسوں
فرشتا اگر ہوئے اسمان میں — تو میں لیا دیووں تیرے فرمان میں
کہی دائی کیا پوچھتی حال توں — نکو پڑ تجھٹے میرے دُنبال توں
بجد ہے توں اس بات کوں کھولنے — ولے منج طاقت نہیں بولنے
زبان من منے لٹ پٹاتی اچھے — نہیں بات لیکائیک آتی اچھے
فہم داری کی فام سوں فام توں — وِکد پر وِکد دینے کیا کام توں
ترے ہات تے کام آسی نہ یو — جو کوئی تجے میں تو ہوسی نہ یو
کہی پیچ ہے کیا ہوے گا منج تے کام — کرے گا حق اس کام کا اہتمام
جو بھوت یچ پوچھی حیران دائی — تو اس دائی کوں شہ کی صورت دکھائی
یدی اس صورت کی دیوانی ہوں میں — چھپیا بھیدیاں کچھ جانی ہوں میں
یہی نقش بھوو بھلایا منجے — یہی نقش ینہہ اب لایا منجے
اسی نقش کا دھیان دھرتی ہوں میں — اسی نقش کے تائیں مرتی ہوں میں
اسی نقش کوں دیکھ پریشان ہوں — اسی نقش کوں دیک حیران ہوں
یدی نقش اے دائی منجم کیوں کیا — میں عاقل اتھی دیک بیغم کیوں کیا
منجے میری صورت پہ لی تھا گمان — ولے یو تو منج تے بی ہے خوب جان
کہ جس جان کا نقش اس دہات ہے — سو شہ جان آپے وو کس دھات ہے
سو شہ کی صورت ٹک بجھا دیکھی دائی — سو وو دائی بھی سد اپنی گنوائی
کہی نیں ہے تیرا گنہ پچ دھن — کہ ایسچ صورت ہے یو من ہرن
لِتس اوپر توں بی نارہے باؤلی — اچھا لیا بدن ہوی ہے اوتا ولی
توں چنچل چتر نار اتنی سی ہے — بڑی چھند بھری بھوت نتنی سی ہے
یو کیا ہے عشق جو توں کری — بھلی ہے توں شاباش جو نیں ڈری

پرت بنت میں توں نوی آئی ہے
عشقبازی دھن کچھ نہما کام نیں
کچی توں تجے بُرکچی ان ہے
خوشی آہ ہے دشمنی توں پچھان
غرض وند کوں یو بات کاں فام ہے
توں اس نقش سوں عشق سازی اہے
عشق کیا ہے کر کے پچھانی ہے توں
ہوس ہے نکو جا ہوس کے دُنبال
طرز عشق کا تھا سو کتی پائی وو
تلیں تل مٹکتی بھی اُس مائی کوں
تو ماباپ فرزند کوں بیچ گود دھر
وو دھن جانے ہور اُس کے من کا حبیب
(ن) تھوڑا ابھوت جانی ہے بھی جان گئے
اگے عشق کیا ہے سو جانے گی توں
توں کس باپ کنوا کر ہوئی ہے نکس
توں صورت ستی جیو کیا لائی ہے
اگر معنی سوں جیو توں لائے گی
عشق صورتی کام ناآئے پرکچ
عشق صورتی جائے گا جان توں
سو دھن دائی کوں کئی کہ تیں تج فام
منجے معنی دستی ہے صورت بھتر
تزک کس کے کہنے کوں نیں آئی ہے
جو معنی عیاں مجھ ہے صورت منے
اول تے ہوا ہے میرا حال یوں

اجھوں نینہ کے چر کے نیں پائی ہے
نھنی ہے توں اجھوں تجے فام نیں
کہ کانداں کے نقشاں سوں جیو لائی ہے
دوکھا کر جو بولے اسے دوست جان
دُکھا بولتا دوست کا کام ہے
یو نینہ نیں ہے طفلاں کی بازی اہے
گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
بھلی و وجو ایسے رکھی یاں سنبھال
وے پند کوں کہتی بھی دائی وو
کہ واجب اہے پند دنیا دائی کوں
بھروسا جھوٹ کرتی ہے دائی پر
کنا تھا سو کی وو پچھیں یا نصیب
مری بات توں ساچ کر مان نگے
بڑی ہووے گی تو پچھانے گی توں
کہ آدھا اہے عشق سارا ہوس
توں صورت منے معنی کیا پائی ہے
تو صورت تھے کھل بھی توں کچ پائے گی
لگا معنی سوں جیو جو توں پائے پچ
عشق صورتی خوب نیں مان توں
ازل تیج تھا ہونہارا یو کام
تو لبدی ہوں اس پاک مورت اُپر
اگر ما اگر باپ اگر بھائی ہے
بیاں ناکیا جائے وو کسو
پڑی کی توں نھنی میرے

جو میں منگتی دارو سود لیسی نہ کوئی
کسی کا درد بانٹ لیسی نہ کوئی

دنیا میں جتا دیکھتی ہوں جیسے
ایس کا ایس کوں پڑیا ہے کیسے

یو دلسوزی تیری خوش آتی نہیں
دیوانی ہوں میں پند بھاتی نہیں

دیوانی دیوانے کی پند دیوے نکو
رو لگا کر بُرے بول توں کے نکو

اچھیں جو لگی اُس نہ جھنجھولنا
یو دُکھ پڑے دُبل تیرا بولنا

کہ غصے سوں منج پر اٹھتی ہے توں
کہ جلتے اُپر تیل سٹتی ہے توں

اگر میں تجے پچ کہی اے سُلدھر
دیوانی ہوں اس کا نکو عیب کر

نکو عیب کر دل میں پچ ریب تے
دیوانا ہے کالی (؟) ہر ایک عیب تے

کیا عقل میں آج کے لھو گھونٹنا
بھلا ہے دیوانی ہو کر چھوٹنا

دیوانا جو کوئی ہوئے زمانا پچھان
وو عاقل ہے اس کوں دیوانا نہ جان

غرض ایسی باتاں سوں کیا ہے تجے
نصیباں منے تھا سو آ پڑیا منجے

نہ کوئی عشق کوں لیا نہارا اہے
کہ یو عشق ایسے آنہارا اہے

جہاں عشق ہے واں ہے حیران سب
اقل ہور فہم شُدبُد گیاں سب

نہ جاسی پرت منج تے اب چھوٹ کر
کہ دل لے گیا ہے میرا لوٹ کر

یو فریاد تیں کس کنے جا کروں
نہ ہونا اتھا ہور ہُوا کیا کروں

پرسیدن مشتری وخبر صورت محمد قلی از عطارد

عطارد کوں بھیجی بُلا نا زو و
دو نوں بیٹھے مِلکر سو یک ٹھا رو د

کہی توں سنوار یا محل ساز سوں
لکھیا صورتاں اس میں بھو ناز سوں

صفت دور تے تیری سنتی تھی جیوں
سو نزدیک تھے آج میں دیکھی تیوں

ہنروند توں سچ پچھانی تجے
کہ مانی تھے تج زیاست ماتی تجے

کہوں کیا تیری خوبی کی باب میں
ہر اوّں تج ایسے کوں کس دھات میں

سو دھن بات بھو دھات اس سات کر
کہ اس سات بھو دھات یو بات کر

کہ تج سات یک راز دھرتی ہوں میں
سو اُس راز کی بات کہتی ہوں میں

سگی شہ کی صورت اُپر کی نظر — کہی اے عطارد توں سُن کان دھر

(ن) کسی شاہ اپنی یوں اس نار کوں — چمک پیچ کھینچ لیتا ہے جیوں سار کوں

(ن) نہ جانو کہ یہ نقش کیا سحر سے — کہ ہر دل میں اس نقش کا مہر ہے

دنیا میں تو کیں صورت اس دھات میں — توں جیو تے لکھیا یا کہ دیکھیا ہے کیں

میرا من بھلایا یو من ہر صورت — لیا دل دیا جیو یو دلبر صورت

عجب راز ہے یو چ پایا نہ جائے — جو پائے تو مقصود کہیں نہ جائے

(ن) کتا ہیں رکھوں دل میں نا بول کر — کہتی ہوں تیرے پاس اب کھول کر

(ن) کہ یو بھید کر توں تجے فام ہے — کہ تجسوں انگے بی منجے کام ہے

عطارد کھیا دل میں اس دھات لیا ہے — کہ سنیڑی ہے اب یو[1] تو جانے نہ پاے

بہت سیج ستی آج یو کام ہوا — اتال انت اس کا منجے فام ہوا

جو مقصود کوں یاں لگ آیا ہوں میں — سو الحمد للہ کہ پایا ہوں میں

سنے گا اگر شاہ اس بات کوں — تو خوش ہوے گا منجہ بھو دھات سوں

چتارا چتر گنونتا خوش لکھن — کھیا کھول سب مشتری نار کن

تعریف کردن عطارد پیش مشتری از محمد قلی قطب

براہیم قطب شاہ ہے شہ سُبحان — دکھن تخت کہ شہر اس کا مکان

شہاں نعل بندی دیتے ڈرتے سب — جنگل یکڑے ہے[2] وو نکل گھرتے سب

ظلم نزیاستی تھے مُلک پاک اس — کہ مشرق تے مغرب تلک دھاک اُس

شٹے گا بنی گاب اس دھاک تے — چھپیا بھیں بھتر رستم اُس دھاک تے

جو اُس ڈر نہ اچتا سمند دل منے — تو جگ کوں ڈباتا دو یک تل منے

اگر ہیبت اُس کا نہ دھرتا یو ن — اُڑا اسٹ دیتا بھیں کوں تنکے نمن

اُسی عدل تے گال کر سب سہر یہ اگن کانپتی ہور لرزتا ہے نیر

محمد قلی فرزند اس راج کا کہ لایق ہے دو تخت ہور تاج کا

۲ تلاسیں[۱] پیشانی سوں پگ سُندریاں دیوانیاں ہیں اُس کیاں سو حور و پریاں

جُھلکے نور شہ مکھ چندر میں اچھے نہ جن نا پری نا بشر میں اچھے

پریاں شاہ کے عشق کا پا اُمنگ پڑیں شہ اُپر شمع پر جیوں پتنگ

جو انگلی چیکل چکہ[۲] دھرتا اچھے تو سوراخ شہ سنگ کوں کرتا اچھے

لگا عشق لاک استریاں لاک دھات دیوانیاں ہوں پھرتیاں ہیں اُسکے سنگات

ہر یک گوپنی شہ کی جیوں ماہ سے کہ اس دور میں کشن او شاہ ہے

اگر سور جیسی اچھے کوئی سُندر بلا دور ہُوے شہ کے پاواں اُپر

ہُوا پرگٹ اس کا حُسن یاں تلگ کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا ہے جگ

جہاں پانو دھر شاہ چلتا اچھے وہاں آب زمزم اُبلتا اچھے

رہے جان جہاں[۳] جان شہ بجھ بل اچھے چھانو جیوں دولت اس پانو تل

دو ایسا ہے شہ جان سُن اے سُندر سگی ما بھلے گی اسے دیکھ کر

صورت اُس کی اس دھات اچھے خوب جب جو توں دیک اُسے بھولی تو کیا عجب

جو شہ باغ میں ٹک تماشے کو جائیں تو ان روت جھاڑاں پھلاں بار لیایں

شہنشہ کے دیدار کے نور تھے سُکے جھاڑ ہرے ہوئیں بھی سیر تھے

کھیا سب ولے ان کھیا میں یو بات کہ عاشق ہے تیرا سگھڑ شہ سُجات

کہ مت سہر چپے بات یو سون کر ہوا کام بھی سہرتے ہوی تل اُپر

جو عاجز ہو دکھلائے عاشق نیاز تو معشوق کرتا ہے تیر تیج ناز

کہ خوباں میں عادت سو اس دھات ہے چھپی میں ہے مشہور یو بات ہے

سُلکھن چتر دھن چنچل گُنو نتی سو شہ عشق کے مرسول ہوئی بھی متی

کہی کیا ہے تدبیر اس کی اتال کہ منج تو اب ریا نہیں کوچ حال

دکھایا صورت جیوں توں تصویر کر
تو تو یو منج کہہ اس کی تدبیر کر

مرا حال کیا ہے سو جانے تمہیں
چھپیا راز دل کا پچھانے تمہیں

تہیں میرے غم کا سو غم خوار ہو
کہ میں بیٹی توں باپ کے ٹھار ہو

کسے بات یو بولوں میں جاے کر
کہ تدبیر میری کرے آے کر

جو منت لگی کرنے مجبو دھات سوں
عطا رد قبولیا وو اس بات کوں

دیا آس اس نار کوں پیو کا
کہ مرتے کوں تقوا دیتے جیو کا

غزل گفتن مشتری از فراق محمد قلی قطب شاہ

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آمل رے پیا
تج بن منجے جیونا بہوت ہوتا ہے مشکل رے پیا

کھانا برہ کیتی ہوں میں پانی انجھو پیتی ہوں میں
تجتے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا

ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے
ہر ہا لو سنتا تا منجے تج یاد تل تل رے پیا

منج تن تعیش جانے تہیں منج ٹھار جیو لانے تہیں
منج دل مندھر میانے تہیں کیتا ہے منزل رے پیا

توں جیو میرا میں سو دل تج سات رہنا کیوں نہ تل
دن رات میں میں ایک تل میں تج تے غافل رے پیا

جس یار کو میں منگتی ہوں وہ یار کہاں ہے
مہر سوں سکی چل جاتی وے ٹھار کہاں ہے

دل ہات میں تجھے چھین لے کر نٹھاٹ گیا ہے
وو یار دغا باز جھو نٹے مار کہاں ہے
مشتاق کے بازار میں ہیں بیچتی ہوں جیو
دلال کدھر ہور خریدار کہاں ہے
عاشق تو تج ایسے سکی لاکھاں ہیں و لیکن
معشوق سو اس دور میں اس ہار کہاں ہے
دیدے مرے نا دیدے جو دیدار دیکھے تجھے
تج صبر دیو بہار وہ دیدار کہاں ہے

یاد کردن مشتری محمد قلی قطب شاہ

لگیا ہے میرا شہ سوں بھو تج دل — رھیا جاے نا منج تے اب ایک تل
ملا دو منجے کوی میرے شاہ سوں — سورج سہر و قد سہر نگ ماہ کوں
نا منج باغ خوش آئے نا بوستاں — نہ منج خو لیش بھاتے ہیں نادوستاں

حالت مشتری در فراق محمد قلی قطب شاہ

نہ سکھ سوں منجے نیند آتی اچھے — نہ پھل سیجڑی منج بھاتی اچھے
لساٹے ہوے کیس یوسس تے — تپاتی اچھے رات منج دیس تے
کہاں ہے وو شہ تر ملا نوجوان — کہاں ہے وو شہ گنو ننا گن ندھان
کہاں ہے وہ لالن منٹھی چال کا — کہاں ہے وو ساجن لٹنے بال کا
کہاں وو چتر چنچلا من ہرن — کہاں وو سگھڑا چیلا ہے سجن
نہ منج دیس ہے سکھ نہ منج رات — تجا نو کہ گمتا ہے شہ کس سنگات
مجکوی نار اس کن ہے اس نار تھے — مجھے رشک آتی ہے اس ٹھار تے

ہوے جل کجل نین دیدار باج — یکیکی کدھاں لک رہوں یار باج
رتن تھے سو تن پر انگارے ہوے — کہ مکھ چاند انجھو سو تارے ہوے
ہر یک روں میرے تن پہ جیوں ناگ ھے — سناتھا اول سو اتال آگ سے
دو بادام تھے اس چنچل نار کے — لگے دانے جھرنے سو انار کے
کہی شاہ کے تیں سو دحضن یاد کر — دکھیا جیو میرے کوں ٹک شاد کر
منجے تیرے ملنے کی لئی آس ھے — کہ تن منج کئے جیو تج پاس ھے
میرا حال کیا ھے سوائے شاہ نیک — توں اس جیو میرے کوں ٹک پوچ دیک
مچھڑا منج پر ھے کے توں جنجال تھے — توں غافل نکو اچ میرے حال سے
کیا ھے برہ زیاستی داد دے — پریشاں ھے جیو دل شاد دے
کہ کوئی داد دیسی نہ تج باج منج — عجب کام آکر پڑیا آج منج
رہی ہوں بھوت درتے تج آس کر — منجے گن توں اے شہ ایس داس کر
منج ایسیاں تجے لاک باندیاں اہیں — کہ تج[1] سات ملکرو و ناندیاں ہیں
پریاں ہور حوراں ر[2]ھے تج سنگات — تیری ناند نک شہ اچھے دھات دھات
ہوا کیا جو سیلیاں ہیں دو چھب ستی — محبت میں میں زیاست ہوں سب ستی
محبت میں جو زیاست سو زیاست ھے — کہی بات میں راست ہور راست ھے
بڑا سا برہ منج ستاتا اسے — سو تیتی کوں پھر پھر تپاتا اسے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب — کہ ناحق منجے آج دیتا عذاب
جو سینٹرے برہ میرے داواں تلیں — رگڑ[3] کر سٹوں ڈے دے پاواں تلیں
اگر وصل ٹک آکے سنبالتا — تو برہا منجے کیا سبب جالتا
بڑا ایکٹر اس میں خوبائی نیں — منجے مارنے عار اسے آئی نیں
گرب کی نہیں گل پڑیا مائی کا — نفا کیا ھے جگ میں برہ آئی کا
کہ ما اس کی ناجنتی باٹ کی (۹) — دکھوں چھاتی یو میری سب پھاٹ کی

میرے پاس میرا قطب شاہ نیں — میرے حال تے کوئی آگاہ نیں
کدھر دیکھوں شہ میں کدھر دیکھوں تج — نہیں منج توں دستا جدھر دیکھوں تج
نہ و علاے کی منج آس نادرس کہے — ہریک دیس تج باج سو برس نہے

رباعی خواندن مشتری

تج یاد بنا ہور منجے کام نہیں — نس جاگتے جاتی ہے دن آرام نہیں
میں تو تجے منگتی ادکہ جیو ولے — توں کیوں منجے منگتا تسو کچ کام نہیں

نامہ نوشتن عطارد بہ قطب شاہ

عطارد دبیر ہو کے تقریر سوں — لکھیا نامہ مضمون گنبھیر سوں
سو بھیجیا اُنے کاغذ اس شاہ پاس — کہ برآئی ہے تجہ اُمید و آس
اگر دھن اُپر ہے تیرا شاہ جی — تو واں کھان کھا ہوریاں پانی پی
کہ جیو ناج تج باج مشکل اسے — گذرتا ہے یک یک ہو کے ہر تل اسے
نکو بار لا بیگ توں بیگ آ — کہ وو نار ہوئی ہے تیری مبتلا
ترے تائیں ہوی ہے یو بدنام یاں — کہ کچ کرتے کچھ ہو گیا کام یاں
ذکر لائی ہے دل میں تج دھیان دھر — قطب شاہ قطب شاہ قطب شاہ کر
ترے وصل کا میں جو دیتا نہ آس — تو یک تل میں مرتی سو دھن بھر اُساس
میرے پاس احوال سب کئی اہے — اسی آس سوں چوب کر رہئی اہے
یو دلسوز نامے کوں لکھتے برال — صفے پر نکل پڑتے تھے اچھرال
نہ لک سک قلم دُک تے گھُٹتا اتھا — رُخے پر قلم کالی سٹتا اتھا
بھیں عشق بھید یا ہے اس ماہ میں — کہ سو سو خسرو اہے اک آہ میں
نپٹ ما تجھوں لیدی اہے ناروو — تیرا دیکھنے منگتی دیدار دو
نہیں ایک تل تج بن آرام اُسے — نہیں کام تج یاد بن کام اُسے
تُہتاتوں سو دھن کوں تو منگتا ہے زیاست — ولے وو تجے منگتی تج تے بی زیاست

نہ ہوے کام اس کام پر ہوئے بن کہ ما دو دیتی نہیں روسے بن
توں اب ... بمقصود ہوے لول نے برگ پھل سٹے باد کے توں سنتے
برگ بار سے ہور جھاں باد ییں ترت پھل لینے کا واں داد ییں
جو پھل لینے منگتا ہے ہنگام پر تو بیگی نکو کر ہر یک کام پر
ملے گی تجھے وہ چنچل سندرنی نظر آ کر اب شہ میری چاکری
دیوانی تیری مشتری نار ہے سو شاباش کہنے کی منج تھار ہے
کیا کام یو میں یہاں میں سنچر میرے بخت اے شاہ تیری نظر
تجھے بات یو شہ کھیا جاے نا ولے باج کئے بھی رھیا جاے نا
کہے تو نہ ہوتا سو ہوے کام سب کہے تو چھپیا بھید ہوے کام سب

بشارت یافتن شاہ و رخصت شدن از مہتاب

پڑیا شاہ ناماہو خوش جاو سوں انکھیاں پر رکھیا لیکے بھو بھاو سوں
کھیا کام یکایک یوں کیوں ہوا جو اول تھا وہ سو اب یوں ہوا
ہر یک مشکل آسان کرتا ہے وو کہ قادر ہے قدرت جو دھرتا ہے وو
کیا شکر سجدے کوں کرتار کا کہ توں دل تھلایا ہے اس نار کا
جو لیدی ہے وو ناریوں منج اپر سو میں کیا سکوں گا ترا شکر کر
جو ثابت قدم عاشق ہے نار کا خوشی ہوے غم اس کوں سینا رکا
کہ جانباز عاشق جکوئی پاک ہے مراد اس کے پاواں تلیں خاک ہے
بخت بختور آج غالب ہوا کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا
کھیا شاہ اس نار مہتاب کوں کہ جانے کوں دے اب رضا منج کوں
رھیا تجھ سوں لی دلیں یک ٹھار رل سو جیو یار سیتی اچھے یار ہل
جو اس نار کے تائیں آتا نہ ییں تجھے چھوڑ کر یاں تے جاتا نہ ییں
تیرا پیار منج پر اہے اے پری کہ منج سوں توں لئی آدمیت کری
عجب تجتے دیکھیا ہوں خوبائی میں نہ ہو سکوں تیرا سو اترای میں

عطارد بلایا منجے بیگ اتال   کہ ینت دیکھتی تجسو دھن ہست چال
بشارت تو ئ آج پایا ہوں میں   اسی کام کوں یاں لگ آیا ہوں میں
رضا دے تو خوشنود ہوکر منجے   کہ توں ہے پری ہے ترا ڈر منجے
دکھن تے جو میں ٹھارا نپڑیا ہوں میں   تیرے ہات میں آکے سنپڑیا ہوں میں
کہی شہ نکو بول یو بات توں   پنچیا ہے آخر منج اس دہات توں
نتی بے ادب کر نکو جان منج   کہ میں داس تیری ہوں توں مان منج
مری بات پچ جان شہ توں پتیائے لے   کہ خوباں تے ہرگز برائی نہ آئے
نہیں خوب اس جو برائی کرے   گوا کھودے پر کاج اپے ڈُپ مرے
بھلے ہور برے میں فرق ہے شہا   برا خوب ہور خوب نا ہوئے برا
جو کم ذات اس تے وفا نیں ہوتا   اصیلاں تے ہرگز خطا نیں ہوتا
برائی کہ یا خوبی یو دو پچ سے ہے   اصیل ہور کم ذات میں یو پچ ہے
منا کرنے نیں تجکوں سکتی ہوں میں   جو رہیگا تو منت سوں رکتی ہوں میں
اپی ہو تجے کیوں کہوں میں کہ جا   اگر جائے گا شہ تو تیرا رضا
کہے شہ کہ جاتا منجے ہے ضرور   جو نا جا سوں تو کام پڑتا ہے دور
منجے ایک تل اس بن آرام نیں   رہنے کا یہاں اب میرا کام نیں
سلکھن سکی پو چنچلی ماہتاب   سو دی شاہ کوں یوں پھر اکر جواب
سنگات آتی انپڑاتی شہ توج گھر   جو اچتا نہ ما باپ کا منجکوں ڈر
تری باندی ہوں میں منجے نا بسار   توں جاتا ہے دے کچ منجے یادگار
کھیا شہ کہ میں لی گمیا توج سنگ   تو کیا منگتی ہے سو میرے پاس منگ
کہی خوش ہو ہنس کر وہ ہنس مکھ پری   ترے ہات کی شاہ انگشتری
انگوٹھی نشاں اس دئے شاہ نے   رکھی جیو کہہ اس کوں اس ماہ نے
جو شہ گی کہ دے توں بی کچ منج نشاں   کہ تج یاد کرتا اچھوں اے سجاں
جتا خوش اتھا آشنائی سے تے میں   وتا نا خوش ہوں اس جدائی تے میں
کہاں تے کہ یو آشنائی ہوئی   کہ اس دھات آخر جدائی ہوئی

رکھیا نیں ہے کس یک جنس آسمال   کہ اوّل بہار ہور آخر خزال

مثل جگ میں مشہور یو جم اچھے   کہ ہر یک خوشی کے تئیں غم اچھے

بچھڑیا اچھے جاں اچھے مل دو یار   کہ مستی جہاں ہے وہاں ہے خمار

یکسکا یکسکوں جو لاگیا پران   تو اچھنا یکس کا یکس کن نشان

یکس کی نشانی کوں یک دیک کر   کرے یاد یکسکوں یک اے سندر

نشانی کی تو کوچ حاجت نہیں   ولے رسم ظاہر نہیں یوں کہیں

یہ بسرے کدھیں یار کے تیں دو یار   محبت اچھے تس کنے یادگار

پیرت کا روش تو اچھے اس وضا
تو دیتی ہے یا نیں دیتی کیا رضا

سیف الملوک و بدیع الجمال

۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء

ناظم

غواصی

حکایت تولد شدن سیف الملوک

الٰہی جو صاحب ہے سنسار کا
جو دیتا ہے منگیا مگنہار کا

جو بیٹا دیا شاہ کوں بے بدل
چندر سورتے خوب نرمل نچھل

سو عاصم تول شاہ پایا اُمس
بہر حال فرزند ہوا کر اپس

خزینے دفینے جو کھولن لگیا
رتن ہیر کے راس کھولن لگیا

گنایا نترت جگ منے کاج یوں
گنا نا سکے جگ ہیں کوئی راج یوں

دُعا سوں اُچھاہات بھوت صدق سات
منگیا اپنے فرزند کوں بعد حیات

خوشیاں سات امرت گھڑی فال دیک
سو سیف الملوک کر رکھیا ناؤں نیک

جو تھا صالح اُس شاہ کیرا وزیر
خدا اُس کے حق پر ہوا دستگیر

اُسی رات اُسے ایک بیٹا دیا
دلوا اُس کے گھر کا سو روشن کیا

مبارک گھڑی ہیں دیکھت فال او
سو ساعد کر اس کار کھیا ناؤں سو

جو اس حال تھے شہ کوں انپڑے خبر
ہوگیا سر تھے بھی خرّمی پا بسکر

بلا بھیجیا بیگ صالح کے تئیں
کہیا یوں کہ اس دہات منگتا ہوں میں

جو یو دونوں بالک مل یک ٹھار اچھیں
بدہیں ایک دل ہو کہ ہویا را اچھیں

منگا بھیج ساعد کوں ویں شہر یار
دو دائیاں رکھیا دونوں کو ایک ٹھار

خوشیاں سوں نجومیاں کو بھیجا بلا
دیکھیا شاہ زادے کے طالع کھلا

سو طالع میں اس کے یوں آیا نکل
کہ چودہ برس میں یکایک اول

بڑا غم اُسے ہو کہ دکھلائے گا
گذرئے جفا اُس اُپر جائے گا

تماشا دیکھے گا بہوت دہات دہات
ہلاک ہوئیگا خلق اُس کے سنگات

ولے ستا دمانی ہے آخر اُسے
بڑی کامرانی ہے آخر اُسے

سن اس بات کوں شہ تبرا مان کر
توکل کیا اپنے رحمان پر

بہر حال دو لوں کو پالن لگیا
سو تل تل کوں اسپند جالن لگیا
برس سات کے جیوں یو دو لو ہوئے
معلّم کوں یک خوب پید اکئے
لیجا کر جو بسلائے مکتب منے
لگے پڑنے دن رات دونوں جنے
کئے علم تحصیل اس دہات سوں
جو دم مار کوئی نا سکے بات سوں
ہوئے خوشنویسی کے یوں دہات میں
جو ساتوں قلم آئے تھے ہات میں
تیر انداز ایسے ہو نکلے وو دوئے
برابر اُنن کے تمھا جگ میں کوئی
قوی دست یوں کس میں کامل ہوئے
جو رستم نے یکدہات فاضل ہوئے
ہوئے مستعد زور سا دہن منے
رسیدے ہوئے ہر ہنر فن منے
ولے شاہزادہ سو مقبول تھا
مگر جیو کے ڈال کا پھول تھا
اگر ہوئیں پیدا سورج لاک لاک
تو آنا سکے اس کے سم کوئی ٹاک
کدہیں بہار سواری جو جاتا اچھے
دیکھن شہر کا خلق آتا اچھے
جو کوئی اسکوں دیکھے سو عاشق ہوئے
گنوا ہوش بیہوش مطلق ہوئے
طلبگار ہو یک دن آنند سوں
طلب جو کیا شاہ فرزند کوں

داستان طلب نمودن بادشاہ و عطا کردن خلعت و عاشق شدن سیف الملوک

سو یک دیس سیف الملوک جگ اُجال
شہنشہ کے جیو کے چمن کا نہال
محبت سوں ہو ایک تن ایک دل
گئے بخت ورجاں ساعد سون مل
چلیا شہ کوں تسلیم کرنے بدل
ادب سات سر ہوئیں دہرنے بدل
دیکھیا شاہ دونوں کے تئیں جو تجھا
سونے ہور روپے کے دو کرسیاں منگا
کیا امر بیسو کلکر دوئی کوں
لگیا دیکھنے بھر نظر دوئی کوں

ہوا ئت ہیں خوشحال اس دہات سوں | کہیا جائے تا او کسی بات سوں
لیلنے لگیا پیار کا دل ہیں شوق | منگایا خزینے ہیں تے یک صندوق
سو چوندہر جڑت یوں جڑے تھے اُسے | جو طاقت نہ تھا اُس بچھانے کسے
وو صندوق کھول ایک انگشتری | جھلکتا نگینا سو جیوں مشتری
نچھل زر زری خوب زر لفت ایک | یو دوست کوں کاڑ اپے شاہ دیکھ
سو سیف الملوک کے دیا ہات ہیں | ہو خوشحال بہو تیج اسی سات ہیں
منگیا اُتم ذات تیری انوپ | لوں ساز جلدی ہیں اپروپ روپ
کیا پیش کش ہور نوازیا بہوت | بلا کر کہیا اے میرے منگے پوت
یو تیری اتم ہور یو انگشتری | یو زر لفت نرمل نچھل زر زری
میرے تئیں دیے تھے سلیمان بھیج | پریاں ہور دیوان کے سلطان بھیج
عجب کچھ خزینے ہیں میرے ہیں یو | دیا ہوں تجھے میں کہ تیرے ہیں یو
کہ مج تج بغیر کوئی فرزند نیں | عزیز ار جمند ہور دلبند نیں
بوستاں تجھے آرزانی اچھو | تیری عمر کوں جاودانی اچھو
خوشی اس دہات فرزند کوں سمجھائیا | دے تشریف دولو کوں بھوڑ ائیا

مائل شدن سیف الملوک بر تصویر بدیع الجمال

عجب رات نرمل تھی اس دن کی رات | جھلکتے تھے نوراں ہیں لک لک دہات
نکل آئیکر چاند تاریاں سیتے | جھلکتا اتھا جگمگاریاں سیتے
نچھل چیت ناسب ہیں کپڑیا اتھا | سو جیوں دودھ کیرا وو دریا اتھا
سنے بن پون مک مکاتی اتھے | چمن در چمن لک لکاتی اتھے
خوشی ایسی نچھل چیت نی دیکھ رات | لے ساعد کوں سیف الملوک آپ سنگات
صراحی و پیالے کی مجلس بھر آپ | لگے ذوق سوں پینے بھر بھر شراب

بچل کا بہارے ہو گانے لگے / بجھانے کے باجے بجانے لگے
مجالس جمے راگ ہور رنگ سوں / ہوئے مست پیالے کیرے ہنگ سوں
آدھی رات گتے ہوئی ایسے دہات / رہے ماند سے ہو نیند گیرے مکات
ہوئے لوگ یکدہر تھے سب ٹھار ٹھار / یکٹ شاہزادہ سو تھا ہوشیار
یکایک سو دل کو لگیا جیوں تلاش / سو ہیکل زربفت کا دو قماش
دیکھیا کھول کر سر بسر جیوں اُنے / سو تصویر پایا عجب اُس منے
وہ تصویر دیکھ ویں دوانا ہوا / وہی عشق کا اسکوں بھانا ہوا
پس میں لگیا رُونے زار زار / سو پڑنے لگیا بے خبر ٹھار ٹھار
وہ صورت نظر میں رہی چُوب کر / سو جاگا کیا دل منے خوب کر
دیا سنگ ساریاں کیرا چھوڑ کر / لیا کھینچ دم سب تھے مکھ موڑ کر
اندر ہارے بھری کوٹھری میں یکٹ / سو جا پڑ رہیا بے خبر ہو نپٹ

دیوانہ شدن سیف الملوک

جو ساعد ہوا نیند سیں ہوشیار / لگیا دیکھنے تائیں انکھیاں پسار
نظر نیں پڑا شاہزادہ کہیں / لگیا ڈھونڈنے حیران ہو ہر کہیں
سو پایا اندھارے منے ایک ٹھار / پڑیا تھا اکیلا دکھوں بیقرار
انجھو انکھیاں میں تھے ڈھلتے اتھے / ندیاں ہو کے دو دہرتی چلنے لتھے
نہ ذرّہ خبر کچ اُسے ذات کی / نہ طاقت زباں کو ہے کچ بات کی
جتا ساعد اسکوں اُچانے کوں جائے / جتا پاؤں پڑ کر منانے کوں جائے
وتا بیسیں دکھلائے بیہوش کر / ندے جاب چپ رہے فراموش کر
اٹھیا ساعد اُس دیکھ کر تلملا / لیا ہتیاں سوں کمر بسملا

جو در حال ہشہ کوں خبر جا دیا
جو دیکھن کوں بیٹے کے آیا نزیک
کہیا یو نجومیاں کیرا قول ہے
جو کچھ شاہ کیرا جو ایمان تھا
ملک مال پر شہ کوں دل نا اچھے
جو مجلس بھر اتے کے تیئں بھار جائے
کدہیں ٹک جو دلگیر پاوے اُسے
صبا او تو بلا دور دے بے شمار
سنا ہور روپا باندھ کھنڈیاں بٹا ے
دیکھیا یوں جو بیتاب یکبار گی
سوا اس وقت نرگس کو نا کر خبر
دعایاں کو دھو دھو پلانے لگیا

یکا ایک شہ کا سینا ترڑ خیا
سو بیتاب سنجیج پایا ادیک
وہی رنج ہے ہور وہی ہول ہے
سو سیف الملوک جان سو جان تھا
دیکھے باج بیٹے کوں تل نا اچھے
تو فرزند کوں دل منے یاد لیلئے
لنکل دہٹر ہیں تے جیو جاوے اسے
ہتی ہور گھوڑے ہزاراں ہزار
جواہر کے راساں لیکر آ لوٹا ے
کمر بیس گئی ہور لگی تک بگے
مبادا نظر کچ لگی ہوئے کر
لکھیا تعویذاں لیبا باندھانے لگیا

علاج کردن سیف الملوک

جتے تھے حکیماں اپن شہر کے
شتابی سیوں فرمان صادر کیا
کتے وضع سوں سب کے دل ہات لے
جو فرزند میرا ہے سیف الملوک
مجے اس بغیر کوئی فرزند نیں
ہوا ہے یکا یک جو بیتاب یو
کریگا دوا جو کوئی درد فام
سن اس بات کوں شاہ گنبھیر تے

حلب چین ہور ماوراالنہر کے
وتیاں کوں بلا بھیج حاضر کیا
کہیا مہربانی سیتی لا گلے
فدا اس پہ تھے مال ہور یو ملک
عزیز ارجمند ہور دلبند نیں
کہ دیتا نہیں ہے کسے جاب یو
دلو و نگا اسے بادشاہی تمام
اٹھے سب حکیماں سو یکدہ ہیر تے

کہے شہ کوں سب درد ہمن فام ہے
حکیماں دیکھن ناڑی جیوں آئے ہیں
ہوئے یک طرف تے پشیمان سب
جو اُس درد کا جنس کچ ہو وتا
سچیں ہر درد کوں ہے ہر کیں دوا
اچھے جس کے تیں عشق کا درد جو
مسلم شہنشہ ہوا لاعلاج
ہوا گھابرا اَشا دمانی سٹیا

کرینگے دوا لو کِتا کام ہے
درد ظاہر اچ کچ نہیں پائے ہیں
رہے درد نا فام حیران سب
تو دارو و درمن کوں رُخ ہو وتا
ولے عشق کے درد کوں نئیں دوا
بچارے حکیماں کریں کیا کہو
نہ تھا کام اُسے کچ بیٹھے روئے باج
نپٹ نیند داتا و پانی سٹیا

رفتن ساعد پیش سیف الملوک

سو یک دیس آئے وزیراں سکل
نچ اس بات تدبیر کرنا بھلا
ہونا ایتے وضع سوں گھابرا
سراندیل ترا سب پشیمان ہے
اپن درد تجھے ہکو آپے دردناک
بھلا ہے جو ساعد ٹک اُس کے نزیک
وہی اُس کے دل کا سوانت پائیگا
شہنشاہ کوں خوش لگیا یو بچار
گیا شاہزادے کے جیوں او نزیک
کہیا یوں کہ اے لال صاحب جمال
ترا نور ہر ٹھار معمور اچھو

کہے شاہ کوں یوں کہ اے شہ نول
نچ اس فکر میں پاؤں دھرنا بھلا
کہ رہنا نچ اس دہات سوں ہے بُرا
دکھی ہو مسلم پریشان ہے
نزیک ہے جو سیف الملوک ہو ہلاک
اچھے اُس کے دوک درد میں ہو شریک
وہی اُس کوں مارگ منے لائیگا
دیا بھیج ساعد کوں بیٹے کے ٹھار
لگیا رونے زار آستے اد یک
نہ سورج چندر میں ہے تیرا مثال
ترا دل خوشیاں سات جم پورا اچھو

سہے تج نیں کوں نور تج نور تھے سدا سور مجکوں تیرے سور نے

ادھر کھول مج سات کچ بول توں ترے دل میں کیا ہے سو کہہ کھول توں

کہ تیرا سدا میں وفادار ہوں ہر ایک ٹھار تیرا میں غمخوار ہوں

یکایک یو آیا ہے کیا فکر تج لگیا ہے کسوں دھیان ہور ذکر تج

نظر کس سورج پر پڑی جگ گیرے جو یوں نت اُبلتے ہیں جل کے جھسے

ترا چاند کن ہے توں کس کا چکور جو بلبل کوں ہوتا ہے توں طور طور

کہے باج توں کچ سبے فام نیں سُنے لگ میرے دل کوں آرام نیں

مجے کھول کر توں کہے تو بھلا وگر نیں تو میں کاٹ لیونگا گلا

کمر میں تے ویں اپنے خنجر کوں کاڑ گیا آپنا پیٹ لینے کوں پھاڑ

دیک اے حال درحال سیف الملوک پکڑ ہات ساعد کیرا دیکہ موکا

برہ آگ سوں جل بلا آہ مار انگارے نیں میں تے ڈالیا ہزار

پچھانیا کہ ساعد وفادار ہے اپن دوکھ ہور درد کا یار ہے

وو زربفت کا پارچہ لائیا جو تھی صورت اُس میں سو دکھلائیا

کہا میں اسی کا دیوانا ہوں بہوت اگرچہ اپن ٹھار دانا ہوں بہوت

یہی روپ لیدا ئیا ہے مجے یہی حسن بے سُدہ کیا ہے مجے

کہیں روپ دنیا میں اس سار کا نہ دیکھیا ہے کوئی خلق سنسار کا

کہ لگتی ہے ئی دل کو حیرانگی نجانوں چھوٹے کیوں یو دیوانگی

سنیا راز ساعد اپن یار تے رضا لیکر آیا جو اس ٹھار سے

شہنشہ کوں تسلیم آکر کیا سوا وصورت حال سب بولیا

پارچہ زربفت اور دلن پریاں

عجائب لگیا شہ کوں اس بھید پر کہیا کھول کو سب کوں یوں سر بسر

وو زربفت جو ہیں دیا تھا اُسے | جو خوش ہو عنایت کیا تھا اسے

میں یک دیس بیٹھا اتھا تخت پر | سو دیکھیا یکایک اُسی وقت پر

جو بارا اٹھا اک بڑے زور کا | دہلارا اٹھا سخت شہر شور کا

چھپیا تھا گگن اس دہلارے تلیں | (۳۰) پریشان تھا خلق بارے تلیں

سو دیسے ہیں واں تے نکل بہار کوں | کیتنک شہ پریاں علیں جھلکار سوں

میرے تخت کے آنگے آیاں تمام | کیاں مجکوں دیک یکطرف تجھے سلام

کہیاں منجکوں اے صاحب تخت و تاج | ہمنکوں سلیمان بھیجا ہے آج

دو زربفت کا پارچہ لائیاں | میرے آنگے رکھ کھول دکھلائیاں

جو تھا اس منے صورت بے نظیر | تجھو لیا دیکھ صورت وو میرا ضمیر

لیا ہیں اُسی وقت پریاں تے آنٹ | کہ صورت کسی کا ہے پایا ہیں نیٹ

کہیاں کھول یوں منج اوپر کر کرم | لو لیایاں ہیں از گلستانِ ارم

کہ ہے شہ پری یک بدیع الجمال | سو لو پاک صورت ہے اُس کا مثال

او شہباں بن شاہ رخ راج کی | سو بیٹی ہے ات شرم ہور لاج کی

پرے ہور پریاں جہاں لگ تمام | کریں آ کے شہباں کوں سب سلام

وو زربفت بے مثل نا ہووے کر | یک انگشتری ایک ترنگ تس اوپر

لیکر آئیکر پیش کش منج کمیاں | یکایک سب غیب ہو کر گیاں

نہ جانیا ہیں اس دہات ہوئیگا کلکر | کہ اصلا نہ تھا کچ منجے بو خبر

سلیمان تو نیں ہے جیتا اتال | کہ دستا ہے منج سرسر کام گھال

یہاں کون ایسا ہے جان ہور پہچان | ہو دیوے گلستاں ارم کا نشان

لگیا فکر آ شہ کوں اس دہات کا | معما دسیا مشکل اس بات کا

اندیشے منے پڑ ہو دلگیر ادیک | ہلکوں شاہزادے کے آیا نزیک

کہیا اے میرے من کے نوری نہال
اوجالا دو جگ کا سو تیرا اجال

توں جس روپ کیرا دیوانہ اہے
اوڈھنڈنے سو عالم میں پانا اہے

اُو تالا نکو ہو کہ رنج زیان ہے
اوتالا کرن ہار نادان ہے

تجے اس وقت پر صبوری بھلی
توعاقل ہے تج عقل پوری بھلی

بچھانت سیتی خوب پہچان توں
نہ کریوں اپس کو پریشان توں

کیتک دیس خاطر کوں ٹک جمع راک
درد دوکھ نخے کر لے سینے کو پاک

جو لیووں پرے میں کلا ہات پاؤں
خبر تیرے مقصود کی ٹھاؤں ٹھاؤں

جو اس دبات سوں سنگ مہلت لیا
سو لوگاں کوں ملک ملک بھیجیا

پتیا باپ کی بات سیف الملوک
رہیا دم پکڑ چھوڑ دے درد و دوک

لگیا پھر نے خوشحال ساعد سنگات
پکڑ کر رہیا و وُو اسے دن و رات

فرستادن رسولاں شہر در تفحص گلستان ارم

گھر سنج اس بے بدل گنج کا
کہے کھول یوں قصہ اس رنج کا

جو گئے تھے رسولاں تمام ایک بار
لگے ڈھنڈنے عالم منے ٹھار ٹھار

سو ڈھنڈنے لگے گراو تالا تمام
سٹے جا کے عالم پہ جالا تمام

خراسان روم ہور شام ہور ختن
حبش ہور گجرات دلی دکھن

عراق ہور شیراز رے ہور خجند
بخارا بلخ یزد ہور سمرقند

سمنجان کاشان سنجان سب
حلب چین توران ایران سب

مجامگرہ ہور سکل پر زگال
سو مشرق و مغرب جنوب ہور شمال

لنکا پڑ لنکا ہور بنگالا و گوڑ — بچارے جدہر کے ادہر دوڑ دوڑ

گئے یک طرف تھے جگت تل اوپر — پنائے گلستاں ارم کا خبر

برس ایک لگ سب پریشان ہو — پھر آئے مصر کوں پشیمان ہو

سنیا جیوں یو احوال سیف الملوک — لگیا غم پہ غم کرنے ہور دوکہہ پہ دوک

اندہارے بھرے گھر منے جلائے کر — پڑیا دہرتری پر سوا ٹرڑائے کر

سینیا غم سیتی کوٹ لینے لگیا — کراوس نار کوں یاد رونے لگا

صبوری کے پیرہن کوں ٹکڑے کیا — سو بیہوشی کے ہات آپسیں دیا

لگیا عشق دن رات کاڑہا اُسے — اڑایا نپٹ ہو کے آرا اُسے

سنگاتی کون اپنے پکارن لگیا — نہ سہہ سکھ برہ آہ مارن لگیا

کرے یاد تل تل رووے زار زار — پڑے بے خبر ہو ٹسکر ٹھار ٹھار

خبر پائے کر ٹک جو ہشیار ہووے — نزیک آپنے تو نہیں دیکھ کوئی

وہ صورت رکھے آپنے نین تل — اُس اوپر جاوے اوکہہ بل بل

کہے یوں کہ مج من کی دلدار توں — میرے من میں لس دن بسنہار توں

توں کس سمد کی ڈہال موتی ہے کی — توں کس کہان کی لال جوتی ہے کی

کس اسمان کی ہے چند ربھان توں — کس اقلیم کی پری ہے سلطان توں

ہے پھل ڈال توں کس گلستان کی — جھمکتی شمع کس شبستان کی

جو اس دہات توں مج کوں لہدائی ہے — میرے من کوں چت آپنائی ہے

نہ جانوں تجے کس گھڑی پاؤں میں — سو کیوں ڈہنڈ کاڑوں تیرا ٹھاؤں میں

و نہ کچہ عشق کا مج خبر تھا اول — نہ کچہ برہ کا مج کوں ڈر تھا اول

نہیں مج پرت لاگتے یوں ندھال — رہوں کیوں صبوری سو تج بن اتال

دنے دن اسی دہات بیٹہا اچھے — دیکھیں اُس پیاری کو جینا اچھے

توں شاہ عالم لگیا تلملن — دکھی پوت کوں دیکھ پھر پھر جلن

رہیا سو کھ دُبلا تنک تار ہو | نپٹ زندگانی سیں بیزار ہو
اَپس ہیں اَپیں بھر ٹھنڈی تیر داساس | کہیا آ بکر اپنے فرزند پاس
کہ اے بے بدل نور دیدے مرے | عجب کچ دیکھیا ہوں میں طالع ترے
جو کچھ فکر تج حق پہ کرنا اتھا | بجا ہو گئے ہیں کر دیکھائیا ویتا
جگت کوں تل او پر کرایا تمام | سو ملکے ملک اس ڈھنڈایا تمام
ہوا نیں کچ اس حد لگ اظہار جھوں | کسی سے پڑیا نیں بولت بہار جھوں
لگیا ہے پری سات تیرا جیا | نہ سمجھے کسی دہات نیرا جیا
پری کوں کنے جا کے لیا نا سکے | کہاں ہے سو کن کھوج پانا سکے
مجے کوچ سو تدبیر دستا نہیں | سو کیوں ہے کی تقدیر دستا نہیں
کریگا اگر مال و دہن اختیار | تو دیوں گا تجے بے حد و بے شمار
اگر پادشاہاں کے بیٹیاں ہیں کتیں | دل اچھتا تو دیتا ملا تج کوں میں

جواب دادن سیف الملوک پدر را

سنیا سر تھے سیف الملوک جیوں بو بات | ہو تغیر اَپس ہیں آپے دہات دہات
کھیا اے شہنشہ اگر لاکھ حور | اُتر آئیں جنت تے میرے حضور
تو ذرّہ نہ ہو کس پہ میرا خیال | مجے ہو تو ہونا بدیع الجمال
کیا سعی نوں تُئی میرے کام ہیں | لیا رنج سر خاص ہور عام میں
نہ کیتا میرے حق پہ تقصیر توں | کیا کرنے سکے دہات تدبیر توں
ہوا دو کھ تجے رج کدن تے زیاد | ولے نیں ہوا تج تے میرا مراد
میرے دل ہیں آتا ہے اب یو خیال | جو لیوں رضا تج کنے تے اِیتال
پھیروں جا کے عالم کے چو پھیر ہیں | آپلے ہو کروں اپنی تدبیر ہیں

سو کیسا ہے دیکھوں دریا کا سفر جو لیئوں گلستان ارم کا خبر
لکھیا ہوئے تو ہر سند پاؤں گا میرے آس تھے میں ورا س آؤں گا
بھلا ہے جو لانا منجے بیگی باٹ کہ مجھو تج پکڑیا ہے منج دل اچاٹ
لگے برہ اس کا سو جیوں کہرگ منج پوچھیا انکھیاں تل ولیسے مرگ منج
اپن من میں پیدا کرا ایسا خیال پڑیا باپ کیرا مسلم دنبال
جو تھا شاہ اول تے رنجور پور ہوا سر تے بھی دو کہہ تلے چور چور
کتے وضع سوں تلملانے لگیا غلطے غم کے دریا میں کھانے لگیا
کہیا یوں کہ فرزند منجے ہے سو ایک کیوں اس ایک کوں دیوں رضا دیک یک
سنت ہے جو بن تخت بن تاج اچھوں وے تاب نیں ہیں جو اس باج اچھوں
کتے قرن پیچھے منجے ذوالجلال دیا کر دیا ہے یو نوری نہال
نیں تل تے کیوں میں بھگاؤں اسے ستم کیوں غریبی میں بہاؤں اسے
میرا دین یو ہور ایمان ہے میرا جیو اس پر تے قربان ہے
کتیک بار کوں پھر اندیشے شگات کہ کہنے لگیا کیوں رکھوں قید سات
مبادا دو کھوں تے سینا پھوڑ لے مبادا یو جیو نے تے دل توڑ لے
دوجا ہور نیں ہے جو گوں تج اسے کیا ہے نپٹ عشق یوں ہج اسے
بھلا جو خدا پر توکل کروں اسے باٹ لانے کبر ابل کروں
سفر جا کے یا من کے مقصود پائے جفا دو کہہ تے بھجوا کے یا پھر کے آئے
یو دو حال تھے کام خالی نہیں بن اس فکر تے فکر حالی نہیں
برس پانچ کے مستعیدی کیا دل اس کا منگے تیوں دلا سا دیا
نول شاہ عاصم سشہ کامیاب بلا بھیج کارگیران کوں شتاب
سو فرمائیا کشتیاں بے نظر یک یک کشتی ایک ایک دریا گنبھر
ہر ایکس میں حجرے کتے طرح کے تجمل تخت پوشے گھراں فرح کے

بجھر جھجر نقش کا ٹھار ٹھار — جہاں کا تہاں کام خوب استوار

کرے اس وضع تین سو کشتیاں — دیک اُس کشتیاں کوں نمانے بہشتیاں

کدورت اُسے ہوئے نہ تیوں پانیں — نہ دک داٹ آئے کیوں جنگل گھاٹیں

کیتک ماہ رویاں کو خوش ناز کے — کیتک مطربانان خوش آواز کے

کیتک خوش ظرافت کے نرمل ظریف — کیتک بے بدل قصہ خواناں حریف

کیتک کھنڈیاں ارغوانی شراب — کیتک جنس کے نعمتاں بے حساب

کیتک خوب تحفے کیتک کروڑ مال — کیتک ذات تیزی پون کے مثال

کیتک فوج لشکر کیرے بے نظیر — کیتک ٹولے سوداگراں کے گنبھیر

کیتک جنس کے خوب باندی غلام — اپے ہو بجد مستعد کر تمام

کیتک جنس کا موپ کر بیشمار — دے ساریاں کوں ترتیب سب ایکبار

ہر ایک کام پرشہ اپے ہو بجد — جو کچ کرتے کا تھا کیا مستعد

سچ دہات اس بے وفا دیر کا — خدا تے مدد منگ نیکے خیر کا

دے ساعد کوں سیف الملوک کے دنبال — روانہ کیا ہور ہوا توبین نڈہال

لگیا روتے فرزند کے دھیان میں — بلا بھیج وین اپنے پر دہان کون

کیا ملک اُس کے حوالے تمام — سو جا خالی گھر میں اپے صبح و شام

عبادت سوں مشغول ہو رات دن — دعا سات چت لائیا چھین چھین

ماہ پیکر

۱۰۶۴ھ م ۱۶۵۳ء

از
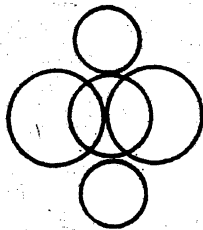
احمد جنیدی

غم نمودن پیکر بعد جدائی و رفتن پیش ملک زادہ و احوال او بیان کردن پیکر

الٰہی کرم کر توں اس کار میں
نکو بھا فرق یار ہور یار میں

ہوا جب او پیکر سو مہ پر فدا
رضا لیکہ مہ کن تے ہوا جدا

اگے جا قدم دو او ٹھیا ہانگ مار
ٹوٹی منج تے میری اتیا غمگسار

چلیا دکھ تے پیکر تنگ دھرتی آت
کر دیکھن لگیا در کوں حسرت سنگات

ستو درو دیوار میرا سدا
کہ ہوتا ہوں تمنا سوں اس تن جدا

تمن تے میرے یار یارا پرس
کہ پاتا تھا ہر نس تمارا درس

اگر پانوں تمکن جو آوے چلے
پڑے گی نظر جب او چینی کلی

کہو میری پا تو کوں میرا سلام
کہ پیکر گیا ہے کمینہ غلام

کہ پیکر پکڑ دوڑی اتر یا چھپا
خدا یاج سکوں نہ تھا کوئی دوجا

چلیا یار کے گھر کوں وو نذر تن
کہ انپڑیا ملک زادے کی جا وطن

کہ دروازے کے جوں بھتر دھائیا
ملک زادہ اس کو نظر آئیا

کھڑا تھا سو گھر چھوڑ آنگن میں نکل
کہ پیکر کا دکھ اس کھڑیا تھا ابل

کہ ہو منتظر او اپن یار کا
کہ لا دھیان پیکر کے دیدار کا

الٰہی کی درگاہ میں بیحد پکار
دعایاں و زاری سو کئی لک ہزار

الٰہی او پیکر ہے اس رات میں
کہ سنپڑیا ہے کتوال کے ہات میں

نگہبان توں ہے الٰہی اوسے
کرم کر جو پیکر میرا منجہ دسے

الٰہی سلامت کدھاں آئے گا
کہ دیدار اپنا سو دکھلائے گا

الٰہی صحبت سوں اوسے منجہ میلا
الٰہی میرا یار منجہ پھر دیلا

ہزاروں مشقت کئی دھات سوں
چھڑا کر لیا تھا سو اس ہات سوں

مگر جا ادھی رات کو بند پڑیا
نہ جانوں وقت سخت کیسا کھڑیا

رہی ہے تنک رات اس وقت پر
عجب بے جگر ہے سو او سخت تر

تیٹ او کم عقل سو بے نام ہے ــ نہ آیا اجوں یاں واں کیا کام ہے
سبب کیا ہوا ہے نہ آیا اپتال ــ نزیک ہے فجر کا سو ہوئے گا اجال
مگر پھر کہ سنپڑیا ہے کتوال ہات ــ نہ آیا رہیا ہے سو او کیسی دھات
کہ معشوق اس کوں ہے اپنے بھولا ــ رہیا ہے سو ہو ماہ کا مبتلا
کہ عاشق و معشوق کوں دیک کر ــ رہیا ہے سو سیوک ہو اس پیک کر
کہ یا او نہ آنے کوں دی ہے ایتال ــ چھبیلی رکھی ہے سو اس کی سنبھال
کھڑا اتھا ملک زادا کرتا بچار ــ دو نیناں کوں نیناں ہوئے وین چار
یکس کوں یکس گل لگا کر میلے ــ سو لے بات ین بات گھر کوں چلے
کہ خاطر ملک زادے کی ہوئی صفا ــ کہ بیسکر کوں دیکتے گیا دکھ جفا
کہ خوشحال ہو دھات سوں تج رہیا ــ کہ دکھ ہور غم سارا اس تے گیا
ملک زادہ بولیا کہ اے یار غار ــ صبح ایک توں واں کیوں کیا تھا قرار
رین ہے تیٹ تھوڑی اس وقت پر ــ صبح کوں تیرے سیس ہے سخت قہر
ہوتے کا لیکھیا جوں کہ تجہ بخت میں ــ کہ جائے گی ہے نیناں سونیہ کی ادکام
نہ دیکھے ہے نینا تیری نیند حرام ــ سکھے ہیں نین تیرے مہ کوں چھپا
رہی ہوت پیاسا نیناں ہیں آ ــ گئی نیند نیناں تے سب چھوڑ کر
کہ کب کے تیری مہ پہ جب ہوئی فدا ــ ہوئی نیند نیناں تے تیری جدا
کہ سب نس جگندے نین آج ہے ــ کہ نینا تیرے نیند سوں محتاج ہے
رین سب نکل گئی ہے نیہ کام پر ــ کہ سن یار میرے ٹک آرام کر
لگیا او بچھانا سو کرنے کوں راس ــ تو لسیاں بچھایاں پلنگ آس پاس
پلنگ پوشش زر کا سو اس کے اوپر ــ بچھایا ملک زادہ کر خوب تر
کہ بالشتاں اس کے سرانے دھریا ــ بچھانا ملک زادہ نیکا کریا
پکڑ ہات بیسکر پلنگ کے اوپر ــ لے جا کر سو بلایا او نامور
ملک زادہ بیسکر ہوں ہم یار ہو ــ کہ بیٹھیا پلنگ پر سو غمخوار ہو

کہ سچ بول اے عاشق نیک نام — پرت کا کھڑیا تجہ سوں کیا تھا کام
کہ معشوق و عاشق میں کیا راز تھا — پرم کا سو دونو میں کیا ساز تھا
اتھی کیوں پرت دو میں اس رات کوں — چھولیا تھا سو معشوق کس دھات کوں
ملک زادہ سن نیہہ کی بات توں — چھپیا راز نیہہ کا سو تج دھر کھوں
ملک زادے کی دھر سو مہ یاد کر — لگیا رونے بجد و فریاد کر
کڑکنے لگیا بجلیاں کے نمن — لگے ہلنے ہانکا سوں ساتوں گگن
گرجنے لگیا جوں کہ بادل مثال — کہ برسات مانند نیناں کا حال
کہ سن یار جانی میری بات اتیال — کہ میں تج تے پایا ہوں مہ کا جمال
منجے ہور میری جیو نی توں یار کوں — ملایا ہے اس رین یک ٹھار توں
موا تھا سو جیو دان کوں منجہ دیا — کہ قربان تج پر تے میرا جیا
کہ احسان تیرا ہے جگ پر عیاں — زباں کوں نہ طاقت کروں کچھ بیاں
رعنا لے کے تج کن تھے جب میں چلیا — کہ محبوب کوں جا کے جوں میں ملیا
دوگانہ ادا کر سو قرآن تمام — پڑی منج سوں ملکر سوں او نیک کام
رعنا میں منگیا اس بجد ہوا یار — نہ دیتی او آنے کوں دروازے بھار
پکڑ بات میری منگا او آ کھڑی — نہ دیوے منجے آنے کوں شہہ پری
ہوئی تھی او بیتاب منجہ دیکتے او — و یدع مہ کری تھی سو سب سکتے او
عقل چھوڑ گئی اپن ٹھار سوں — نہ تھا کچھ شعور دل میں دلدار کوں
رہی تھی ہمت اس میں یک تل قرار — نہ تھا اس ہمت ہور تقویٰ کا کار
گیا تھا سو اس گیان اس تے نکل — کھڑیا تھا سو اس جیو پہ سارا کھیل
ہزاروں مشقت سوں کیتا ہشیار — او اٹھی جاگ کر مہ سو پائی قرار
لگی منجہ منا کرنے کئی بھانت سوں — منجے چھوڑ جاتا کی اس رات کوں
نکو جا توں رہ یاں سوائے جان من — میرے دل منے ہے سو تیرا وطن
رکھوں گی جگر بیچ تجہ کو چھپا — نہ دے سکوں کسی تجکوں ظاہر دیکھا

ایسی بات کرتیں اوٹھیا آہ مار — لگیا ہات چوڑن سو مہ جھر پکار
محبت کا مے اس کو جوش آئیا — اثر پر اثر نیہ کا پھر دھائیا
سلگ نیہ اگن سترے بھڑکا ہوا — کہ بیکر کی نیہ کا سو کڑکا ہوا
پرہ آ عقل کوں لگیا لوٹنے — تب آہ ہور نالاں لگے چھوٹنے
کہ بیٹھا سو آ دل میں نیہ راج ہو — گئی عقل نفسانی تاراج ہو
لگیا میر پیٹنے سو سینے سنگات — کہ مہ یاد کرنے لگیا دھات دھات
کہاں ہے او بو لو سو میری مثال — کہاں ہے چکا جوت کی اوجلال
کہاں ہے او مہتاب شبرات کی — کہاں ہے میری مہ میرے سات کی
کہاں در مکنوں ہے منجہ جان کا — کہاں ہے سرج میری ایمان کا
کہاں ہے میری شمع مجلس اوجال — کہاں ہے میری مہ کا نیکا جمال
کہاں ہے او نرمل بدن پدمنی — کہاں ہے چنچل چلبلی ناگنی
ایسی بات کرنے میں بے تاب ہو — پڑیا بھیس اوپر سراہو سو دکھو
ملک زادہ اس دیک حیران ہوا — کہ بیکر کہ جیتا رے یا بے موا
لگیا یوں اندیشے کہ سن اے ولا — ایسی بات نیہ کی نہ بجنا بھلا
کہ نیئیں جانتا یوں کہ یو ہے وزا — کہ نیہ کی حکایت کا یو ہے سزا
کہ نیئیں جانتا تھا میں ایسی سو دھات — پرت بات کرتی ہو گئی جیو یہ گھات
نہ دنیا میں عاشق کوں محبوب یاد — نہ جانتا سو بیکر کا جان ہو آزاد
پرت بات کرنے نیکل جاوے جیو — عجب ہے کہ جیتی او تو دیک پیو
پرت میں سو ہے معجزے کی یو دھات — کہ مرنا و جینا سو ہے سات سات
اندیشں یوں سو بیکر کوں دیکھن لگیا — سو دھر ہات سینے پہ رلتن لگیا
اعتقا روح تن میں سو تھوڑا نیٹ — گئی جیب حلق میں سو ساری اولٹ
کہ میں پوچھتا یوں کہ یوں ہوئے گا — کہ بیکر اپن جیو یوں کھوئے گا
کہ عاشق کوں معشوق کی بات میں — نہ کہتا کہو کر کنے سات میں

ملک زادہ بولیا کہ اے یارِ جان — نین کھول دیک منج کوں ہو مہربان
ہوا ہے اپنیا صبح صادق تمام — کہ اُٹ جاگ اے عاشقِ نیک نام
پڑیا کی ہے بیتاب اپ سود کھو — کہ اُٹ یار میرے توں ہشیار ہو
ہلانے لگیا اسکوں کئی دھات سوں — اوچایا تا تھا بیکر کوں بھو بھات سوں
ملک زادہ دل میں اندیشا ہو خام — بغیر ہانک یو گے نہ چل سی یاں کام
ملک زادہ جب ہانک بولیا پکار — کہ آواز سن بانگ ہوا کوئیں ہشیار
نین کھول دیکھیا صبح ہوئی تمام — اوٹھیا ہڑبڑا او نماز کے سو کام
وضو ساز دونو مصلّی ہوئے — مصلا بچھا کر سنت سب کئے
ملک زادہ جب او ہوا پیش امام — فرض دونوں مل کر کئے سب تمام
سلامان دیئے او تو ہر دو طرف — کہ پڑنے لگے او کلام کا حرف
ملک زادہ بیکر دونو نیک نام — کہ تسبیح پڑے لا الہ کی تمام
اوچایا ہات دونوں مناجات کوں — کئے ختم آخر سو صلوات سوں
پلنگ کے اوپر جاکے ہم بیار ہو — سوتے دونوں مل کر سو یک ٹھار ہو
ملک زادہ جب او اوٹھیا جاگ کر — کہ بیکر کوں دیکھیا جو ہے خوب تر
اوڑایا او سالو سو بیکر اوپر — کہ سو پنیا او رحمان کوں خوب تر

الٰہی توں کر فاش دونوں کا راز — قبول کر دعا شہہ کی اے بے نیاز
الٰہی توں سلطان محمود پر — کر کر فاش یو یار سائی ہنر
کہ بیکر چلیا دیک او شہہ نوَل — کہ آخر یا چھپا مہ کا اس کے اول
سو نیاں ہور دیکھیا سو او نیہ لاز — کہ سمجیا اپن من میں ہے پاکباز
انیو تے خیانت نہ ہوسی مدام — کہ مہ ہور بیکر سو ہے نیک نام
کہ دونو ہے صالح او ہے نیک بخت — ہنر ادا ران کوں سو شاہی و تخت
کہ سلطان کا ان پہ آیا ایمان — کہ تحقیق دونوں میں صالح جوان

اپنو کی برکت تے دنیاں قرار — رکھیا ہے دنیاں کا سو ثابت کار

چھپیا راز سلطان سب پائیا — اپن گھر طرف او سو ویں دھائیا

اتھی جوتی رہ میں او بہت اتھا نیر — کہ سلطان دیک کر رہے واں ہو کھر

پگھور تے اتھا نیر او بھوت صاف — کہ موتی کی ابرال تھی اسکی ناف

چلے آئے شہ نے سو اپ گھر کی در — آسودا ہو جا پلنگ کے اوپر

کیتے وقت پچھن کیا ذوالجلال — ہوا صبح صادق کا آکر اوجال

صبح کا ٹھنڈا باؤ بہنے لگیا — مرغ فجر کا بانگ کہنے لگیا

منگا آب شہ نے وضو کر اول — گزاریا وحق کا سو فرض و نفل

کیا ورد اور او تسبیح یوں — گزاریا دوگانہ و عشراق کا جوں

بیٹیا شہ عدالت کی آتخت پر — بولا کتوال کوں کہیا بخت ور

کہ عبداللہ کا ایک فرزند نیک — کہ ستیڑیا ہے منجہ بات چوری سوں ایک

پکڑ قید کر بند اس لیا توں ہیں — ——— رضا پاؤں میں؟

کیا منجہ دغا دیکہ توں جان ہار — کروں کیوں سو اب میں تیرا اعتبار

کہیا تجکوں ضامن ملک زادہ دیکوں — رضا دو پہر میں سو پھر آؤں یوں

لیکن جا ملک زادہ کوں دے ضمان — چھوٹک پایا شہ کی سو پاتوں امان

اُو جا ملک زادہ جو ضامن ہو کر — لیا رات میں صبح دیئوں کا فکر

کہ تم ملک زادہ کن اسکوں لیاؤ — ایسی غوغوے کا ڈھنڈورا بجاؤ

بدی کا دماں ما جہاں پر بجیا — برا سب میں ہوں میں نہیں کوئی دوجا

کہ فرمائے شہ نے سو کتوال کوں — سولی دے سو اس چور در حال کوں

گئے حکم ہور کئی چھپا کر دکو — کہ ظاہر سولی دیو باطن نکو

لے کر آ سولی توں اس ٹھار پھر — کہ میرے حضور توں سولی کا ڈکو

سولی دے اور سے آج دربار لگے — کہ آنے دے اسکوں کہ جس جیو ہنگے

تماشے کوں اس ٹھار جو آئے گا — جکوئی آکر دیک نکل جائے گا

اگر کوئی کس کوں کرے گا منا
کروں گا دنیا سیتی اوس کوں فنا

دماں ماں سوئی تم سو بیگی اناؤ
ہو یلسار کوں بھیج بیگی منگاؤ

کہ کرنش کیا شہہ کوں اقرار سوں
کہ بھیجیا ہو یلسار اس کار کوں

کیتک سات میں لیا سو حاضر کئے
کر سولی کا ٹونیکا وضا تب دیئے

سولی کاڑی دربار کے جوں اتنگے
دماں ماں دمامے بجانے لگے

رضا لیکہ شہہ کن تے جوں استوار
نزدیک لیا کہ بیکر کوں کیتا قرار

پکڑ ہاتاں دو دھر کے اس کے تمام
کھڑی کیتے لاکر سولی کے مقام

ادٹھیا کوس شاہی کا آواز جب
زمیں سات آسمان ہلے سارے تب

کہ بیکر کے دکھ تے دو عالم ہلیا
کہ غم کی اگن تے سو عالم جلیا

ادٹھیا شہر غزنوں میں اس دھات شور
کہ عبد اللہ کا بیٹا ایسا ہے چور

بجی ہانک یک دھر تے چوندھیر تمام
سنے شہر غزنو کے سب خاص عام

سولی دیتے بیکر کوں شہہ کے حضور
ہوئی بات دو جگ میں ساری مشہور

نھنا ہور بڑا سب ہوئے بے وطن
کہ دکھ سات لبریے سو سدا اپنے تن

الہی توں بیکر تے عبرت تمام
دیا جن ملک انس سب خاص و عام

تماشے کے کارن خلق آ ملیا
بسر جا تماشا ہوں دکھ میں گلنیا

لگے زاری کرنے سب اسپاس آ
کیتے سراہ کوٹیں پچھاریاں جو کھا

کیتے بال لونچے کیتے سر پچھاڑ
کیتے مارے بونبڑیاں کیتے کپڑے پھاڑ

کیتے کھائے پچھاڑیاں سو بے قرار
کیتے مارے ہانکاں سو بیکر پکار

کیتے بھائے بائی اپن تن اوپر
کیتے گئے وطن سارا اپنا بسر

کیتے بھائے کفنی تجے سب دنیا
کہ جینا دو دین کا ہے دنیا فنا

کیتے مارے پتھرے سینا سر اوپر
کریں تن اپن چور سب سیج کر

کتیاں تے نکل گئے جواہر سو سب
کہ دنیا تجے پکڑے خالق کو تب

کہ عبرت یو ہوئی سب کہنا کوں تمام
فنا چھوڑ پکڑے بقا کا مقام

دنیا بے وفا ہے نہ پڑا اسکے خیال — ہوا ہور حرص کا یو ہے سب او بال

کتیاں نے سو پکڑ لے جنگل جا مقام — کتیاں کوں ہوا کھان پانی حرام

کتیے ہو سو بے سُدا اپن سُد لیسر — کتیے پڑتے لڑتے سو ہو بے خبر

کتیاں نے نین ملکھ سو دھونے لگے — کتیاں نے سو زار زار روتے لگے

کتیے کفنی گل بھا چھوڑے اپ وطن — کتیے کیے ایمان اپنا جتن

کتیاں کی عقل جا ہوئے بے عقل — کتیاں کوں پڑیا بھاری مشکل کیل

کتیے لیکہ تسبیح سو طائب ہوئے — کتے اس خلق میں تے غائب ہوئے

کتیے در دلبسر سے سارا تمام — کتیاں نے ذکر پکڑے دائم غلام

کتیاں نے وطن سٹے سو عابد ہوئے — کتیاں نے اپنے جیو سو حق کوں دیئے

کتیے چھوڑے دُکھ دیک آواز سب — کتیے کیتے غم سات غربا سب

کتیے نے مُصلا سو زاہد ہوئے — کتیے حق کی قدرت یہ شاہد ہوئے

کتیاں کو مشاہدا حاصل ہوا — کتیاں سوں الٰہی نے واصل ہوا

کتیاں زہد (سو) اختیاری کئے — کتیاں نے اپنے جیو نثاری کے

کتیے لے چلے کھاندے پر مرگ پوت — کتیاں نے پو کارن لگے دوست دیت

کتیے جا بسائے سو کعبہ مقام — کتیے جا مدینے میں رہی وان مدام

کتنی جا کے بیت المقدس رہے — کتیے وان الٰہی الٰہی کہے

جتیے تھے او کافر سو سارے تمام — کہ بیکر کے دکھ تے سٹے اپ مقام

کتیے لے سو جینے سیناسی ہوئے — کتے لے کھپری ہات اوداسی ہوئے

کتیے ہوئے جنگم کنٹھا بھا گلے — کتیاں نے لی جھولی وطن سٹ چلے

کتیاں نے ہوئے جوگی گن بھار کر — چلے چھوڑ اپنا حرس مار کر

کتیے ہو کے تپسی ترستے لکھے — کتے ہو کے مجذوب کتیے جیو کھتے

کتیے ہوئے راول جھٹا دار سب — کتیاں ہو کہ باؤلی کریں جو تب

کتیے رہئے ترنکھار نردھار ہو — کتیے ڈھونڈتے پھرتے کہ دلدار کو

کتیاں نے لے جینے کریں جپ ہری / کتیاں کوں سو دکھ سوں لگے تھرتھری
کتیاں نے او سد بد تے ہوئے جدا / پلو کارن لگے گووندا گووندا
کتیاں نے سو بسری و جیتے مدام / کتیاں نے سو بسری ہوئے سک تمام
کتیاں نے سو مکھ و ید چار و شکل / کتیاں کو پڑا آ کہ مشکل کُبل
کیے کفر اسلام یقیں یوں قرار / بغیر از محمد رسول نئیں ادھار
کہ جن انس ساری سو سب خاص عام / مناجات حق کن منگے یوں تمام
عرش ہور کرسی و ساتو فلک / بہشت ہور رضوان و سارے ملک
مناجات کیتے سو حق کن تمام / کہ برکت تے تیری ہزار الحک نام
کہ عاشق او معشوق کوں ٹیک ٹھار / بلا کے سو گرداب تھے جھاڑ کاڑ

شنیدن آوازۂ سلی ماہ و منت و زاری نمودن پیش او دائی و لباس نمودن سیاہ و آمدن پیش پیکر

الہی توں رکھ شرم ہر زار کا / ہمت دے نبھانے کوں اقرار کا
ہوا غلغلا شور جگ میں تمام / سولی سار ہوتا دیہی تیک کام
دمامیاں دماما بجاویں جو ساز / دریغا دریغا سو نکلیں آواز
پڑی جا یو آواز مہ کان میں / رہسر سد لگی مہ اوسی دھیان میں
لگا کان ہور دھیان آواز کوں / لگی سننے محبوب کی راز کوں
پلنگ تے تلیں ہور تلیں تے اوپر / لگے پڑنے مہ یار کوں یاد کر
کہ مارے اچھیں لگے میرے یار کوں / کہ کسی کس عذاباں سوں دلدار کوں
کہ رو رو کہ خوار زار ہوی او دکھیا / اوسی فن میں سدھ تمیارا اس کا اوٹھیا
دوانے سو دیکھی اوسے ایسا حال / شفقت مہر اس پہ کیتے کمال
کہ دیک ماہ کوں یوں پکارن لگی / اپس میں اپیں یوں پکارن لگی
دل تے سو مہ پیکر مدہوش تھی / اوسی کے اثر تے او بیہوش تھی

گیا جوش پھر نیہ کا یوں آ تیا | شمع کے اوپر جوں پتنگ دھا آیا

لگی آگ نیہ کی سو پھر کر تمام | او ٹھیا پھر کا برہے کا دل کے تمام

گیا جیو کا نیر پھر دھا تیا | اثر یو اثر میئے کا پھر آ تیا

ہوا دکھ اوپر دکھ یو بھاری تمام | ہوا غم اوپر غم یو کاری تمام

زخم پر زخم نیہ کے تازی ہوئی | کہ عاشق کوں نیہ کی یو بازی ہوئی

اول تے دیوانی اوپر کھا بھجنگ | پڑی نیہ اگن میں جو جوں تیر خدنگ

اول تے تھی بے اسد اوپر گئی لبسر | ہمت ہور تقویٰ عقل سو بسر

اول تے تھی نادان اوپر دکھ پڑیا | برہ کا وے مشکل کہیں آ کھڑیا

اول تے تھی بیٹا ہوئی خار زار | کہ بالی سو نیہ دکھ تے ہوئی بے قرار

اول تے تھی تانی اوپر سد بھولی | نین تے رکت رو ہوا تن کوں لی

اول تے تھی بھوری اوپر گئی عقل | برہ سینے تے چلیا ہو کر اوپل

اول تے دو کھیا او اوپر دکھ ہوا | اوا دھی کوں تو پھر کر جیا

ہزاروں مکر کرا و حیاتی نار کوں | پوچھی بات نیہ کی سو دلدار کوں

نین کھول کر کئی تو نا ہو جنی | تجھے میں سو اولچ مائی تھی

دوا سن عرض داشت میرا تیال | کینا پیرا احسان ہوئے گا کمال

دوا اک میرا بول تو کان لے | دوا ایک سیہ پیرہن آن دے

دوا تیرا اپکار ہوئے گا کمال | کہ جیادر سیہ لیا کہ دے منج اتیال

دوا منجکوں وعدے کا ہے آج کار | دوا ایک سیہ لیا کہ دے توں ایزار

دوا یو وقت ہے سو منجہ سخت تر | کمر بند سیہ لیا کہ دی بخت ور

دوا تیری ہے مہر منجہ پر مدام | کہ سربند سیا سوں ہے اب منجکوں کام

دوا توں میری بات اب ٹک چلا | کہ ترکش سیہ منجکوں توں بیگ دلا

دوا میرا بہت تٹے توں سوس جتا | کہ لیا یک سیہ سب تند یو تھا

دوا توں سو جا دابر خانے میں جا | سیہ ساریاں لیتاں سو توں بیگ لیا

دوبیار منج میں اتھی بات یو — کہ دیدار دینا ہے اس ٹھار سو
دوا او وخت آکر اب منجہ کھڑیا — کہ دیدار دکھلانا منجہ سر پڑیا
اوبھی بول دوانی کہ سن نیک نام — خلق میں سو جانا نہ ناری کا کام
کہ ناری بھلی گھر میں یا در مزار — نہیں کام ناریاں کا جانا بزار
نکو بھا توں دروازے تے بھار پا — کہ رہ توں شرم کر نکو بھار جا
کہ چھپنا سو ناریاں کا ہے نیک کام — پیا یا مرد دیکھنا ہے حرام
نکو بھا نظر تیری بیگانے پر — نکو اور کسی کی توں استانے پہ
نین کھول دیک یک توں شوہر اول — چھپا رک توں لے نارا این مکھ کنول
نہ دکھلا کسی کوں توں اپنا جمال — نکو دے توں نیناں کوں کس کہ اوچال
شرم کا سو پردا نکو مک تے کاڑ — نکو توں حیا کی سو پردتے کوں پھاڑ
کہ اوڑ لاج کی داوانی سر اوپر — نیکی ہے او ناری سو اس کے بھتر
نکو کر برا توں سو اپنا خیال — کہ دور رک اپس دل تے ایسا او بال
نکو لیا یوری بات اپن دل اپر — حیا لاج ناری کوں ہے خوب تر
نکو جا صحن میں توں گھر تے نیکل — مبادا پڑے گی کسی کی نظر
نکو جا تجے کوئی دیکھیں گے اپیال — کہ ظاہر ہوتے گا سو تیرا اجمال
نکو جا نظر توں پڑے گی کسے — بھلا ہے نہ ریشا نیرا کس ویسے
مبادا یچھانیں گے تج کوں سو دیک — کہ بجھیں گے مہ کوں سو تحقیق بیگ
خلق سب ملیا ہے سو اس ٹھار پر — نکو کر دلیری توں اس کار پر
ہوا ہے خلق سارا حیران تمام — نکو دھر قدم توں سو بیکر کے کام
کہ دربار سلطان کے توں نہ جا — نکو تو بیگانیاں کوں اپ مکھ دکھا
دلیری نہ ہوسی تیرے بات تے — کہ توبہ توں کر مہ پرم بات تے
توں ناری نکو کر سو مرداں کا کام — سنیر او لر ناریاں کوں گھر ہور مقام
حضور بادشاہ کے نکو جا ایتال — بلا آئے گی سوچ پر سنیاں

عدالت میں ہو مسند شہہ بیٹھیا ـ بجے گا تیرا دل، کلیجا جیا
حسن میمندی بی اوسی ٹھار ہے ـ نکو جا بچپاری بورا کار ہے
توں بیٹھی ہمارے جیواں کے اوپر ـ نکو نے ہمن جیو تھی نا ہور
اوٹھی بول دادا کوں کہ سن بات توں ـ نکو کر منجے جیو اوپر گھات توں
لگی پانوں پڑنے او منتاں کرن ـ لگی سیس دھرنے دادا کے چرن
کہ لیاوے توں کسوت سو میری اتیال ـ کر ایکار ہوئے کا تیرا منجہ کمال
کہ مرنے کا احوال مہ پر سو پائی ـ اوسی وقت جھکچہ منگی تھی سو لیائی
وضو ساز شکرانہ حق کا کری ـ نماز کر سو سر اپنا قبلے دھریا
کہ واجب کی آیت کوں تکرار کر ـ الٰہی ہے منجہ سر پر اقرار کر
دوا اپنا دیئی سو لیبی نیک نام ـ کری ساری کسوت منجہ سب تمام
سیہ گھوڑے پر اس وقت ہوئی سوار ـ چلی ویں جھجے پر سوں دروازے بہار
کہ چابک سو مار اسپ کوں گئی تا ـ خلق دیکتا تھا جتا تھا وتا
ڈھکیلی ترنگ کوں سو دریا رکتی ـ رکھی تھی اُتن ہات میں اپ جتن
اوسی مارکی میں سو گھوڑا چلا ـ لیتی جا کے پیکر کوں مرنے ملا
کہ دیکھی سولی کا ڑے ہیں استوار ـ کہ نزدیک پیکر کھڑا ہے سو یار
کہ محبوب کے رخ پہ رخ جا دھری ـ نظر پر نظر رکھ ویں جا کھڑی
الیس میں اپی دونوں دیکھن لگے ـ نین پر نین دھر کہ پیکھن لگے
پیرم راز لیا کر سو نیناں میں دھر ـ چھپا راز نیناں سو اظہار کر
پڑی مہ رباعی سو نیہ ساز کی ـ کہ طالب و مطلوب کے راز کی
کہ اس شہر میں ہوں سیہ پوش میں ـ بجھڑ کر رہی ہوں سو مدھوش میں
کہ کرتی ہوں زاری و خاموش ہوں ـ او بلتی سو دیگ داں کی سرپوش ہوں
سونیا مہ تے پیکر رباعی تمام ـ پڑیا بیت اپنے راز کی نیک نام
اگر منجہ سولی دیوے تے محبوب در ـ خوشی سوں سولی سار ہوں سربسر

کہ دیکھیا سیہ پوش سلطاں سوار
ترنگ پر اتھا سارا تقوی قرار

کھیا دل میں یو سار آیا ہے یان
کہ وعدا کیا تھا سو بیکر سوں وان

عجب صدق و علا ہے اس نار کا
عجب ہے ہمت اس کے اقرار کا

اندیش شہہ حکومت طرف رخ کیئے
حسن میمندی کوں اشارات دیئے

سمجھتا سیہ پوش اس سار کوں
دلاور ہو آیا ہے اس ٹھار کوں

حسن میمندی کا سر سو نیچے دھریا
دھا شہ کوں کورنش سو بیجد کریا

کھیا میں سو نئیں جانتا یو جواں
نہ معلوم ہے مجکو اس کا نشاں

گیا دیک سیہ پوش واں تے نکل
اتھا شہہ کوں مشکل ہوا سارا حل

اوسی وقت شہہ نے اشارت کیا
کہ کتوال کے ہات بیکر دیا

لیجا اس کوں رکھ توں ٹھیکہ ٹھیک ٹھار
نکو ہو تو ہے فام اس تے ہوشیار

رین ساری خدمت میں ایوں بند کر
نکو توں سوں واں بھیج کس کوں دیگر

بجھا ناکو جاگا کا سو سترا بساں
او سے بھوت جیا واں سوں تلتل مناں

کہ سن بات شہہ تک تے سر مجنیں پھریا
ہزار دعا و کورنش سو شہہ کوں کریا

کہ شہہ کا امر سن کے بہوت پیار سے
چلیا لیکہ کتوال اس ٹھار سے

دیلا ئی پان شہہ نے سو سب خاص عام
کہ لے پان کورنش کیئے سب سلام

دیلا ئی پان شہہ نے سو سب خاص عام
کہ لے پان کورنش کیئے سب سلام

کہ سلطان اُٹ کر محل میں چلے
کہ اس پاس تھے سو سارے ملے

گیا سب خلق شہہ کا دربار سوں
ہوئے سارے مشغول اپن کار سوں

چھپیا سور مغرب طرف جا تمام
کہ یو لس جوں ماہی میں کیتا مقام

خلق کا جو غم جا سماں چھا گیا
دنیا میں اندھارا سو ہو آگیا

دو عالم کی دکھ پانک سن کر چندر
کہ دیکھن کوں نکھا سو ادور بدر

ستارے سو روشن ہوئے ٹھار ٹھار
تب عاشق و معشوق ہوئے بیقرار

بموجب حکم سلطان محمود بُردن کتوال بہ بندی خانہ بیکر را غم کردن او

الٰہی دکھا صبح رحمت ایتال ‏ ضلالت کوں کر دور دکھلا جمال
حکم شہہ کا کتوال جوں پائیا ‏ کہ خدمت سو شہہ کی بجا لائیا
چلیا لیکہ پیکر کوں خدمت سنگات ‏ کہ جو امر سلطان کا جوں ہے دھات
بندی خانہ نزدیک تھا یک گھر ‏ سنوارے اُسے خوب اُپرپ تر
کہ پلنگاں جواہر جڑت کے تمام ‏ لے کر آر کھے تھے سو پیکر کے کام
تیوا سیاں وجم خانے کئی دھات سوں ‏ بچھانا بچھائی سو اس رات کوں
شمع ہور دیوے رکھے ٹھار ٹھار ‏ رکھے موم بتیاں موم دانیاں سنوار
کیتی ساریاں ارش سو تاریاں مثال ‏ ہوا گھر میں چو پھر سو سارا اوجال
لے کر جا کے کتوال پیکر کوں جاں ‏ کیا بہوت دلاسا و خاطر نشاں
کھڑے تھے سو خدمت میں پیادے تمام ‏ کہ حاضر اتھے سارے پیکر کے کام
کہ پیکر کوں واں کچھ نہ آرام تھا ‏ پلنگ ہور صدر سوں نہ کچھ کام تھا
کہ جس ٹھار دلبر کا نئیں ہے جمال ‏ کہ اس ٹھار مانند دوزخ مثال
کہ جس ٹھار درسن نہیں یار کا ‏ کہ او ٹھار بیگانہ دَر کار کا
کہ جس گھر میں نہیں یار کا ہے مقام ‏ نہ سہے گھر او جنگل ہے دائم مدام
کہ جس دل میں نئیں یاد دالدار کا ‏ نہ ہے گھر او جاگا ہے کفار کا
محبت نہیں یار جس گھٹ بھیتر ‏ نہ انسان حیوان تے بدتر
نہ تھا کچھ واں پیکر کوں بن رہوں کار ‏ نہ تھا گھر میں کوئی یار اس غمگسار
لگی تھی برہ آگ تن میں تمام ‏ ہوا تھا سو گھر اس کوں مانند حرام
بغیر یاد مہ بن نہ کوئی یار تھا ‏ خیال قد و قامت کا دلدار تھا
نہ تھا اس کوں مونس سوائیں ٹھار یہ ‏ اتھا ہم نینہ درد کوں کار گر
بغیر مہ درد کچھ نہ دھرتا اتھا ‏ کہ مہ یاد بن کچھ نہ کرتا اتھا

اتھی تسبیح اس ناؤں کی نت مدام / زباں کوں سو بن مہ نہ تھا کچ اوکام
کہ شب روز مہ بن نہ اس کچ دیسے / بغیر مہ نہ اس دل میں دوجا بسے
محبت اگن کوں سونا لیا کر تاب / پکارن لگیا ماہ کا ماہتاب
نین ہو کہ تیسی ترسنے لگے / کہ جوں ابر نیساں برسنے لگے
بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا / بغیر آہ و نالاں نہ ہم یار تھا
پکارن لگیا ماہ انور کہاں / بغیر ماہ سیاہ ہے سو ہر دو جہاں
میرا جیو واروں گا تجھ نام پر / بلیاری کروں گا تیرے ٹھاؤں پر
کہاں پاؤں تجھ مہ کنول کا سو راز / نہ دھرتا ہوں کس سوں راز و نیاز
نہ منجکوں جیوتک ہے سو اس ٹھارتے / نہ سکتا ہے ہو دور نینہ کار تے
نہ کوئی دیں منجے یاں تے یکتل سو چھوڑ / کہ سکتا ہوں نینہ ڈور سی منجہ بات توڑ
کہ مہ کا فراق آ کھڑیا منجہ کوں بل / کہ جانے کوں یاں تے نہ منجہ بات ہل
گرد گرد گہ چوپھیر سو بیاری تمام / کہ قاید کری ہیں منجے اس مقام
کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجھ کوں جیا / نکلتا ہے سب رین میرا جیا
نہ دلیس او دیکھن کوں تجھ مکھ چندر / کہاں پاؤں دیکھن تجے مہ سندر
الہی کی درگاہ میں او خار زار / بغیر غم او زاری نہ تھا اسکوں کار

رفتن مہ و غم خانہ کردن و دعا را بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکر

الہی رکھیا نئیں کس یک حال جم / کدھیں دیوے شادی کدھیں دیوے غم
چلی مہ سو پیکر سوں وعدا نبھا / نین کی رکت میں تن اپنا ڈوبا
کہ شب تیز اپنے کوں انپڑی سو دی / اپن گھر طرف راست مارگ سو لی
کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر / بچھاڑی گھڑی کھائی بھوئیں کے اوپر
لگی رونے ہور بولنے دکھ تمام / عجب بخت بھونڈے ہیں میرے مدام
جداں تے عقل منجکوں گیان آئیا / تدھاں نے برہ منجہ اوپر دھائیا
کہ گئی ساری راحت سودا میں بسر / جفا ہور غم یاد ہے سر بسر

نہ ہے منجکوں یک سات آرام جاں | کہ شب روز کرتی ہوں میں خوں فشاں
نہ جاتا ہے منجہ جیو سو تن چھوڑ کر | نہ رہتا ہے نیر تے سو مک موڑ کر
عجب سخت تر ہے سو میرا جیا | جفا ہور غم سوں سینے سر دیا
ملیاں آ سہیلیاں سو چو ندھر سوں دھا | کہ دیکھیاں پڑی مہ چھپا رڑی جو کھا
کنول مک سو کملا برہ جھال سوں | پڑی تھی سو دیکھیاں او بے حال کیوں
بلکتے لگیاں ہائے کیا وقت ہے | کہ مہ کی یو کیسی بوری بخت ہے
نہ دستا سو مک پھول یک دن کھلا | کہ غنچہ کی مانند سدا ہے ہنیلا
نہ ہنستی سو لکھن کدھیں غم سنگات | نہ کرتی ہمن سوں یو ہنسنے کی رہات
جتیاں ناریاں سب مل او چا ماہ کوں | لگیاں جاؤ کرنے سو دل جاہ سوں
سیاہی کی تن تے سو کسوت اوتار | کیاں مہ کوں ناریاں سو نبکی سنوار
گیاں بادہ تن تے سیاہ سازکار | چھپا راز تیرا ہوا آشکار
ہنسانیاں بہتیاں ناریاں سو مہ کوں تمام | ولے او نہ ہنسنی ہی نیک تمام
ہر یک سات پیکر سویا داؤ تا | نہ ہنسنا نہ کھیلنا نہ کچھ بھاؤتا
نین سو منجہ صورت رکھی تھی چھپائی | کہ کھولنے تے پلکھاں مگر بھاس جائے
نہ تاریاں کوں دیکتی اپس نین کھول | نہ اٹھتی تھی اوبارا اپن مک تے بول
ایسی فن متے او ردکھیا دن گنوا | رین کا ہوا دک سو سر تے لٹوا
جیتار دیک رونے لگی او کنول | کنول مک رکھیا تھا سو درمیانی جل
کری یاد پیکر کے مک کا سو نور | دکھیا لیا کہ او نور دل کے حضور
منیر یار کا مک سو آفتاب ہے | چندر کوں ہوا اس مک تے جک تاب ہے
عرش ہور کرسی سو پیدا ہوئی | کہ پیکر کے نور تے ہو پیدا ہوئی
کہ آفتاب ہور ماہ ساتو فلک | کہ پیکر تے پیدا ہوئے سب ملک
جتے نور اس نور سوں ہے وصل | کہ پرتو ہے سارے سوا وہے اصل
کہ کرتی تھی زاری سو او شہپری | یکایک دوا سامنے آ کھڑی

دوا دیک اڑا اوٹھی ہانک مار — کہ غم ہور زاری کیتے آشکار
دوا کاں ہے پیکر سو مجکوں نما — موا ہے یا جیتا ہے یادرا ماں
دوا اسکوں ماری یا کیتے ہیں بند — دندیاں نے یو کیتی ہیں کیا سو زند
دوا راس کہہ دے سو کیا ہے خبر — کہ یا ہے جہاں سوں یا ہے دار اوپر
دوا راس کہہ تو بند یا ہے الات — کہ یا حق تے پایا ہے کچھ بھی حیات
دوا راس کہہ توں سو پیکر کی بات — نہ کچھ سے تو کرتی ہوں منجہ جیو پہ گھات
اوٹھی بول دوا نے کہ سن او دھالی — رکھے ہیں بندی خانہ پیکر اتیال
کہ بھائے ہیں بندی خانہ اس پاؤں — کری ہیں او قاعدہ سو کئی دھات سوں
کہ سن تانوں بندی خانے کا ہانک مار — لگی رونے زار زار مہ بے شمار
ٹھنڈی ٹھنڈی خوی آئی مکھ پر تمام — جوں شبنم اچھولاں پہ لیتا مقام
آیا تور پر تور برسات سات — پھریا رنگ پر رنگ ہر دھات دھات
نکل جا کہ سرخی زرد رنگ بھیا — سیہ ہو کر دستا تھا سارا کیا
کدھیں ہوئے رنگ نیل ماتم کا حال — کدھیں آوے سرخی شہیداں مثال
دوا نے سو دیکھی او سے بے نوا — کہ سمجھی یو نیہہ درد نیں اس دوا
برہ کی جراحت ہے سینے بھیتر — بغیر وصل دارو نہ ہے کچھ دیگر
اندیش کر لگی او دلاسا کرن — کہ پڑنے لگی او سو مہ کے چرن
سینے کوں لگا کر بلایاں لیتی — کہ لاکھاں وزا سوں دلاسا دیتی
کہ سن مائی میری تو ہمت پکڑ — کہ کرتی ہوں تدبیریں یک دیگر
نکو رو ملاوں گی تجے ہور او سے — کروں گی سو حکمت کہ او تجہ دیسے
کہ جب یو نداہ مہ کے کن آئیا — گیا لوح تن تے سو پھر دھائیا
کہ پی مہ امید کا سو آب حیات — بسر شد پکڑا رہی سو ملنے کی بات
دوا اٹھے منجے چل سو پیکر کنے — دوا جائیں چل ملکہ ہم دو جنے
دوا جا کہ دیکھیں لانچہ کتوال کوں — بھولے گا سو کتوال دیکھ مال کوں

کرے گا سو کوشش ہماری کمال
دیکھاوے گا ہن کوں او نوری نہال

کہ دیدار کا منج کوں امرت پلا
کہ پیکر کوں منجکو سو توں پھر ملا

کہ آوں گی تج سات چھائیں مثال
نہ چھوڑوں گی یک تل سو تیرا دنبال

دوا جائیں چل بیگ اس ٹھار کوں
کہ دیکھ آویں دور تے سو دلدار کوں

کہ پایا ہے او راحت سوں یا ذر عذاب
کہ پایا ہے او ہشیار یا درا و خواب

دوانے او بھی بول اٹھے نیک نار
صبوری پکڑ لے توں نہ ہووے قرار

صبوری ہے کیلی گرہ کار پر
کہ کر توں صبوری سو اس ٹھار پر

نہ جس میں صبوری نہیں او بشر
صبوری ما ہے ہر کار کوں خوب تر

کہ دارو طلخ ہوئے آخر شفا
کہ اول مشقت او آخر نفا

دیوانی سو ہو کر نکو کھا شکر
کہ ظاہر میٹھا ہور چھپیا طلخ تر

رضا دے توں اب منجہ کہ میں جاوں گی
کہ پیکر کوں جا دیکھ کر آوں گی

کہ احوال اسکا کہوں گی تو جے
کہ جب او نظر تل پڑے گا منجے

رضا دے کہ خوبی ہے اس بات میں
کہ لیاوں گی خبر جا کہ یک سات میں

ہزاراں مکر ہور نیرنگ سنگات
رضا لے چلی مہ کنے تے سو جات

کہ خطرے کوں کی تھی دوا کی دنبال
ولے نیہ نہ جاتا تھا اس تے سنبال

برہ آکر بھیدیا سو اس مہ کے تن
کہ شد بد و ٹھاٹی سو سٹ اپ وطن

کہ جالی آگن آ برہ کی تمام
ہوا حرص ننگ نام گھر ہور مقام

برہ ڈک آ بھیدیا سو سر تا قدم
بغیر آہ نالاں نہ تھا اس کوں دم

کہ ھیں سوز سینے تے نکلی جو بھار
سماں ہور عرش کرسی ہوئی بے قرار

براہ آہ کی بجلی کڑک کر ! وٹھی
کہ ہفت و طبق آسماں ساری پھوٹی

نکل دود سینے تے چو پھیر پسر
فلک سات سو ندی یکس یک اوپر

او ساساں ہوایاں سو پھٹ پھٹ تمام
ستارے ہور دستے گگن ہر مدام

آگ سنچریا جو سینے میں داٹے
تدھاں تے نکل ٹھنڈگی واں تے ٹھاٹے

اگن ہور تھنڈ گی ہوا جیا ند سور　　کہ دین ہور رین کوں سوہے اس تے نور

یکایک چھجا یاد آیا او سے　　چھجے پر تے پیکر میرا منجہ دسے

چھجا چڑ کر دیکھن لگی یار کوں　　پکارن لگی یار کس ٹھار توں

سوتا ہے یا بیٹھا ہے یا ہے ہشیار　　کہ یا ہے و راحت سوں یا خوار زار

کہ یا اس رکھے ہیں گلے طوق بھا　　بندی خانے میں یا رکھے ہیں چھپا

نہ جانوں کہ کس کس عذاباں سنگات　　گذرتی ہے اس پر کھٹن آج رات

نہ جانوں اندھیارے میں کیوں پڑ رہیا　　مچھر دھانس کھلتے ہیں اس کا کیا

کہ یا ہے غریباں نمن سیے آدھار　　کہ یا ہے ڈلاؤں ڈول یا ہے قرار

کہ یا ہور رہیا ہے سو شہری غریب　　کہ یا ہے یکیلا کہ یا ہے رقیب

کہ یا ہے ہو عاجز یتیماں مثال　　کہ یا ہے سو اس کا پیسراں کا حال

اسی حال سوں منہ سو زاری کری　　کدھیں ہوئیں دانا کدھیں سد بری

کدھیں ہو گئی ثابت کہ گا ہے اوداس　　کدھیں بیکڑی امید گا ہے نیراس

کہ گا ہے چھجا چڑ کریں جاں فدا　　کہ گا ہے تلیں آ کو کاریں دوا

ولی منہ رکھی تھی نین باٹ پر　　بندی تھی دل اپنا دوا گھاٹ پر

الہی بنا یا زناں پر ہنر　　کتیاں یار سا ہور کتیاں پر مکر

الہی توں ستار ہور تو غفور　　نہ کتیا کسی عیب کس پر مشہور

دوا جب رضا لیکہ منہ تے چلی　　ولی او فکر میں سو ساری گلی

کہ گھر چھوڑ جانا ادھیرات کوں　　نکلنا وطن سٹ سو کس دھات سوں

فکر آ کہ مشکل یو کاری کھڑی　　میرے سر اوپر یا زی بھاری پڑی

مگر کوئی پوچھیں کے تو نار ہے　　کہ جاتی ہے کس کام کیا کار ہے

کہ دنیا جواب اسکوں تب کیا بھرا　　کھڑے گا وقت منجہ اوپر آ بورا

یتی فکر بھوت دھات اس بھانت سوں　　کہ جانا ضرور ہے منجہ اس رات کوں

زنانی سو کسوت ستی کاڑ کر　　شرم پیرہن کی ستی پھاڑ کر

کیتی بھیس مرداں کا مرداں مثال — ستی سب زناں کا جتا قیل و قال
منڈاسا سندی خوب آپ سیس پر — کہ بینی جھکا ہور قبا جفت کر
کہ شلوار موزے سو پینے او زر — کہ ہوئی چست چالاک مرداں کے سار
کمر بند بندی ہور اوپر بروٹا — بندی کا بند شمشیر اس سوں ملا
کہ چادر سو سب تن لیتی ڈھانپ کر — نہ سمجھے اگر دیکھیں کوئی گیاں دھر
لیتی یک فرنگ ہات میں آب دار — ہمت ہور تقوا سول کیتی قرار
کری ساری کسوت سو سب زرنگی — کہ مانند تحقیق جوں لشکری
نکل آئی دروازے سکے بھار او — رکھی تھی اپنی من کوں یک ٹھار او
چلی بینت پکڑ کر سو پیکر کی کار — کہ اندھیری کیتک سات پیکر کی ٹھار
نظر تل پڑیا او کہ کتوال جب — سلام علیکم او تھی بول تب
کہ کتوال پوچھیا کہ توں کون نر — کہ آیا ہے کرنے کوں مکر و ہنر
دیتی جواب اس کوں دلاور سنگات — کہ ہے شہہ کی منجہ کن سو نازک بات
کہ میں سرخواص ہوں سو شاہی جہاں — سمجھتا نہیں ہے توں میرا نشاں
کہ خطاب میرا سو مصلدار خاں — کہ نزدیک ہوں میں سو غزنو کے واں
کہ بھیجا ہے سلطاں منجکوں ایتاں — کہ جا دیک پیکر کا کیا ہے حوال
رکھے ہیں سو حرمت سوں یا خوار زار — کہ پایا ہے اوراحت سوا یا پے دھار
کہ کتوال سن یوں گیا ہڑبڑ — صدر چھوڑ ہٹ جم دم آنگے آکھڑا
ہلیج امر سلطان کا سر بسر — بجا لیا ئیا ہوں سو میں خوب تر
لے کر جا کہ اسکوں سو پیکر مقام — دیکھا یا سو احوال اوٹ کر تمام
رکھیا ہوں سو پیکر کوں حرمت سکا — حکم جوں کہ شہہ کا اتھیا سن او دھات
سپارش کرو میری شہہ کے حضور — بعد تم لوں دائم اچھے گا غفور
چلی چھوڑ بندی خانہ کتوال کوں — کہ جس حال آئی اوسیی حال سوں
گہ جا گھر میں ساری سو کسوت اوتار — رکھی بستاں جس ٹھار کیاں ٹھار ٹھار

اول کی روشن جوں کی اپنی اتھی
کہ جا دیک مہ سہے اوسی حال میں
کہ لے جیو جاتا تو ہوتا بھلا
سینا کوٹ لیتی تھی سٹتی تھی خاک
کری پیرہن خاک سب تن اوپر
کتی تھی دوا کاں ہے پیکر کہاں
کہاں دھنڈوں کس دیس جاؤں نکل
کہاں ہے گلے کا میرا لال او
نہ جانو سو ریجن و ریجن کے بات
نہیں او بندی خانہ باغی جناں
کہ جس ٹھار پیکر کا جھلکار ہے
کہ جس ٹھار او مہر نوری نہال
منور اچھے گا سو گھر ہور انگن
بندی خانے کے لوگ سارے تمام
کہ پیکر کوں دیک کر سو راحت پکڑ
اچھے کا او نو کوں سو آرام جاں
کہ تمگ دیک نینا اچھیں گے ٹھنڈی
یو کہتی تھی سر کوٹ لیتی تھی مار
کدھیں کھا پچھاڑی سو ہو بے قرار
دولنے جو دیکھی سو مہ کا حال
کہوں گی حکایت سو پیکر تمام
کہ سن ناؤں پیکر سوار رڑا پکار
دوار اس کہہ دے سو کیا حال ہے

پھر اچھیس ہوئی تار جوں مہ پتی
کہ پیکر کے زاری کے افعال میں
نہ پڑتی یرہ سرک میرا گلا
اوڑاتی تھی تن پر سو چو پھرتے راک
ہوا ٹکڑے ٹکڑے نین نیر جھر
بغیر ہو نو منگوں سیہ دو جہاں

کہاں پاؤں پیکر کی صورت نچل
کہ ہے منتر جیو کا سو کنٹھ مال او
سنپٹ کر سو بند میں او ہے کس دھات
کہ جاں ہے او پیکر رنگیلا نپاں
نہ ہے بند او جاگا سو گلزار ہے
کہ شب روز دائم ہے نت واں اُجال
اچھیگا بندی خانہ جوں گل چمن
مشاقت اور محنت سو بسرے مدام
کہ عاشق اچھیں کے اپن سد لیبھر
اپیں کرتی ہوں سب زین خوں فشاں
پڑی ہیں منجہ او پر سو دکھ کی ندی
بغیر رونا تپینا نہ تھا اس ادھار
کدھیں ہوئیں ہوشیار پیکر پکار
نزدیک آ مہر اس یو کیتی کمال
ہشیار ہو پیاری توں رکہ من میں خام
لگی کرنے منتاں سو کیتی لک ہزار
ہوا ہے کہ جیتا یا خوشحال ہے

اوٹھی بول دوانے کہ دیک مرکی دھات
نکو دے اپن عقل کوں غم کے ہات

میں تو دیکھی ہوں نینا سو بیکر کوں جا
کہوں گی تیرے کن نہ رکھ سوں چھپا

کہ جیتا ہے بیکر سو اس وقت پر
او سے تجھ مشاق تن نہ ہے سخت تر

کہ دیکھی ہوں بیٹھا پلنگ کے اوپر
بچھانا سو ستر ا اتھا خوب تر

کہ خدمت او کرتے ہیں ہات جوڑ تمام
کہ کتوال پیادے سو سب خاص عام

رکھے تھے سو تعظیم تکریم سنگات
کہ دیتے ہیں حرمت اُسے عزت دھات

اوٹھی بول مہ نے یوں ہے سب مکر
نکو کر دغا توں سو منج سوں بھتر

کہ تحقیق کہہ توں کہ ہے او حیات
کہ یا منجہ دلاسے کی کرتی ہے بات

کہ کہہ دے کی ہے راس یا کیا سبب
تیری بات لگتی ہے منجکوں عجب

نکو منجکوں ٹھگلا توں میری دوا
نہ ہو سوں یرہ تے میں یکتل جدا

نکو دے تحریب توں منجہ اس بات تے
کہ دھیوں گی میرا جیو میرے بات تے

نہیں پیارا بیکر تے منجہ جیو اوپر
کہ بیکر ہے منجہ جان تھے خوب تر

منجے کون بیکر تے پیارا ہے آج
منجے کر سکا ہے سو بیکر کے باج

کہ بیکر ہے جیو جان ہر دو جہاں
نکو کر توں لے بات منجہ تے نہاں

کہ سن ماہ سوگند ہے منجہ بلا
نہ کرتی ہوں میں کچھ مکر سو رحیلا

کہ سوگند نبی ہور نبی آل کی
نہ تھی بات میری یو قیل قال کی

کہ سوگند ابابکر ہور منجہ عمر
کہی بات منجہ راس نیں کچھ دیگر

کہ سوگند عثمان و شیر خدا
کہ اس چار یاراں پہ منجہ جان فدا

کہ بیکر ہے راحت سوں ہو لیے آرام
امید ہے منجہ کوئی بیوتے نیک نام

کہ سن مہ عقل میں سو تیں آ گیا
خلاصی کا رخ اس کوں دکھلائیا

الہی میلائے گا کہ یک وقت پر
کریگا تمن کوں سو نیک بخت در

الہی کا اس پر ہوا ہے کرم
رکھیا ہے الہی سو اسکی شرم

کہ سن مہ دوا تے شکر حق کری
توکل و تقویٰ سو حق پر دھری

الہٰی میں سو پن ہوں تجکوں ادل — نہ کرسس امانت کوں توں کچھ خلل

سنی ہوں ہزاراں مسائل خبر — خدا کے حوالے کیتی نامور

امانت توں میرا سو منجکوں میلا — میرا جیو سو پیکر ہے منجہ پھر دیلا

امید حق پکڑ کر کیتی دل قرار — بغیر از توکل نہ تھا کچھ ادھار

پھول بن
۱۰۶۶ م ۱۶۵۵ء
از
ابن نشاطی

قصہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو جس گل کا
محبت سوں ملگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم — کیا ہے بات کوں اس دھات ترقیم
نکل کر مہر ماہی کے شکم تے — ہوا یونس نمن مفروق غم تے
دیا سو فیض پھر جگ کوں دو چنداں — ہوئے پھولاں شگفتے ہور خنداں
جو تھے غنچے کے طفلاں نین کھولے — ہندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے
اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار — کھلے تھے پھول جھاڑوں یو ہر یک ٹھار
کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں — دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں
کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھات — کہ جیوں چھپ کو کوئی کرتے رہے بات
دسے ہاون کلی کا ہور کو لالا — دسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا
دسے یوں پھول میں لالے کے کالے — چرا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
پڑے دیکھ بلبلاں آنے لگے ہولاں — ہندے شبنم کے موتی گل کے چولاں
کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی — لگیاں سب کویلاں گانے کر بجی
چمن کی دیکھ ہزاروں خوش تماشی — لگے کرنے نوی مضموں تراشی
مدل کے نیر سوں گل تر کیے لب — پنچھل پانی سوں سبزے دھلوے مکھ سب
وو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا — بزم کا زیب مجلس کوں دیا تھا
دسیا اس ٹھار پریوں وو جہانبان — کہ جیوں فردوس میں بیٹھا ہے رضوان
یکایک باغباں یک پھول لایا — ہو کر باد صبا خوش بوئی ڈھایا
تھیا وو بولی میں سب مشک کے سار — تھے اس کی باس میں عنبر کے آثار
نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول — جو تس کی باس پر مجلس رہی بھول
دو وہ پھول شہ کے ہات میں جوں — شگفتہ ہو رہیا شہ پھول کے نشہ

عجب رہے شاہ ہور شہ کے وزیراں
ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں

گیا شہ پھول دیکھ اس باغباں ڈھیر
کرانے بن کون دیون ہارے سدا نیر

دکھانیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں
دیسیانیں پھول ایسا پھول بن میں

اگر توں پھول کا جو جھاڑ لا گا
تو لا کر میرے گلشن میں لگا گا

تو بخشش سوں کروں گا میں مکرر
دہن تیرا کلی کے ناد پُر زر

شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی
وہ جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی

سینا یو بات سور کھ بھیں اُپر سیر
چلیا پانی سمن نادیک کر پھیر

جو مالی پھول کوں ڈھونڈنا چلیا سو
ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو

کتنک دن کے پچھے وو جھاڑ لایا
لگایا جھاڑ ہور مقصود پایا

وو مالی روز اُٹ یک پھول کوں لاے
نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار
دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

کیا شہ باغباں سوں ہو کو دلگیر
رہے کی - پھول کا یوں رنگ تغئیر؟

ہوا ہے کیا سبب یوں پھول سو بول
رہیا ہے پھول یوں مخمول سو بول

جواب اس دھات دیا شہ کوں مالی
"اچھو نازی تری شاہی کی ڈالی

کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا
سٹیا ہے عشق کا اس گل پو جالا

کبھیں آ پھول پر وو پر پسارے
کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے

کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے
کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے

کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل
کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل

اسی بدلے دسے ژولیدہ ہے پھول
اسی کے واسطے ہے پھول مخمول

یو سن کر شہ گیا کر دل کوں ماندا
منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا

کرو حلقیاں کوں پھاندے کے پتے تنگ
جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ

بہا کچ سست کر سارو وہاں دام
جو سانپاں لیوے کچلیاں تس کنے وام

اگر پانی جو اس جالے کوں انپڑے
تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے

اگر بارا کدھیں اس دام کن جائے
تو پنکھی کے نمن واں آدغا کھائے

لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری
ہنڈیا اس جھاڑ تل جا کر وو کاری

ونا بلبل کو دے پھاندے میں بھلانے
کنگ چنے کے ڈالیا اس میں دانے

گرفتن و بلبل را پیش شاہ آوردن

رضائے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کو پھاندے میں کئے محبوس زندانی

فلک یک دام ہے دانے سو تارے
کر کاماں دام کے ہیں اس میں سارے

فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا
گئی اس کے کام تے غافل نہ اچھنا

ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی
سدا حاصل ہے اس تے بے وفائی

صبا اٹھ کر سورج کے تیں جلاوے
نیم کے چاند کوں لس دن گلاوے

ستارے کو کدھیں رکھنا کدھیں نیں
بدل کوں ایک دن دینا نیں گھڑی کیں

ثریا ہور جو گئی بیٹھے ہیں ڈیرے
بنات النعش کران کو بکھیرے

رہے ہے یار دو جن ٹیک تن ہور
سٹے جوزا کے نمنے دن کوں کر دور

خوشی سوں بیٹ جو گئی یک پیارے
ہو کر عقرب الون کوں ڈنک مارے

وو بلبل جیوں دیکھیا یکبار دانے
پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے

کیا طالع دئے ہیں آج یاری
کئے ہیں بخت مجھ سوں سازگاری

مگر کیا برج میں میرے چندر ہے
ستارے کا مرے مجھ پر نظر ہے

خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب
فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب

وو چارا ہور محبوب مل کو یک ٹھار
ملے مجھ آج دونوں خوب یک بار

بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا
کروں گا پھول کا بارے نظارا

نہیں معلوم اجو جارے میں دنوں
گلا کریں گے ہیں پیش بندی

نہیں معلوم جو اس ٹھار لا کر
خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل
گگیا کھانے کو جوں وو بیگ بگ کر
بچارا وہ گیا چاڑے کوں کھانے
طمع داری بڑی ہے۔ اے عزیزاں!
طمع داری سوں کھانے جا کو چارا
طمع داری تے آتی یار خواری
طمع داری کے سر تے جو اُٹھے ہیں
گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب
کر، اے جیو کے مرے ساتی، سنگاتی
ترے رُخ سوں مجھے روشن نین میرے
اتھا تج دھر تے تازہ برگ میرا
پڑیا ہے نین تل اندکار میرے
رھیا تھا آج تک نا بھاگ کر کئیں
جدھر جا کر بھی آتا تھا اُسی ٹھار
جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں
بہوت دیساں تھے تجہ سوں مجلس تھا
میں سنبڑیا ہوں سو غم نیں مجھ کو اے حور
پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل
سنبڑ کو دام میں کرنے کوں زاری
بکبڑ غصے ستی دانتاں منے لب
دیں آیا دوڑ کر اس غم زدے پر
سٹیا بلبل پو اپنے رحمی ستی ہات

رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر
پڑیا دیوانہ ہو دانے پو بلبل
پڑیا پھاندا گلے میں آ یکایک
لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑ پھڑانے
نہیں کچھ خوب، اے صاحب تیزاں!
پڑیا وو بند میں آخر بچارا
طمع داری میں نیں ہے رستگاری
وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں
لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب
اے راحت روح کی اے دل کے ساتی
ترے لب سوں تھے شیریں بین میرے
جدائی میں تری ہے مرگ میرا
رہوں تج باج کیوں کر یار میرے
پڑیا تھا چھالوں ہو تجہ پانوں تل میں
نجھا تا تھا پلک کوں، نا پلک مار
ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں
ترے سایہ منے میں آج لگ تھا
یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور
ولے بچھڑے سوں تیرے لہو ہوا دل
دیکھت وو دور تے پاپی شکاری
غضب سوں آپنا گردان کر ڈب
ستم کی آستیناں کوں چڑا کر
لسے لیا ہات پنجرے میں کیا گھات

بیتا کچھ تنگ تھا پنجرے کیرا اٹھار — سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار

بخیلاں کی اتھا وو گور تے تنگ — کہ تھا وو بلکہ چشم مور تے تنگ

شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا — وہ پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جڑت کے بھا کو پنجرے میں شہنشہ
رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدن بے قراری بلبل و پرسیدن احوال او و اظہار آں

پوچھا پنجرے میں شہ اس کوں توں کیے جو کچھ کہ جھلتا ہے
ہوا ہے کس بدل تو یوں نپٹ بے ہوش نادانی

دکھا بلبل جو وو دیساں تہیں رہئے — نپٹ درس کے دروازے بندے گئے

منڈ پنکھاں میں اپنے گھال لے کر — لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر

تپے اس پھول کوں کر یاد اپنے — لگیا رونے بلکنے ہور تپنے

کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات — گذرتے سو مجھے حیفی ہیں دن رات

کہیں گے کون اس گل سوں مرا حال — ہوا سو حال میرا غم سوں پامال

بچھڑتے سوں ہوا ہے تلخ جینا — کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹتا ہے سینا

دنیا دوزخ ہے مجہ اس حور کے باج — دسے دن رات ہو اس سور کے باج

پڑیا سو دور میں اس گل بدن سوں — ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن پو روں روں

پون بن نیں ہے میرا کوئی محرم — جو بولے پھول سوں جا کر مرا غم

پون کوں کہہ کہ اے خوش باش بالے — مرا دکھ پھول سوں ٹک بول بارے

اگر اچھتا تو بارے کا مرا تن — میں اڑ کر یاں تے جاتا کہ ہر یک فن

کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں — وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں

صبا اٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری — دیکھ یک دن شاہ اس کی بے قراری

لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات — لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات

ہوا ہے کی۔ ترا سر یوں پریشاں ؟ | پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں
ہے تجہ میں کیا بدل بارے کی عادت | توں کی، پکڑا ہے بارے کی خصالت؟
توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب | توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب؟
مرے دِھر بول توں کس کا ہے مجنوں؟ | ہے کس لیلیٰ کی خاطر دل ترا خوں ؟
لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشہ | لگیا ہے کس نگہ کا تجہ کوں تیشہ ؟
بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے | توں بلبل بول کس مقبول کا ہے ؟
دریا تے نین کے موتیاں کے تئیں رول | دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش پادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کئی نا سنے تو | اگن کے پھول میرے نا چُنے تو
کسے کوں درد دیو دل میں جو ہے پور | زمیں ہے سخت ہور اسمان ہے دور
وہی جانے یو دکھ جس پر گھڑیا ہوئے | جو کئی پر ہیے کے پھاندے میں پڑیا ہوئے
بچھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا اپے دل | وہی بوجھے گھڑیا ہے جس پو مشکل
نہ کہتے جاتا نہ آتا ہے کنے میں | نہ کہئے میں فائدا نا چپ رہنے میں
ہر یک تلتل ہو کر جاتا ہوں پیلا | پرت میں نیں مرا جلتا ہے جیلا
کہوں یو بات کیا میں جیب پر لیا | کہے تو بات کس سوں فائدا کیا
نین بلبل کے غم سوں شاہ کر نم | آپس کے دو کنول تے کاڑ شبنم
کیا اپنے غم کے بن کے درد کے جھاڑ | درنگ پو کام اپنا توں نکو پاڑ
شکر بن کھائے نیں ہوتا مِٹھا کام | نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام
مرے دِھر بول اپنے جیو کی بات | کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب تھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو بے طرانی

دلاسا شاہ تے بلبل جو پایا | زبان مطلب کے باتاں سوں اُچایا

لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں
برہ اس نین سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا
نہ تھا پروا اُسے کچھ مال دھن کا

بڑا تھا بہوت سب سوداگراں میں
اتھا مشہور سالم بندراں میں

مناں سوں تھا رو پا کھنڈیاں سوں سنا
تھیلے کہاں اشرفیاں کرڑاں سوں ہنا

قماشاں کے جدھر دیکھے بی بستے
رہے تھے لے دوکاناں پر دور ستے

ہریک کا لیک کے ہر یک کے اوپر مول
رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول

حریر و بافتہ سانو سری صاف
شجر، تاختہ، دارائے زر باف

سمور و سندس و سرمک خطائی
سلیلی، صاحبی ہور کربلائی

خز و اکسوں و اطلس دق و دیبا
خشک ہور طاس، خطی سوف زیبا

مطبق، نیک و سقلات و مخمل
قلم کاریاں و چھینٹا ہور ململ

پتیمبر وار چھینٹاں ہور سوسیاں
تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں

بہوت نازوک ہندی بنچقولے
بہوت باریک تاواں ہور پتھلے

یونا ہو کر بی سودے تھے دریائی
ہے جس میں فائدا دیوڑی سوائی

پتہ چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے
دریا گرجی سوں سک کے گدگڑے تھے

پتے اس قافلاں کے تھے سکیناں
نہ ڈھوسک تنگ آئے تھے زمیناں

ستم دو دن جو گاڑیا تھا گڑا وا
پڑے تھے بندراں سالم پڑا وا

کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا
کدھیں شیشہ لے کر جاوے حلب کا

کدھیں سودا لجاوے روم سوں شام
کدھیں جاتا بنگالے پرتے آسام

کدھیں واسط سوں جاوے سفرائن
کدھیں جاوے صفاہان تے مداین

کدھیں تبریز تے شروان جاوے
کدھیں ہمدان سوں کاشان جاوے

کدھیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس
کدھیں اترے جو یک منزل اچھے اوس

کدھیں اچھا مقام اس کا سرا اندیل
کدھیں شیراز اچھتا ہور اردبیل

وطن کر چیلہ وو اچھا ختن میں
گدھیں شیراز سوں جاتا دماوند
کدھیں کابل تے یہ لاہور جاتا
تجارت کے بہت سودات سوں وو
اتھا میں اس سفر میں اس کے سنگات
مری اس وقت تھی اول جوانی
جوانی کے برس سو بیس لگ ہے
کہے ہیں باضرورت تا چہل سال
اتھی اس ٹھار پر زاہد کو بیٹی
چتر، چنچل، سرگ، کنتل، سہانی
کہوں کیوں میں الک کوں اس کے سرکاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کر
چندر آدھا کہوں گر ہیں پشانی
کہوں کیوں اس کے میں پلکھاں کوں تیراں
نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز
نین نرگس کتے کا سو ہے زوری
کلی چنبیلے کی کر ناسک کوں لولیا
کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا
ادھر کوں لعل تھے کر کیوں کہوں میں
دسن کوں کیوں کہوں انار دانے
ٹھوڑی کے سار جگ میں سیب کاں ہے
کہوں جوبن کوں کیوں میں تبہ نور
کتے پھل گیند مج آتا ہے نمان

کدھیں دکاں کھولے جا یمن میں
کدھیں جاتا بخارے سوں سمرقند
کدھیں مانڈو کدھیں ماہور جاتا
گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو
گھڑیا سو کیا کہوں اوس ٹھار پر گھات
نوی انیٹری تھی مج کوں شادمانی
بندھے ہیں حد بڑے تائیس لگ ہے
بڑیاں کوں ہے سمج بیلاڑ کا حال
بڑی یک خوب تھی عابد کوں بیٹی
نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
سرک میں دل کشائی کے اتر کاں
وو کاں ہے تور محراباں کے اوپر
چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
ہوسے نیں کوئی تیراں کے اسیراں
چمن کے نرگساں میں کاں ہے وو ناز
کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری
دسے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا
ہر یک لالے کے درمیاں ہے کالا
وو نرمی ناز کی کس لال میں ہیں
اتھے اس پر دیوانے ہو کو دانے
یو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے
ہے تبیے نور کے، اس پر بلا دور
کروں گا پھول کے گیند اس پو قربان

کہاں ہے کروراں میں اس کے آثار
شتوں میں کروراں کوں اس پہ تے وار

کمر کوں کیوں کہوں میں اس کی شرزا
کمر کے سامنے شرزا ہے، ہو زا

سرو تھا کیوں کہوں میں اس کے قد کوں
انیپڑتے کاں سکت اس قد کی حد کوں

میں سر تے پاؤں لگ اس موہنی کا
کہ تھاتیوں، کیا صفت کرنے سکوں گا

جو کوئی اس چال کو ہنس کر گیا ہے
ہنسو گر تس پہ ہنس ہنس گر گیا ہے

ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا
تماشے کوں مرا دل سر اچایا

جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج
تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج

پیاری کا پرت پیارا لگیا سو
پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو

اول تھا حال کچ آخر ہوا ہور
پرت کی چٹ پٹی مجہ کوں لگی زور

لگے چشمے ہو کر نیناں ابلنے
لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے

لگیا سو پھار دل کوں باٹ کر یک
اسی پایاں سوں بھیا دل میں دگ

کلی نمتے ہوا دل تنگ ناشاد
ہوا ٹکڑے گریباں پھول کے ناد

دھویں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے
گرم بھاپاں سوں ہوٹاں پر چھالے آئے

ہو وو اوتار پدمن ذات بدلی
طبیعت کی مری سب دھات بدلی

ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں
اجل منج پیرہن میں ڈھنڈ سکے نیں

سچ کر رہے جو کوئی تھے ہم تریاں
لگے دینے گواہی آستیناں

لگے کہنے ہر یک کئی یا کو بچھانا
وو ہے جانا فلانے کا فلانا

جو اس کرن دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق
جو آیا دل منے میرے ابل شوق

ہر یک نس جاؤں اس دھن کی گلی کوں
بلو چھپ کر دیکھوں اس اچپلی کوں

سینے میں دم کوں اپنے ساندلے کر
کمر کوں اپنی دامن باند لے کر

نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ
چلوں اس کا نہ تھے اس کا ند کوں لگ

ترنگ پر شوق کے ہو سوار ہر نس
پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھنے رتس

یکیلا اوس گلی میں کئی نہ دو جا
چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کہاویں چندر بدن کے گھر طرف موں ہر یک بِنس نین کے تارے بکھیروں
ہر یک شب غم سوں وہ مہ جو اچھے جاں دھویں سوں آہ کے باندوں کھلاواں
کروں ہر شب نیں سوں آب پاشی اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی
کیتک دن کے پیچھے امید کا سور مرے نجتاں کے نیناں کوں دیا نور
نصیباں منجہ سوں جو آخر ہوے یار مرے طالع ہر آیا ، سورک ، بار
یکا یک جھانک کر دیکھی مجھے نار مرے ہور اس کے دو دید سے ہوے چار
نظر کا باز اُڑیا سو اب نہ رک سک ہوا میں حسن کی اس کے رہا ٹھک
گیا سو دِشت کا آہو نِکل کر پڑیا اس مکھ کے گلشن میں پھس کر
اسے دیکھ عشق سوں میرا جھلیا دل ہمن دونو کے دل رہے یک ہو مِل
ہوئی سو مہرباں آخر پری زاد کروں جیوں یاد میں وو بی کرے یاد
کدھیں میں سر سوں چلتا جاوں اس لگ کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پہ پگ
کدھیں میں اس کے جاتا تھا قدم کن کدھیں میرا کرے گھر وو بی روشن
کدھیں انیٹراؤں میں اس گھر لیجا کر کدھیں انیٹراوے وو بھی منجہ گھر آکر
کدھیں اس دھات سوں نس سب گذرتے کدھیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے
کدھیں کئی نا سنے تیوں بات کرتے ہلو باتاں اشارت سات کرتے
کدھیں دیکھ سکتیاں میں دیونو آتے یکس کوں ایک نظراں میں چراتے
کدھیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار پیار آنکھاں پلک کوں نا پلک مار
بہر حال اس سند سوں مل ہمیں دو محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو
یکایک یو خبر زاہد کوں انیٹر اڑے یوں اس کے دھیر چاچاڑی کوئی کھائے
نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چا لا ہے چاڑی خور کا موں جگ میں کالا
نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفیٰ کوں
نہیں چاڑی علیؑ کس تے قبولے بزرگاں کوئی نیں چاڑی پوچھے
لگیا زاہد خبر سن تلملانے آپس میں اپ بچھاڑیاں غم سوں کھانے

حیا پر کا اُڑیا، کرسن کو سر پوشش — ہوے اس ہوش کے طبقان فراموش
لکھیا ہے سو انٹرتا ہے و لیکن — رہتا نیں جیو رو گئے ہور تپیے بن
ٹرپیا سو شرم کا گوشہ نکل کر — دریا غیرت کرا آیا اُبل کر
لئے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں — اجایے آبرو کی آگ جیباں
کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم — خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم
ہو کر سب خلق کی کثرت سوں تنہا — دو جا حجرے نیں خلوت سوں تنہا
کھڑا یک پاؤں پر ہو سرو کے دھات — پسارا اپنے دو ہت جیوں ڈاک کے پات
منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل — منگیا صورت، ہماری ہونے تبدیل
تھے رحمت کے کھُلے اس دن کواڑاں — کھُلے تھے فیض کے اس چھن کواڑاں
دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی — سپہر میں ساتوں انبر کے گذر گئی
اجابت کے نشانے پر لگی سو — قبولیت کے نشانے پر لگی سو
ہوا ہیں ماتمی کسوت سوں بلبل — ہوئی زاہد کی بیسٹی صورتِ گل
رہا ہے توتے منج میں درد ناکی — گئی نیں توتے اس کی سینہ چاکی
ہے منج میں توتے سنبل کے نمن تاب — وو نرگس کے نمن ہے توتے بے خواب
دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر — کہیا یوں مختصر اس دھات کوں کر

کہوں کیا میں تجھے معلوم ہے سب
مرے سو بخت ہور تیری نظر اب

دربیانِ صورِ اصلی یافتن بمعجزۂ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہزات میں اپنے
پھر آیا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکلِ انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد لیا کر — خزینے دار کوں اپنے بلا کر
گیا، جا، اس انگوٹھی کوں لے کر آ — دعا جس میں لکھیں ہیں جیوں اثر کا

اگر ممسوخ پر اس کوں پھرا دیں تو صورت میں اوّل کی پھر کر آویں

دو شہ فرمایا تیوں جا بیگ خازن کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن

انگوٹھی لے، وضو اوّل پکڑ کر دیاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑھ کر

گل و بلبل کوں شہ انگے منگایا دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا

خدا کے فیض سوں تھے جیوں اوّل وو ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو

یکس تے ٹھیک تھے صاحب جمالاں یکس تے ٹھیک تھے روشن ہلالاں

کہے ہر کوئی دونوں کا نچھا موں کہ یو لیلیٰ اہے ہور وو سو مجنوں

دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد مگر اسیچ تھے شیریں و فرہاد

مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا

دیکھت یو حال شہ ہوبھوت دل شاد لگیا لب کھول ہنسنے پھول کے ناد

تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا کریا شہ شکر کا دو بار سجدا

اوّل باری ہوئے ہیں پھر کو آدم اثر کرتا رہے دوجا سو خاتم

دونوں کوں شاہ پھر دکھلانے کوں چاؤ کیا جا واں سوں دونوں کو ملا بھاؤ

مراتب یک بڑا دے کر اسے شاہ حضوریاں میں اسے جا گا دیا شاہ

صبا اٹھ شہ کی وو خدمت منے آئے قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلائے

بیان بادشاہ وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے پچھین یک خوب میچ تے

کہ جس سوں دفع غم ہووے اچھے بھی راحت جانی

جو کوئی دھرتا ہے باتاں کا فراست کتا ہے یوں حکایت میں حکایت

کہ یک نس اس حضوری کوں کیا راج تو قصہ بول کچھ سامنے آج

جو اچھتا عشق کا کچ اس منے کام کہ کاماں عشق کے ہیں سب تجے فام

پیرت ہور بھوگ کے اچھتا یو دو من کہ یو دو لذتاں ہیں تج کوں روشن

ادب سوں شمع کر نمنے کھڑا ہو
حکایت سوز کا یک یوں کہیا وو

سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل
ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دل

سرب دل کا بل اس پر تھا مسلم
بونداں مینہ کی دسیں تس دل انگے کم

بزرگی میں سورج تے محتشم تھا
اسے ذرّیاں ستی اگلا حشم تھا

وو شہ یک دیس مجلس کوئی بھرا کر
جو بیٹھا تخت کے امرال آ کر

خبر انپڑا اسے لیا ایسے میں شہ کوں
کیے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں

کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش
بچھیر نقش لکھ لایا ہے نقاش

سنیا جوں شہ یکا یک چین کا ناؤں
پڑیا غم میں پھسل کر عیش کا پاؤں

وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگیں
گیا تھا ملک لینے چین کا جھیں

خبر جیس آئی تھی کئی دن تے واں کی
سنی نیں گئی تھی بات اس کی زباں کی

اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں بلکا
کہاں بیٹھا ہے لے کر ملک بلکا

سپہ سالار اوپر بدگماں ہو
اندیشے سوں دسیا شہ جیوں کماں ہو

ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں
کہ جاتا ہے لوا جیوں میان میں ہیں

جو کئی پھیر پھیر کو بدلا وے ہے ایماں
تیراں سارا اس کوں کرنا ہور قرباں

جو کئی ایکا رکیس کا نا کرے یاد
فلک چھیلو اسے جیوں زنگ کے نار

اندیشا خوب نیں کر دل میں آ کر
ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر

حکایت بول کر یک، دفع کر غم
توں دل سوں ہر سنہ یو رفع کر غم

اوّل تے وو سمجھتا تھا حکایت
مناسب سات بولیا یک رعایت

حکایت نقل روح

حکایت خوب یک شہ کن ہنرمندی سوں بولیا وو
سکایا تھا اسے جوگی منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا اہے نقل ایسے فن سوں — کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں

کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا — ہنر ہور فہم کے بی دور میں تھا

اتھا وو معتقد جوگیاں سوں دایم — ملے دو خاک کے جتو گیاں سوں دایم

تھے جوگیاں بھوت اس کے اعتباری — کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری

سٹیا تھا دوستی کا یوں وو پایا — سو یک دن ٹیک جوگی کیں تے آیا

لگا کاناں کوں مدرے ہور چکری — سنگی یک ہت میں یک ہت میں کھپری

ہر یک مدرا سو جیوں سورج چندر تھا — گھلے کے ناد اس ہت میں چکر تھا

سنگی قوس و قزح کے سار رنگ دار — کھپر تھا اس کنے خوش دلو کے سار

لگا کر ایرا ایسا تن اوپر خاک — دسیاں یوں جھمکیں تا جیوں ثریا ہے افلاک

اپے جا کر کوں لیا پاشہ بلا اس — لگیا احوال پوچھن بیسلا اس

کہ کاں اچھتے تمیں کر ٹھار تے آیے — کرم تھا جو درس ہمنا کوں دکھلائے

کیا جوگی، کہ اے شاہی کے ماتے — ہمیں ہیں کون آنے ہور جاتے

جو کچھ کرتا سو حق، کرتا نہیں ہور — ہے بات اس کے ہماری نات کی دور

بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب — کیا تھی دود اس کوں روز راتب

دیکھیا سو شاہ کا، جوگی بہت پیار — کیا میں بی کروں یک اس پر اپکار

منتر سکھلائیا یک کاڑ کر بید — اتھا جس میں جو نقل روح کا بھید

منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا — منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا

وزیر اس شاہ کنے تھا ایک کامل — ہر یک تدبیر میں تھا بھوت غافل

قضارا اس دیاں میں یک کیل کام — کھڑا سو بیگ آیا دے سرانجام

کیا شہ اس پہ ہو کر بھوت خوشحال — جو کچھ منگتا سو منگ لے نیک اعمال

وہ پھر یوں شہ سوں بولیا بس یہیں دھر — تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر

کرم بخشی تو اتنی نئی کریا ہے — منگوں کیا تیری دولت سب بھریا ہے

ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے — جو نقل روح آزمانی سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم
نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم

ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان
نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان

نظر رک مجہ کینے کے اپر شاہ
عجب نیں ہے کریں تو اوس سوں آگاہ

سُنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات
لگیا اندیشنے لاگال کوں بات

گیا، میں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں
دیے تیوں ہے موں میں جانساپ کیا ؤں

یو مایا، یوں ہے دنیا اس کو آنیٹر
کہے تیوں ہے سپھر آیا توں پر پڑ

بکٹ یوں ہے یو بات اس کوں دکھاتا
ہے جاتی سو بلا کوں جیوں بلانا

ولے یو لیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر
حری بخشش سوں دل اپنا رنگو کر

نہ بولوں گا تو آتی ہے درد غی
دروغی میں ہے حاصل بے فروغی

اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا نگے
جگت میں کون شاعروں کوں پتیا گے

یو پایاں سمجھ لے کر سب اول
کہا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن و سیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شہ سٹیا پر دصیاں لگے جیوں
وہ سگ نے کینہ ور ہو کر دکھایا فعل شیطانی

ہو سناک اس بچن کا اٹے ہوں دھر
لگایا بات کے بنکھی کوں یوں پر

گوئی تے شرق کی جیوں سور کا اگ
جو نکلیا موں سوں اپنے کاڑتا آگ

ہرن مہتاب کا کھایا دیکھ اس دم
جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بے غم

نکل کر باز آیا مسعود کا جب
ستاریاں کے اڑے مرغابیاں سب

گیا شہ صید کا اس دیس آہنگ
چرندے ہور پرندیاں کا دیکھ [illegible] رنگ

شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر
خیال ایسے ترنگ

چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات ۔۔۔ اتھا وہی وزیر اس شاہ کے سات
بہر حال اس طرف تھا ایک جنگل ۔۔۔ اتھے بار اس دناں میں پھول ہور پھل
بتاوو داٹ تھا جنگل جو کھول آنک ۔۔۔ نہ تھا قدرت سُرج کو دیکھنے جھانک
دسے وو اس روش چو پھیر چھا کر ۔۔۔ کھڑیا ہے کیا مگر آسمان آکر
اگر بارا کدھیں واں بیس کر جائے ۔۔۔ تو آفے سیس کوں واں بیس کر جائے
کہ چھایا تھا سو بن چار وکدھیں وو ۔۔۔ سہادے میں دسیا سب کوں گگن وو
دسے یوں ہو کہ پھول اس ٹھار سالے ۔۔۔ گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے
دسے پنکھاں کے یوں اڑتے سو واں دل ۔۔۔ چلے جیوں تول سوں باے کے بادل
زمیں پر واں کی بستے تھے چرندے ۔۔۔ گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے
لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا ۔۔۔ ستاریاں سوں چندر بادل میں بیٹھیا
ہوس کا درس ازبر کرن ہارے ۔۔۔ سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اتارے
ہتیاں کی پیٹھ تے جھولاں کو کاٹے ۔۔۔ چتیاں کے گل نے دیتے کھول نائے
سیہ گوشاں کے تختیاں بی اُتارے ۔۔۔ چرندیاں میں اُچانے کو دھولائے
ہر چتیل چکاریاں کوں کرن جوڑ ۔۔۔ لگادے تھونک پٹیاں، وہیں ہوتی دوڑ
چیتے دکھلاکے اپس کر غلولے ۔۔۔ پڑے ہرناں پہ ہو کو تو پاں کے گولے
سیہ گوشاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش ۔۔۔ ہوے بے ہوش، کر ہوشاں فراموش
کمتے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں ۔۔۔ اگن کے جس روش اڑتے ہیں باناں
سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں ۔۔۔ کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں
چیتے سب تن کے ٹیکیاں سات کالے ۔۔۔ دسے یوں جیوں چرندیاں کے ہیں جالے
یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے ۔۔۔ بلوں نزدیک چھیپے دشت جیوں آئے
کتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں ۔۔۔ چرندیاں کے تھے جنگل کی درانتیاں
ہر یک اونچی قوانیاں میں ہر یک ٹھار ۔۔۔ جنگل کے وحشیاں کوں یوں سٹے مار
لگیاں بہنے ندیاں لہو کی وہاں سب ۔۔۔ زمیں لہو سوں چکڑ ہوئی جاں تہاں سب

بڑے دیک جانور بھتیس کے ابر ڈاٹ   محل تھا گیا یک پڑ اسمان کی باٹ

بجانے کر اپس کوں اس خطر تے   چھپی پاتال میں جا گا تے ڈرتے

ہوا پر دیکھتے پنکھیاں کے زوریاں   چکاتے پاؤں نے بازاں کے ڈوریاں

ہوس ناکاں دکھا کر اپنے انداز   کتے چمکار کر بازاں کو پرواز

کلہ انکھیاں پوتے بہریاں کی کاڑے   کنک ہوسیاں جو تھی اس خق میں گاڑے

یونا ہو کر بھی یک دھر لوگ تھوڑے   چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے

ترستیاں ہور شکریاں ملکے جھٹ پٹ   ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات لٹ پٹ

ہوں پنکھیاں کے دکھلا دورتے موں   اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں

دو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال   دعا جیوں کا طلاں کی جاوے آیراں

زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سو وو مل   قضا جیوں آسماں تے ہوئے نازل

سینے پر نوک دھر پنکھیاں منے ٹھانب   لگے سٹنے گلے چنگل ستی چانپ

پنکھیاں کے پاؤ ہور پنکھیا کے لوہوں   دسیا میہوں ہور بارا ہو کے سب کوں

ہما دیکہ حال پنکھیاں کا نظر سوں   رھیا کس کی نظر نا پڑ کو ڈر سوں

دیکھت مرغاں کوں سارے کئے سو بھانے   چھپا سی مرغ جا کہہ قاف میانے

ہوا ساں کا پرندیاں سات کر صاف   زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف

ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب   پھریا واں نے لے شاہی کے مراتب

کریا سو آخر اپنا کام تقدیر   ثریا شہ یک دھر ہور لشکر یک دھر

ثریا شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھر   قضا کیس گھڑی دیکھو شب اس سیر

وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی   زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی

یکایک دیکھتا ہے باٹ میں تو   پڑیا ہے یک ہرن جیو اپنا کھو

رھیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی   نہ تھی کچ تن منے دم کی اُلیالی

ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا   پہتی ساری تھی اتا تیل نیں تھا

کیا شہ تن ست اپنا اس منے جاؤں   ہنر کیا ہے سو دیدے تج اثرماؤں

جنگل پکڑلاوں ٹک ہرناں کوں بارے / پھروں لے پیٹ سوں ہرنیاں کو سارے

ہریک جا آہواں کوں دیکھ اکھلاوں / غزالاں کوں ایس کا زور دکھلاؤں

ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا / ایس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا

ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ / چلیا پھیرنے کوں جوں اسمان دو ماہ

وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں / سو لکھن جیو کے اس پیرہن کوں

مکس اس سلطنت کا دل میں آیا / حکومت کا ہوس اس دل میں آیا

دلی نعمت یو اپنے ہو بداندیش / بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش

نہ باقی رکھ کے ذرہ کچھ جسد میں / سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں

مبارک تن میں شہ کے یو وو آیا / سنے کے جام میں جیوں زہر پایا

جسد اپنا کھرلگ سوں توڑ کر سٹ / ہرن کر شاہ کوں، شتابی کیا چٹ

جو سوارت آکے اس کے دل میں داٹی / مروت کی سٹیا آنکھیاں میں ماٹی

نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ / نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا پھوڑ

وفاداری کی سٹ دل تے صفائی / کریا صاحب سوں اپنے بےوفائی

چڑیا سو بات شہ کا پاک تن وو / سیلیاں ہو چلا ویں اہرمن وو

وو مکار اس سند سوں سلطنت لے / ہلوں ویں تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وو بدگہر واں تے محل میں شہ کی رانی کن
نیچ اس کی خصالت کوں رکھی تھی ایس رانی

تھی رانی شاہ کو یک ستونتی نانوں / جنے دو سورج کدھیں دیکھے نہ تھے چھانوں

تھیں پکڑی تھی وو گھر کی کدھیں باٹ / نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر پاٹ

کدھیں دڑپن میں جو مکھ دیکھنے جاتے / دیکھ لپنے نین کی پتلیاں کوں شرماتے

کدھیں بیوے کنگوی جو کھولنے بال / نمونا ہے نیچے کا کر دیوے ڈال

کدھیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل / ایس کے کھینچتی تھی مکھ پو آنچل

سدا شاکر تھے اس کی گت پوچھیاں / سنوراں کھاتے تھے اس کی لوبیاں

دوست کی ستونتی اوتار ناری
ستیاں کا مال ست سوں رکھنے ہاری

جو دیکھی وو چلن ہور اس کی وو چال
کبھی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال

کہ لگتا ہے منجے وو شاہ یو نیں
سنبھالوں یار رے ممکن ہے ملک میں

نہیں وو خوب جو ہونا پشیمان
سنبھالے کوئی دن تو کیا ہے نقصان

وو کرنے کوں جو آوے سیج پر چال
ہنر سوں دیوے ستونتی اسے ٹال

غرض مندی کے لے آوے تو وو فن
کرنے بہانے سوں دفع الوقت وو دن

پڑیا سو دن پو دن وہیں برہ کا بھار
اسے دکھلائی اپ سیں کر کو بیمار

نہ دی وو ست بھری کس بات کوں راہ
پڑی برہے میں تس دن کھینچی آہ

تھی آپس میں اپے روتی و تپتی
رہی نرجیو ہو اس جیو کوں جپتی

لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات
سنو یاں تے کتا ہوں جیو کی بات

ہرن کا جار ہو کر شہ لڈیا اپنے محل پر جیوں
پھر اک تدبیر سیتی وو دکھایا شکل انسان

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا
رہیا تھا سب کسی سوں ہو ابولا

ہرن کے تن میں شہ کا جیو سمایاں
جو مشک اچتا اسے نافے منے جیوں

دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے
گھٹے خون جگر نافے کے نمتے

جھکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپ تی
بجکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپی

جو غم جس وقت دل میں یاد آوے
ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے

نہ کر سک درد دل کس سات ظاہر
عجفنے ہوں ہر گھڑی وو شاہ صابر

بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی
دریغی سوں کہے یوں دل میں ہور رئی

خدا اس کوں دیوے گا کیا بھلی باٹ
گیا ہے جن جنگل میں یوں گلا کاٹ

دیکھو اوّل وو کیوں خوبی سوں بلش آ
برائی دل میں ستی کیوں اندیشا

کر اول گرم مجہ سوں دوستی کوں
کیا مجہ سرد آخر دشمنی ہو

سمج نیں تھا بلا یوں لا کو بھاگا
بلا میں بھاد غایاں دے کوں جاگا

بہر حال اس سندچندر روز تھا شاہ — سو دیکھا رہ میں ایک طوطے کوں ناگاہ

نہ ملتا ہے نہ چلتا ہے ہوا تھا — تمام اڑنے سوں کام اس کا ہوا تھا

دیکھا اس شہ دل میں لایا ہے یو خوب — کہ طوطے سوں کروں میں ایسے منسوب

جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود — مرا اس کام میں بیگی اچھے سود

گنُدا اپنے دل منے اس بات کا ہار — ملن کے نادراواں کا ہوا سار

جدا ایک زندگانی کا کیا مست — خضر کے ناد کیتا سبز کسوت

کر اپنی روح کا طوطی یہ سایا — زمرد کے لوٹے پنجرے میں آیا

پھرا کر بھیس آہو کا، ہوا طیر — یکایک وہیں اڑا سو دو سبک سیر

شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر — پکڑ کر بیچتا تھا دو جناور

اسی کے گھر پوچھا ایراں اُتر یا — وہیں پاتاں منے در حال آ رہا

شکاری دیکھ پکڑنے کوں بجد ہو — لگیا کرنے کوں بہا ند امستعد دو

ترت راواں خیال اس کا سمجھ کر — اُچا گردن، مونڈی کوں اپنی کج کر

کیا یوں وو ایس کے راز کوں کھول — اٹھیا یوں وو بلند آواز سوں بول

کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھونڈھار — ہمن ایسیاں کے اے نس دن طلب گار

پکڑنے کے بدل حیلیاں سوں تج کوں — مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں

ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں — آپی ہوا اس پڑیا ہوں کام میں میں

ولیکن بیچ توں مج، شاہ کے پاس — دو لک تن میں نہ دیوے گر کم ہو یک ماس

کر ایسا شرط راواں اس سوں ہر حال — کیا اپ سوں حوالے اس کو در حال

بچارا وو جو یک بار اس کوں پایا — لگا یوں اس کے تن میں جان آیا

شتابی سوں لیجا اس، شاہ کوں دیے — پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے

شکر ایسی وو شیریں راویں کی گفتار — رکھیا حیران ہو وو شاہ مکار

مٹھی باتاں سوں اس کا رکھ مٹھاؤں — رکھیا اس ستوتی رہتی تھی جب ہلا ملا

شکر کی اس، چھری ہے کر نہ جانیا — خرابی ہے کر اپنی نیں پچھانیا

اچھا چند روز یارے واں وو راواں — دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتاواں

کتک دن کے پچھیں فرصت جو پاکر — زباں آہستہ نرمی سوں اچا کر

کھیا اس دھن سوں یوں اے سرو آزاد — جوانی کا ہوا کی رنگ برباد؟

ہوا کی خم بنفشہ کے نمن قد؟ — جو کرتا تھا سدا اے سرو کوں رد

کلی کے ناد دل کی ہے تراتنگ؟ — گل سوری نمن کی زرد ہے رنگ؟

رھیا نیں زلف کے سنبل کر اتاب — گیا رخسار کے کی پھول کا آب؟

لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر؟ — ہوا کی غم سوں گل کر دل ترا نیر؟

ترے دو نیں کی دستے ہیں پایاں؟ — پڑے کی مہ کے نمنے کچھ پوچھا یاں؟

جلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ — دیتی پھر کر جواب اس دھات وو ماہ

کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات — دلوانیں سو سہاوے کس اتلات

جو نیں جس کے اچھے کاموں میں تنبول — وو کیوں کر خوب ستاموں سو توں بول؟

جو نا پھرتا اچھے جس تن منے دم — کیوں اچھتا، تو نچ اس کا بول عالم!

برہ میں جیو دینا بہوت آساں — ہے جینا پیو بن مشکل ککر جاں

پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں — محبت میں ولے ثابت قدم ہوں

اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں — ولے جاگے تے اپنے میں ٹلی ہوں

جو طوطی قایم، اس یاری میں دیکھیا — محبت کی وفاداری میں دیکھیا

انجو موتیاں کے اپنے ڈھال کر ڈھال — کھیا سب اس کے دھر گذریا سو احوال

سنی یو بات جیوں وو پاک دامن — لگیا اس، آگے تیوں پھسرتن میں جیون

سنی جوں ماجرا بلقیس دوراں — لگیا اس، آگے تیوں پھر کر سلیمان

عجب کچھ دیس راحت کا اہے وو — بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے وو

ہنر لیتی اپس کے نفع کا پوج — لیتی تدبیر اس کے دفع کا پوج

کہا طوطا وو یوں اس ست پھر کی سوں — حیا کے آسماں کی مشتری سوں

جو آوے گا ترے کن وو نہ آجا — اسوں یوں بول نیں ہو توں وو راجا

گماں آتا ہے تجھ پر مج کوں ہر چھن ‏ ‏ کہ دھرتا تھا وو نقل روح کا فن

منجے گاہے دیکھیا تھا وو عاقل ‏ ‏ دیکھا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل

دیکھانے گر ہنر آئے تو کافر ‏ ‏ موئی قمری کوں اس کے سامنے دھر

کرے جب سحر کوں نا ہوئے تیوں خام ‏ ‏ وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام

حرم میں ایک دن آیا سو وو کول ‏ ‏ سکی تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول

اچھل پڑ کر کہیا جھٹ آپ پر آ ‏ ‏ توں کیوں منج آزماتی ہے سو آزما

موئی قمری کوں لیا کر درمیانے ‏ ‏ سٹی سٹتے ہیں جیوں گئی آزمانے

ہنر کا اپنے دکھلانے کے تئیں زور ‏ ‏ سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور

وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھیا ‏ ‏ جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا

ترت جیو کوں آپس کے اس میں پاڑیا ‏ ‏ پکڑ کر ٹانگ قمری کی پچھاڑیا

سلیماں کے نمن پھر تخت بیٹھیا ‏ ‏ خوشی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا

کھڑیا سو دکھ سراسر کھول کر موں ‏ ‏ کریا اظہار اپنا حال سب سوں

دنیا پھر کر کرے سازِ عروسی ‏ ‏ لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی

یکایک کئی وزیر ایسے منے آ ‏ ‏ اوّل مدح و ثناشہ کا بجا لا

گیا شہ سوں کہ اَے فرخندہ طالع ‏ ‏ گیا بدبخت وو یوں ہو کے ضایع

جوں یک شہ بھل کو کئی عورت کے ایراں ‏ ‏ ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کے پامال

یو سن کر بات شہ اس دھیر کر رخ ‏ ‏ ایسے یوں پھر پچھیا شاہ فرخ

بھولیا عورت پو وو کوتاہ بیں کیوں ‏ ‏ گنوایا بات سوں اپنے نگیں کیوں؟

قضا سننے پو ہے کر شاہ کا من ‏ ‏ لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن

ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت ‏ ‏ وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

گلشنِ عشق
۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء
از
نصرتی

ہوا اب ابتدا قصہ کنور منہر کے والد کا زمانہ جیں خوش ہورتھی جیسے بن نسل حیرانی

اول دور میں یک بلند بخت تھا
جیسے ملک شاہی کرا تخت تھا

سہیے نالو بکرم جگ آدہار تس
کنک گیر سو تخت کا ٹھار تس

نہ بکرم کہ تھا وہ سحاب کرم
ڈوبیا تھا کنک میں کنک گیر جم

جواں بخت یکہ جواں مرد اچھے
پڑا او پکار پر کاج پر درد اچھے

پتھر ہو سنا جس پرس چھانو نے
زمیں کا بل اُبلے دھن اس نانو تے

دشیا جس کے گھر داس کی داس جم
ہوا اقبال اچھے بندہ در پاس جم

دکھا اپنے طالع کی قدرت بلند
کیا تھا لگا جھل زحل کوں سپند

سعادت کے گوہر کرا مشتری
ادک بدھ کے باز ار کا جوہری

شجاعت پر اس کے سو بہرام لام
سدا سرخ روئی منگے اس تے وام

سورج تس جلالت کی جھل سوں جلے
چندر مہر انگے تس کے شہر موں گلے

جب اس بزم کی چھب عروسی دکھائے
تو زہرہ ہو جیوں ڈومنی جلوہ گائے

سو غواص اچھے بحر گن گیاں کا
شہنشہ دسے شہر عرفان کا

دھرے صف میں اپنے چپ راستہ
جتے فن میں ہر مرد آراستہ

عنایت جیسے رب نے بے ریب اچھے
کہ اس دھات گنجینۂ غیب اچھے

جو خالی کریں بحر ہور بر کی کھو
پڑے تس کے کونے میں جا یک رخن

دھرے بے گنت لشکر و پائے گاہ
جو دیا سو جتا پائدل ہور سپاہ

متی ہست حلقے کے تھے بے شمار
پسینے میں جھلتے رہیں گے ہزار

ہو پرتھم نے یک چتر راج اپیں
کہا وے سو راجیاں کا سرتاج اپیں

جتے راج بھاری بدل بھارے سے
لگیں فوج میں اوس کے سردارے

سبھا ہر مُبا جب کرے داب سوں
جتے چھتر دھارے تب آداب سوں

کمر باندھ خدمت میں تس صف بصف
لگا لگ کھڑے ہور ہیں ہر طرف

دھر نہار تھا سو رسا یک منظر
جنم یک روش خاص ہور عام پر

دو بخشش تھا ہر دل ریش کا
نگہبان بے کا نہ ہور خویش کا

نگر میں نوا کاج نت آئے دس
گھرے گھر بجے طبل شادی تے تس

دیا تھا خدا اس کوں سب کچھ مگر
ولے سخت محتاج تھا بن پسر

دل اس کا اچھے گرچہ سب کچھ سوں باغ
دھرے بن نت اس غم تے جیوں لالہ داغ

الس عمر کا جب ڈوبے آفتاب
خلف چاند سائیں سو ناتب مناب

گگن بادشاہی کیڑا خوار رہے
یو تاریاں سے عالم پہ اندکار رہے

جھا اس اندیشے کا نہ سوس کر
کہے من میں یو آہ افسوس کر

اسی سوز میں کیا جنم کا چنار
بھسم ہوئے یک دن بھڑک دکھ کی نار

نہ دیکھے بن اس دکھ کے دریاز کو
خدا بن نہ تھا اس کوں ہمراز کو

خدا کی کرے باٹ میں خیر نت
لے نیکی دھرے بیر سوں بیر نت

سچیں اوس کے بخشش انتھوان گنت
کرم کا مگر بحر تھا باج انت

کہ جب خازنِ شب چھپا دے درم
کرن مہر طبلک پہ دن کا حکم

تب اس شہ کے خارج مولک بار
رچیں آن کر نور تن کے ڈھکار

سدا ہر نگر کے جتے خاص و عام
ملیں شہ کے جب دان کارن تمام

دو نوں ہت سوں جبر تخت ہر صبح یوں
کرے درفشاں صبح شبنم کوں جیوں

اتر تخت جیوں شاہ گھر بیچ آئے
تو مکھ دھونے کاج پانی منگائے

جو رانی اتھی شاہ کے تخت کی
شریک اس کے اقبال ہور بخت کی

ادب کی ادک شرط سوں دھن سجات
اپن طشت ہور آفتابہ لے ہات

سہیلیاں تے ہو جیوں انگے مکھ دھلائے
وہیں آن الوانِ نعمت کھلائے

بچھیں کسوت خاص ادک مان دے
بنا کر روانہ کرے پان دے

تو اس وقت وہ شاہِ عالی مقام
شہر بیچ آ سب کے لیوے سلام

زمانہ ڑے اپس مکھ سوں ہر تن کے نیاؤ — بند ھے خلق مرہم سوں ہر دل کے گھاؤ
سُرب بادشاہی کی لیوے خبر — دھرے پیار ادِک نت رعیت اوپر
رجتے بھی پڑیاں کوں کرے سرفراز — نوازے جسے پائے صاحب نیاز
صبا پر صبا ہوا ہیں بے گمان — کرے خلق کا باؤ ایسا رواں
نکل باغ شاہی جو کھل پھول ہو — سو تب عیش میں اپنے مشغول ہو
دیکھو جاں اچھے جگ میں تس یوں کرم — تو کیوں تس پہ قایم ہے کوئی غم
نہ دیکھے تھو کوئی اس زمانے میں کاج — کیا تھا جو اُن حق کے یچ امر باج
جنے جگ میں یوں راست بازی لکھے — خدا تس کوں تیوں سرفرازی لکھے
نہ کس خیر ناچیز ہو جگ میں بس — کہ دیتا ہے داتا دھنی یک کوں کس
توکل پہ تِس جس ہے ثابت یقیں — نہ رکھے تِس کے مقصودِ دنیا و دیں
عجب ہے ہمارا دلِ ناصبور — جو پڑتا ہے امید سوں حق کے دور
جی حاجت جو موقوف اچھے وقت پر — وہ بر آئے جب اس کی ہو یک نظر

سبب فرزند ہونے کا جو یک درویش آگے پر
اُسی کوں شہ چلیا ڈھونڈنے مسافر ہو بیابانی

عجب حق کے تقدیر کا کام ہے — نہ کس پر عیاں تس کے انجام ہے
بھلا ہے اُسے تینج سہنا بلا — خوشی دے پچھیں کر اول مبتلا
کہن ہار یو قصہ دل پذیر — کہی کھول کر بات یو بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن — سخاوت تے بھر آسپے دایم تمن
سو مکھ ہاتھ دھونے تے فارغ ہو سب — کیا اپنی رانی تے بھوجن طلب
وہ تب نار کندن کی چوکی پہ لال — دھری جرات کا آن بھوجن کا تھال
سٹیا شاہ جیوں ہاتھ نعمت کے دھر — پکاریا تجھے تل تلک یک فقیر
لگیا شہ کوں آواز سن یو عجیب — کہ باقی ہے سائل اجھوں کیا سبب
انتر دوں پچھیا رہنہ کرنے سوال — چلیا سامنے اس دہیں لے کے تھال

کیا جیوں جو سنمو کہہ ہو چک چا را ہیر نہ لے کچ بی چپ پھر چلیا وہ فقیر
کھیا شہ اپس دل میں ہے شدید کیا کہ نہ لے چلیا بھیک ہے بھید کیا
وہیں دوڑا اپس سیس دھر اس چرن کھیا یوں کہ کہہ تج سوں ای شاہ من
کرم سوں ہٹک آکے بچھاں لگ اول مجے دیکھتے پھر چلیا کیا بدل
یو شہ کے بچن سن غضب سوں شتاب دیا یوں مٹھے لب سوں کڑوا جواب
کہ چل بیگ او جا مچ چرن پر تے سیر روانیں جو بیوں پانچ کے گھر تے نیر
بچن سن یو شہ کھر مٹے پھیر کر خجل ہو چلیا جیو کوں دل گیر کر
گیا تھا خوشی سوں جو لالہ عذار پھریا رخ ہو سب زعفرانی نزار
چنتا غم کی پرسن سوں بازی کیا کہن زخم سوں پھوڑ تازی کیا
مل انجواں کے طوفاں میں شر شور سوں اساساں کا بارا چھوٹیا زور سوں
پھوٹیا تس طوائے سوں بدھ کا جہاز ڈوبیا صبر و طاقت کا سامان و ساز
پڑیا فکر کے بحر کی موج میں ہوا دنگ ہر موج کی فوج میں
ہو جنگ تس میں بے طاقتی کا پڑیا گلے داڑ جھنڈ وا دک بس چڑیا
گیا ہوش تس بس کرے تاب میں ڈوبیا جیو جا غم کے گرداب میں
دیکھت شہ کا یو حال لا نی ہو دنگ سو ہمدرد ہو دھر کے تس کھیلی انگ
کرامت بچن سوں دلاسا اول سمج گئی یو قصہ ہوا سو سگل
دکھانے اسے دکھ تے سکھ کا کنار نصیحت کا تختہ ستی بدھ بچار
کہی سن کے اے جگ پتی نیک فن کھیا کیوں توں جپ بس ہل کی ہیں من
نکو کچ اندیشے کے پڑ آپ خیال کمر بند ہمت سوں اپس سنبھال
وہ درویش کوں بیگ ڈھنڈنے کوں جا جکچ من کے مقصود سوا سن تے پا
یتیچ فیض بخش اس ہما کا نشان سعادت کا جس اوج ہے آشیان
بچھا دیکھا اندھارا اجالا تمام ترد دکا ست جگ پہ جال تمام
جو ہیو وہ ہما صید تج دام میں کرے شاہ مات اس دلارام میں

توں آوے تلگ عقل سوں کر علاج — چلاتوں گی میں نت ترا ملک و راج

تجھے تل ٹنگاتی ہوں میں یک برس — پھر آوے سفر کر توں جب ہو برس

نشانی سوں آکر ادھی رات کوں — بجا مار تب تیرا اپس ہات سوں

سنوں میں وہ گھانٹی تے آواز اگر — بولالیوں کر بہت سوں درباز کر

بچن نار جب عقل سوں کی سنوار — وہی نقش کر شاہ دل کے منجھار

ڈھنڈانا امید کر دل تے تج — لمن جاؤں درویش سوں دھر کے کج

پھرا کر سو شاہی کرا بھیس کوں — چلیا یوں وہ جوگی ہو پردیس کوں

کنتھا سخت محنت کا اپ گل کیا — سو کچکول ثابت توکل کیا

چڑھایا سو تن پر قناعت کی راک — سنگی کر لیا آہ کے دم کی ہاک

صبوری کی مُدری دیا گوش کوں — کیا چلم زنبیل ادک ہوش سوں

یوں راحت کی دنیا کوں ہرگان کر — لیا راکھنی یک تلبیس آن کر

لیا حرص کے بھاوڑے کوں بغل — جلانے ہوس کی دھونی نت سگل

اپس نفس تئیں ران کر سنگ کیا — بھوکا کر جگانے سنگاتی کیا

دھریا خوب ہتیار کر ہات کے — گھنیری چکر تیز دعوات کے

کمر بستہ ہمت کا بھاری کیا — اٹل قصد کی ہت مُتاری کیا

دھرن جلد ہر کام میں تیز بات — لیا ہوش خیالاں کے چیلے سنگات

مگر پاکے نعمت کی اس کھان کوں — ہو خادم منگن پوت کی دان کوں

کر اس دھات اپس من کے تئیں مستعد — رضا لے چلیا کام پر ہو بجد

رکھیا سرو آزاد ہوبن میں پگ — لٹکنے لگیا چرخ کی باؤ لگ

رھنے تازہ سب کھ وہ یکدھیر تے — بھکانے لگیا نین کے نیر تے

دھرے نرم پگ یوں چھلے دکھ سوں — پڑے پھول نازک پہ جیوں شب تے اوس

کیا قوت کوں بھوک پیاس کا — نت اپنا چ ایں رگت ماس کا

سدا بھوک ہور پیاس کا سو دک — دسے شیر تے جلد تر ہو سیک

کرن تل اوپر خار تس ہور چمن سبک سیر ایسیں کرے جیوں پون
گھٹا وے سو گھٹ ہو گھٹن دن کو باٹ ہریالی یہ سوے سٹے نس کوں کانٹ
اتھی بچھیں سو نھالی ہریالی غلاف فلک اوڑنا نو پدر کا لحاف
بہت نس کوں دن تے پڑے جب دھونی جلا گرم دل رھی ہوس کی دھونی
دو محنت کا کنتھا رکیے گل پکڑ جو نس دن کے بیوند سوں ہو گرچہ چیتر
ریاضت کی نت راکھ سوں مانج تن رھیا سکھ ہو کارٹی سا روشن کنچن
مناجات میں حق کے ہت کھول جم رکھے پر توکل کا کچکول جم
رکھ آسن کی راحت کوں مرگان کر بجا وے سنگی آہ کی دھیان دھر
کہ اس نفس کا سگ جو پھر جوش لیائے جو من بھائے تو تدا اسے قوت بھائے
جو کئی نا سزا کوئی زبان چھوڑ ڈھیل کرے صبر تئیں حلم کی دھر زنبیل
سنجل یا بلیات و آفات کے پھر آوے چکر مار دعوات کے
خیالاں کے چلیاں سوں تحقیق کر چلے باٹ مشکل پڑے جان اگر
گیا کئی ملک چھوڑ ڈھنڈ ڈھنڈ النگ سٹیا باٹ کے ڈاٹ میدان تنگ
سو پیاسے تمن دھوپ کی پا سراب چلیا دھیان دھر بولتا آب آب
ڈھونڈیا ڈونگراں کئی سو غاراں میں جا دیکھا بیچ بن بیچ ماراں میں جا
نہ پایا سو وہ لعل کس کھن میں پن نہ دیکھا وہ کس مار کی پھن میں من
نہ لگیا پرس تیس اجالے میں ہات نہ ظلمت میں پایا وہ آب حیات
رھیا جیو بابیچ گھٹ کے تن نہ دسنے لگیا آپ ایس جیو یون
ولیکن رہتی کچ گھڑی سو بیت کرے سب وہ ثابت توکل سوں پیت
قضا اللہ یک دن خوشی یک بن میں جا لگی دھوپ سو دور دیکھیا نجھا
دسے جو من یک باغ سوں بے نظیر دیکھت خوش ہو اچل کے جا اس کے دھیر
سو جنت ہے ہر شار سے چھانو سیج ہوا ڈاٹ نہ ہوئے نس دن سیج
لگے ہیں سو میوے بھرے رکھ بلند سو رکھن بیٹھی مل کریں جم انند

گلاں سے چمن ہر منور اچھیں
سو باسماں سوں بن سب معطر اچھیں

جنم جگ جو تھے رکھ سو گلشن کے پاس
ہورتے تھے اگر بھید نیں دن سو باس

چمن بیچ جو کچھ وہ سنگ جم اتھے
سو رنگ مشک عنبر تے کچھ کم نہ تھے

سو وہ دل جلیا دیکھ آرام پا
رھیا پال پر بیس دھر تھیا نوں جا

گھڑی خوب یک واں گمیا نیں جلگ
پریاں سات اوتریاں واں اَلگ

سگل بن وہ یک بار روشن ہوا
رتن کھن اُجالے سوں گلشن بھرا

سورج نور سوں تس رھیا ہو سیاہ
ادک تاب سوں جل گئیا قرص ماہ

ڈریا شہ کہ آئی قیامت مگر
کہ ساتوں ستارے پڑے دھرت پر

نظر ئل پڑی نور سوں جھانپٹی
چھٹی تن میں تس ہوں سوں کانپتی

تلک وہ پریاں تن سوں کسوت اوتار
گیاں تیرنے حوض کے جل منجھار

کتک وقت پر شہ جو پھر ہوش پا
اسی ٹھار ہی دیکھتا ہے بجھا

کہ موتی نکل سب صدف میں تے بھار
ڈھلکتے ہیں نقرے کی تھالی منجھار

یقین تب ہوا اس کوں یو ہیں پریاں
ہور آیاں ہیں یاں تیرنے گن بھریاں

پچھیں دل میں اپنے یوں تحقیق کر
کہ ہے ان کوں نو کھنڈ کی سب خبر

پریاں نے اوتاریاں سو کسوت سگل
ہلوں دست کر مار بیٹھا بغل

کتک وقت کو جب پریاں تیر کر
دیکھیاں اپنے کپڑیاں طرف پھیر کر

دیکھے ٹھار پر نیں ہے کسوت کہیں
دگر ہے تو خالی خلل تے نہیں

یکایک ٹھکیاں ہو رھیاں بے قرار
کہ یو کاں تے بیٹھا ہے آدھن بہار

تب ان سات تاریاں کوں یکبار آن
سپیہ کر سٹیا دھر کے غم کا گران

رلیں ہیں اپیں ہو رھیاں فنگ یوں
کہ اب تیر تے جا سکے بھار کیوں

پریاں سخت عاجز ہو پوشاک بلاج
پھرا رخ کوں سر بھوئیں دھریاں لاعلاج

کھیاں کون ہے تو سو کہہ بیگ بات
ہمن شرم پر جیب جو کیتا ہے گھات

اگر عیش دنیا کا ہے تج یہ بار
یکس کوں ہمن میں سوں کر اختیار

پڑے جس پری پر ترا بول آ — ہو خوشنود یوں ہمیں بات اوچا
پریاں کی یو سن بات شہ دھر کرن — لگیا بولنے یوں اونن سوں بچن
کہ نیں آج سو دھن پہ کچ مج طلب — پڑیا ہے مرے سر ولے یک سبب
فقیری منے گرچہ یوں آج ہوں — ولے یک بڑے ملک کا راج ہوں
سر یک سکھ سوں مج گرچہ دل باغ تھا — نہ تھی نسل سوں یہ بڑا داغ تھا
قضا اللہ درویش صحرا نشیں — مری بارگہ پاس چل آ یقیں
کرم کا سوا ول جگا چراغ — چپ آخر گیا داغ پر دے کے داغ
وہ بہتے کی گفتار درویش کی — کری تازگی پھر کہن ریش کی
یں آخر ہوا اس درد سوں لاعلاج — نہو خوب جان اس کے مرہم باج
وہ گلشن کوں پانی الیس خار کر — یوں ہو کے کرتا ہوں جگ تل اوپر
ولے مج پہ دن ادک ہوئے لنج — جو کس گھنڈ کے کنج میں ہو وہ گنج
تمن رہ نہائی تے انجن جو پائی — تو ہو مج عیاں بے شک اس گنج کا ٹھکانو
جو ہو تل عنایت مج اس گنج تے — غنی ہو چھٹوں فقر کے رنج تے
پریاں سن بچن یو گھڑی چپ رہیاں — ہور اپنے میں آپیں تصور کیاں
جگت میں خیالاں کے قاصد تمام — رواں کر کیاں سچ اسی کا مقام
لگیاں یو لنے یوں یکس یک کے دھیر — فلانے بن بیچ ہے سو فقیر
دھنی نعمتاں کا دہی آج ہے — جسے جن ہور انس کا راج ہے
چپ نہ رہے دندسے ہو یک دل تمام — اسے سیوتے ہیں جنم مل تمام
انیسی ملیں اپیں خوب کر یوں بچار — کیا شہ کے سب سامنے یوں قرار
کہ نے شہ کچ اس بات کا غم نہ لیا — ہمن کسوتاں بیگ دے ویں پھرا
گھڑی یک توں پھر بسیں دھر حومد چک — لیجاویں توں ماریں تلگ یک پلک
ہمیں ہور یک وعدہ کر تیاں اب — پھرے گا توں مقصود پا اس تے جب
یک یک زلف کا تار ہر تن اتال — جو دیں آ گیاں سو جیوں جتن رکھو سنبھال

وہ تاراں ملا سب ہمن تانوں سوں
حلا بیچ میں سب ہمن ٹھانوں سوں

توے حب کی ات سوز دھر آئیں گیاں
سلامت ترے ٹھار نبڑ آئیں گیاں

سنیا سو لگی شہ کوں یوں خوب بات
پھرا دی وہ کسوت وہ تاراں کے بات

وہیں پھر کے بیٹھیا انکھیاں موند کر
تلگ وہ پریاں کسوتاں سوں سنور

اپیں گرد ہوش کو میانے دھریاں
وہاں تے ہوا میں چلیاں وہ پریاں

نہ کئیں فکر سے پل کی بستی کیاں
یقین وہم پر پیش دستی کیاں

اوتار اُس کوں درویش بستی کے ٹھار
اپیں ہو رھیاں غیب اُس بن منجھار

عجب جگ کا خالق سکت دار ہے
جہاں پروری جس سزاوار ہے

کہ جس کام کا نئیں سمجتا سو ناٹو
دکھایا وہ ویسے کی صورت کا ٹھانو

صفت درویش روشن دل کی ہور اس کی عنایت کی
ہور آوے شاہ لگ فن سوں چلائے راج سورانی

ہنرمند اس باغ کا باغباں
کرنے فن کی یوں بر سوں شیریں زباں

گیاں چھوڑ وہ شہ پریاں تنہ کوں جیوں
وہ پایا اسی سرتے تن من میں جیوں

دسیا جب نظارہ کیا چو گرد صحن
وہ درویش سرمست کا مست بن

مگر جگ تے گوشہ پکڑ عزم سوں
سنواریا تھا باغ کی بزم کوں

سُہیں حوض پُر سر چمن میں ہرے
طبق سبز میں جام جیوں مے بھرے

بھتا تھا نہ چمناں میں جو گرد آب
وہ لبریز تھا جام تے نت شراب

وہی ہو ہر یک رُکھ کے تن میں اثر
مستی ہو کے جھلتے اتھے ات بے خبر

سُہاویں کلیاں یوں کنول کیا سو رنگ
کُپیاں چین کیاں مے بھریاں رنگ رنگ

پیالیاں سوں خوش چنپئی جا بجا
رکھے بزم مے بھر ہو ساقی صبا

دیکھت مے وہ نرگس نمن نکھ بسیار
گلاں ہو کے مستی سوں رنگیں عذار

کریں خار اس عشق کا جوش ہو
عرق بیچ رھیں غرق مدہوش ہو

لٹاں چھوڑ سنبل کے خوش بال کیاں
نگاراں ڈولیں مست چھل ڈال کیاں

کلیاں پر ٹھنڈا نیر ست چھب سوں دین — ہنسا تس مکدر او نلیند یاں کے تیں
کرے بزم کوں تازہ پھر بے درنگ — دھرے جشن میں سر تے خوش راگ رنگ
ہو مطرب پون برگ کا دف بجائے — پپیہا و کوئل نول تان ادچائے
سو سُر خاں دیویں کھینچ سُر خوش گلا — کریں کُوک کوکے دلاں مبتلا
خوش آواز گنجشک مل چھب سوں سب — کلیاں کے [illegible] رنگ ہر رُکھ کوں تب
لگیں ناچنے مور ہو بے خبر — کریں حال لوٹن نکل رقص پر
ہوا دھر کبوتر کولا ٹیاں میں آئے — پیراں جوڑ تالیاں سوں دستک چلے
دک خاختیاں کے دلاں ہو کے چاک — اُچاویں ہر یک دم وحدت کی ہاک
بسنہار ہر جنس کے جانور — ہر یک بھانت کر نقل شیریں ثمر
پرندے درندے چرندے تمام — چھپے بن کا ہئے خانہ جن کا مقام
ہوبے خود اچھیں حال خود میں عجب — سو ہر تن وہ درویش کا رکھا ادب
زہے طبع کا صاف درویش اتھا — رہِ راست میں جس قدم پیش اتھا
کرن زندگانی کی راحت اتیج — اتھا سیج سنگار بے شک کی سیج
محبت کا جم تن کوں جبڑوا شراب — دیا تھا جنم من کوں مستی سوں تاب
مُوحّد ہو بن یک نہ جانے دوجا — کہیں ملحد اس جن جو دوجا پوجا
یکٹ دھیان کی دھن پہ خوش آن دست — اتھا کنج خلوت کی عشرت میں مست
جگا کر اپس شمع سے نور کوں — رکھیا تھا سو پروانہ کر سور کوں
تو ہر صبح و پہ پلاتا نکل — پڑنہار تھا تس نظارے میں جل
دھراپ من کے منکے پھرا بات میں — رکھیا تھا لیاں راز کی بات میں
تل یک فصل و درس تے پڑتے پید ور — اتھے من تمن دل کے چک دھن حضور
خوش یک حال میں رہ کے نس دن نپٹ — ہوبے غم اتھا جگ کے دھندے کوں سٹ
سمجیں کاں اسے جگ کی پروا اچھے — پنے خط میں معشوق کوں پا اچھے
سب اس بزم کا بھا و خاطر میں آج — ادب سوں چلیا پیش مجلس پچھان

سو کر تیغ تس بزم پر تے گون
وہ درویش کوں دیکھ کیتا سرن

انگنتا انگنتا چل صف بصف
ل اس خادماں میں رہیا یک طرف

یقیں سرو آزاد کا دھر کے ہات
کیا قائمی جوڑ چھاتی پہ بات

یوں نیر کی مے کا تن میں اثر
ہو سرمست ڈولتا رہیا بے خبر

گیا بھول آپس کوں اپیں دھیان سوں
او ٹھیا جو تے ہت دھو کے ان ماں سوں

دل اس کا صفا اپنا درپن کیا
اپس ٹھار تس میں رہنے دیا

ہو قطرہ پڑا اس صاف دریا منجھار
صدف میں ہیئے کی کیا بستی ٹھار

سمج پن وہ درویش روشن ضمیر
ستم کی کیا کد نہ دیکھ اس کے دھیر

ہر یک روز محشر کے دن تے کٹھن
ہو گزرے جو چھ ماس یوں رات دن

ہوئی دیکھ لی شہ تے خدمت عیاں
تب یک دن وہ درویش ہو مہرباں

لگیاں بولنے یوں کہ اے شہ فقیر
تمنے سر پہ ہو دکھ سو دیکھ اس کے دھیر

یک او تار پھل ہے سو اس کے اوپر
توں کر تیغ تس پر طلب کی نظر

پڑیگا اوپر تے یوں رہ بہت پیار
وہی لے کے لینے نگر کوں سدھار

تجھیں جمع دھر کر توکل پہ دل
کر اس خرچ یک ٹھار رانی سوں مل

نہیں شک جو ہو فیض پروردگار
تج امید کے دکھ کوں آوے تو یار

یو سن بات کر شاہ سر تے سرن
پھر یاواں تے ہو رکھ پہ رکھیا نین

لیا ریا سو بہت آ پڑیا تس منجھار
بجا لیا بہت شکر پروردگار

نکل بزم تے بن کمیری بھار آ
تب یک ٹھار تے ڈھونڈ کر آگ لیا

معنبر سو وہ زلف کے تار کوں
جلا تے وہ ساتوں پریاں ٹھار سوں

نکل آ کے حاضر ہویاں شاہ کن
پھریاں شاہ کوں لے وانچ تے دھر یون

کنک کیر کانن سو بے جان تھا
بلا کی میں پڑ جگ پریشان تھا

مسیحا نمن اس کے تن میں پریاں
پھر یک دم میں نیا روح سر تے بھریاں

سنفراپ ملک شہ کی رانی کی بات
چلی وہ کیوں ملک کیا کر کے گھات

کہ جس رات وہ شاہ کیتا سفر　　جرس ٹانگ آسی رات یک بام پر

محل بیچ پردے بندھائے ٹھار　　کری یوں نگر میں خبر آشکار

ہوا ہے یکایک جوشش دردمند　　بچن بول سکتا نہیں ہو کے مند

سدا دھیان یک ٹپن کا دھرتا ہے بس　　ننگ آئے دیکھے تو کس کا درس

جب ارکان دولت سنے یو بچن　　پریشاں ہوئے سب کے من جیوں پون

اسی وقت ہر ٹھار قاصد بٹھائے　　جو تھے جگ میں نامی حکیماں بلائے

جتے جاں جو سی بی سن آئے کر　　دکھانے لگے سب مل اپنے ہنر

منتر ہور جنتر سوں سمجھ اس کی راس　　اتارے سٹانے لگے بے قیاس

دلویں بھیج لکھ کاں سحر دعوات کے　　جلانے فتیلے طلسمات کے

حکیماں بی کر دارواں خوب راس　　دلویں بھیج سب بی وہ رانی کے پاس

ولے دھن وہ تعویذ و طومار نت　　وہ سب دارواں رکھ کے یک ٹھار نت

دکھا درد کا طبع کوں پیچ و تاب　　ہر یک بھانت ہر روز دلوے جواب

تھے جگ تو لیو غم نہ سہ کیا عجب　　اہیں سب تے رنجور اچھنے سبب

وہ کئی دن تو یوں جگ سوں دنگی اچھے　　پڑے نیں تو ہر شب اننگی لچھے

ہوا زرد جو اتھا سور لال　　تبھرے دکھ کے چھایاں میں چندر سی گال

اتھا مکھ سو سورج کے درپن نمن　　ہوا رنگ دھر عین چندر کا تن

برہ کی جلن بات ہر رین نت　　ستارے کرے رتجگا نین نت

بہت تھی اسی دھات رانی پہ بن　　برس بعد یک آئی فرخ رین

خدا کے کرم سوں وہ پھر شاہ آ　　چھپے پریشانی کی گھاٹی بجا

جو یک ٹھار جاتی پراں کر نشاں　　رکھیا تھا چھپا کر جو تیر و کماں

اسی ٹھار شہ آ کماں جاتی کر　　چلایا سگا تیر لس گھانٹ پر

جو رانی اتھی سال کی روزہ دار　　جرس کی زباں تے صدا سن اپار

چل آپی کھولا در ہوتی سیر بس　　سو پایا شہ کے درپن کی نعمت سرس

بیزہ کی قیامت کی گھڑات عذاب
گنہ گار بختاں تے ہوبے حساب

بکبٹ باٹ کا لگ انگے پُل صراط
نچل سک تِل یک عقل کا احتیاط

بلایاں کی جا سخت دوزخ میں پڑ
ادِک دھوپ کی آگ میں جا سیئر

نورانا تن اس کا جو تھا عینِ ماہ
ہوا تھا وہ دیجور شب تے سیاہ

سو ہونے میں تس پر خدا کا کرم
وہ رانی ملک طبع فرخ قدم

دی بھونمان مل جھب کی گت تے اسے
پکڑ ہت نکال اس بہشت تے اسے

دھرن جنتِ عیش کے کام میں
لیجا حوضِ کوثر سے حمام میں

لباسِ گدائی کو کر تن تے دور
دُھلا انگ تس تن کرے رشک سور

بنا کسوتِ تازہ تن کے منجھار
لیجائی آرم بنا رمندھر سنوار

سنوار اپیس کھولی نہ لگ موج نین
پھر آپیں ملی ہو کے جیوں حورِ عین

لے بھو صدق سوں ناؤں کرتار کا
نکالیا وہ شہ میوہ او نار کا

دو تو مل وہ امید سوں بانٹ کر
کیے خرچ سکھ سیج پر نار و نر

جو تھا گُن نول شہ میں نیسان کا
ہور اس نار میں بحر عمان کا

جو بادل خوشی کا مدن رت سوں بھر
برستے وہ گمبھیر دریا اُوپر

خدا کا کرم ہو کے تب بے شمار
جمیا دُرِّ مبارک صدف کے منجھار

نول سیج پر یا کے رنگ رس گھنے
لگے تب یکس حال یک پوچھنے

جو کچھ کام اوّل تے آخر گھڑیا
وہ سب کھول شہ سر تے قصہ پڑھیا

دیکھت لیو پچھ ادک شہ کے برتی میں
لے آنے لگی نیر لیس نین میں

کیا شاہ نے جب وہ قصہ تمام
لگیا پوچھنے پھر کہ اے نیک نام

ترے پر جی کیا تھا سو احوال اول
چھپیا تجھ تکو راز کا گنج کھول

کہ تجھ بن اتھا کیوں نیوا احوال جگ
چلیا ہے پو کیوں راج کہہ آج لگ

بچن سُن کے وہ نار گمبھیر من
لگی بولنے کھول اپنا بی فن

کرن قصہ اظہار تس رنج کا
کھلے در تد اوی کرے گنج کا

نکالے سو تس در کوں کر تیج باز — بھوجنگ سا تس دھن کا قصہ دراز
دیکھت زہر آلودہ شہ قصہ سب — ہوا دنگ سب بے ہوش ادک لگ عجب
تردد پہ اس کے بیٹھا مرحبا — دیا [illegible] سوں چھاتی لگا
پیئے مل دو نوں حظ سوں بھر جام جب — سوے سکھ سوں کر دکھ فراموش تب

بیان مجلس آرائی و آنا تخت پر شہ کا
وہ شہ کوں دیکھتے ہوئی سو جگت کی جات میں ہلی

صبا شرق کے پال کے پل تے تھوک — نکالیا جو کنچن کی جیب تم تے کوک
ابلتا نکل نور کا نیر تب — ہوا ریز عالم میں جوندھیر سب
تہیں تھا سو یو جگ کا حوض غدیر — بھریا شش جہت سر تے کنچن کا نیر
سیاہی کو چھاتی تے دھویا فلک — زرافشاں کسوت تے پکڑیا جھلک
کواڑاں کھلے خلق کی نین کے — دھرے مند جو مخمور تھے رین کے
ہوا سو صبا سن یو مژدہ نول — بجے شہ کے دربار طبل و دہل
ہوئی بات مشہور یوں خلق دھیر — کہ شہ خوب ہو آج لیتا ہے نیر
سنی سو خبر یو خوشی کی سعید — ہوا سر تے عالم پہ یک روز عید
تنے تن پہ ہو کہے نوے کسوتاں — گھرے گھر ہوئیاں مستعد نعمتاں
خوشی کے ہوئے بانگ چاروں طرف — ملے سب تھنے ہور بڑے صف بصف
مگر یو خوشی عیسوی فن کرے — کہ جیو ہر جوے تن میں سر تے بھرے
بے عالم کوں ارکان دولت سب آئے — محلے محل خوش آرائش کرائے
بچھانے بچھا جا بجا ہر محل — دکھائے زنگار رنگ گلشن پچھل
بھنور جات کے جیوں پرے پلک کی پسار — پڑیں تس اوپر تو رہیں شد لبار
ہر یک جنس باجے لگے باجنے — دمامے لگے گاجنے ساجنے
شکر شکر کی خلق کوں ہر گلی — لگے بانٹنے لاڈو راج ات بلی

ہوا انجمن جگ تے جب زیب دار بیٹھا شاہ تب آ کے مجلس منجھار
نھنے ہور بڑے دیکھنے ست کا مکھ کیے جیو بلبل ادک پا کے سکھ
جو تھے روزہ سب درسنیاں کے نین ہوئے سیر سمجھے کہ ہے عید اپن
کرن شاہ نظارہ ہر یک سب تماشے سیج ہونے لگے ات عجب
خوشیاں سوں بجے ڈھال ہور گجمتی یکس یک سوں جھوجن لگے اپ ہستی
بھڑے سینگ سنگ کا وہ ہمدست ہو ہرن چھٹ چیتیاں اپر پڑے مست ہو
کبوتر کیے بازی آ باز سوں پپیے جوت سورج کے پرواز سوں
جلیج جس منے تھا سو کال ہنر رجھائے دکھا شاہ کوں سر بسر
بچھیں شاہ عالی نظر بے گمان کیا جگ پہ سورج نمن درفشاں
جڑت ہور جواہر ترنگ ہور ہتی ادک جگ پہ بخشش کیا جگ بتی
وہ ارکان دولت جو ہمدرد تھے جو اس دکھ کی گرمی سوں دل سرد تھے
وتیاں کوں بی شہ ستے کر سرفراز گھنے ملک و دھن دے کیا بے نیاز
چلے دل جو نہ سہہ کے غم کا زوال زمانے تے تھے سو پریشان حال
وہ پایا چھاؤں شہ کے کرم کی ایار منگے حق ستے یوں دعا ہت پیار
کہ یارب بلند چرخ تے بے نظیر توں اس رکھ پہ بھیج اپنی رحمت کا نیر
کہ سرسبز ہو جم یو رکھ نام دار دھرے زندگانی کا خوش میوہ یار
کہو کوئی بی دیکھیا جو داتار پاس منگیا ہونے ان نیں پروا ہے آس
جنے صدق تے حق سوں حاجت دھرے وہ بے شک رواں سب وہ مطلب کرے

بیان شہزادہ پنجیا سو ہوراس کا ناؤں منہر رکھ
جنم کا لکھ پتر دیتے جو طالع کھول کر گیانی

درافشاں غواص بحر سخن نکالیا ہے اس دھات درّ عدن
جو خوبی سوں پورے بھرے ماس نو بدھیا وہ گہر بحر میں چھب کی تو کی

سعادت کا ہو وقت غوّاص جب — نکالن منگیا جگ میں گوہر عجب
قبیلے پہ سب شادمانی ہوئی — زمانے پہ پھر نوجوانی ہوئی
ملیا خیل خانہ وہ رانی کے پاس — سکل چاو کرنے لگے بے قیاس
اوپچ کی گھڑی پوچھنے تیں تول — منجم ہوتے بھار حاضر سکل
ہوئی دائی حاضر نول دھات کی — ہنرور سعادت بھرے بات کی
جو تربیع و تثلیث کے گھرا تھے — ستارے وہاں سعد سب بھرا تھے
گگن سعد تاریاں کی تاثیر سوں — ہوا تھا ادک لوح تکثیر سوں
جو تھے نحس اکبر سو وہ بے گماں — ہوے سعد با سعدیت کا قراں
ایس تخت پر چڑھ دھر شرف آفتاب — جگت پر کیا تھا کرم بے حساب
اسی پیچ پاکسوتاں بے بدل — ہوے تھے سکل جلوہ گر کوہ و تل
نویلا رنگ آمیز ہنگام بھیج — بچھایا اتھا بھیں پہ پھولاں کا سیج
خیاور بی ہر جنس ہر ٹھار میں — گمیں رقص و نغمے سوں گلزار میں
سو ویسے سعادت بھرے وقت پر — تولّد ہوا شاہ کے گھر کنور
سمجھے منجم گھڑی وہ سرس — سہیلیاں جو جیتیاں اتھیاں دھر حرس
بجایاں جرس جلد اسی وقت سب — لیے لکھ منجم اسی پل کوں تب
سکیاں دیکھتے اس نول سور کوں — انکھیاں سب کی موچیاں گیاں سور سوں
کیا نور تد جگ میں ایسا جھلک — رھیا ہو کے ظلمات جو تھا فلک
کتے وقت کوں جب دکھیاں ہوش پایا — ستیں کر کے جیو کے رتن رونما
خوشی کی خبر جیوں کرشمہ پاس آئی — چھو گیا خوش ہو یوں تن میں کسوت مائی
اپیں اٹھ کے آ دیکھ اس سور کوں — دیا روشنی نین کے نور کوں
ہوی ریزیوں دائی پر نور تن — جو اس کن منگیا کھول دامن گگن
کیا سکھ وطن واں عزیزاں کی سار — گیا دکھ سو دندیاں ننن جگ تے بہار
دماماں یو شادی کے گاجن لگے — ہر یک بھانت باجے بی باجن لگے

سکر بانٹ کر شکر دی بارگاہ — گنایا بڑی میزبانی یو شاہ

ہر یک خلق پانے تے عیش و ہو — ہوا عید نوروز پھر یک نوا

پچھیں شاہ پھر آ کے مجلس طرف — بلایا انگے سب نجومیاں کی صف

جو سر تس میں جس نانو تھا گن ندھان — جسے حل اتھا زیچ و پتک پران

کیا خوب تر دھر الیس من کوں ٹھانو — رکھو شاہزادے کا یک سعد نانو

پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر — رکھیا نانو اس کا سو منہر کنور

پچھیں اس کے طالع دکھا کر خیال — ہوا خوش سچ بخت ملیں پنے مثال

قوی بخت کا تس ستارہ دسیا — شہ یک جیتر کا ہو نہار ادسیا

جیسے مان نو کھنڈ کے راج سب — دیویں کے رعیت نمن باج سب

کریگا جہاں زیر شمشیر سوں — پھر آوے فلک تیں جو کچ پھیر سوں

خوش اس کی عدالت کمیری دور میں — ابرسے نہ حال یک رتی جور میں

نہ اس امر تے بھاس سکسے یوں — نہ چیرطھو خاک بی دھر سکے کوئی گگن

نہ دیکھینگے تس ظلم سیتے کدھیں — بھتے نیر پر کوئی چین جبیں

کریگی زباں قید اپنی اگن — نکر سی بھم کچ بی تس امر بن

ہنر کا تو دریا وہ سچ آئے ہت — نگاے سو چودہ رتن پھر سکے مت

اتھا گرچہ بے مثل یوں بخت ور — پن اس سر وس آیا اٹل ایک خطر

کہ چودہ برس دس پہ یک ماس ہو — خطر ہونے بار اتب اس پاس ہو

او جاوے بلا کے جو خطرات دھوں — چلے اڑ کے یو باغ شاہی تے پھول

پھریگا سو بیجاں سوں کئی ملک پر — بھو لینگے خوش اس روپ پر کئی بھنور

پڑینگی گھنیری بپت کے زوال — پھر آوینگے اس گل کوں کملا کے حال

سلامت ولے سب کے ہاتاں تے پھیر — پھر آوے ہو پرورد ہ اس بن کے ڈھیر

ولیکن سو ہے لاڈوا یو بلا — کریگی سو پر جاں اسے مبتلا

منجم پہ جو عین تھا نو بہار — یو باد خزاں پایا ہوا خار زار

سو ہو تیج احوال اس کا تغیر
پوچھیا شاہ درحال دیکھا اس کے دھیر

کہ اے گن ندھاں اب کتا مج سوں اٹک
یکا یک تجے کیا دسیا سکھ میں دک

دہیں شہ کوں تسلیم کر گن ندھان
جو طالع میں نکلا سو کیتا بیان

جلنگ بخت کی اس کے سنتا تھا جس
اُمس سنگ چڑھتا دسیا رنگ رس

وہ جب آکے اپڑے خطر کے بچن
مکدّر ہوا او وہ شہ کا بی من

مجالس میں تھا تب حکیماں کا صف
نہ سک پوچھیا دیکھ ان کی طرف

کھیا کیا ہے دنیا ستے وہ بلا
دوا نیں جو کوئی اس سوں ہو مبتلا

حکیماں ایس من میں خوبیں بچار
سو وہ عشق ہے کر کئے سب قرار

کہیا شاہ پھر یوں کہ اے خوش مقال
رکھیا جائے کس فن سوں بی یو سنبھال

جو ہے یک سماس پر خطر کا برس
وہ ہر کیوں توں بی سہتے ٹلتا ہے بس

کھے تب حکیماں کہ کئی دھات ہیں
نپاتے سو وہ عشق کی ذات ہیں

اول سب میں ہے خوبرویاں کا سنگ
خوش آواز خوش رقص خوش لاگ رنگ

کتبت عاشقاں نہ بی لے آئے عشق
رنگ آمیز ہر جنس سر جائے عشق

بھی ایسیچ کی دھات کر تب آج
رکھیگا تو یو عقل کا ہے علاج

حکیماں کہے سو دانش کے چھند
کیا شاہ ہر یک بچن وہ پسند

کھیا یوں رکھوں کر کہ جگ ستے نہاں
نہ دیکھے کدھیں خواب میں آسماں

جیسے ایسی کنک بھیتے ہوئی نہ ہوش
تو کاں کر سکے عشق تس من میں جوش

مجالس کوں یک دہرتے کے سرفراز
کیا اس تردد کھیری درکوں باز

بیان اوجلا سنوارے محل جال اکھ منہر کوں
لگے تھے پرورش کرنے بلاتے کنگھیاتی

سُن یار خوش طرح یو بے بدل
کھیا ہے سخن صاف یوں بر محل

منگیا شاہ جیڈل ککلوت سوں
چھپیا پالنے آپنے پوت کوں

بندھانے محل صاف خوش طرح کا — گمت گاہ عشاق اِدک فرح کا
بلایا وہ گل کار کل کاروان — بڑای بڑای کی صنعت گران
ہنرمند فرہاد سے سنگ تراش — دھرن بار ایس فن میں شیریں تلاش
لیے خشت ہور گچ کوں چونے کی ٹھار — زواد و صدف ہور بلور آب دار
اگر ہو چندن کا چوبینہ پاک — پتھر تس میں بلور کے تاب ناک
بنا کا رخ فرخ گھڑی بوج کر — ہٹے بانٹ بھر رنگ خوش صحن پر
بندلے پلیشہ ور خوش خوشیاں سوں تمام — طلبیاں کی مٹھی دھر بہار بام
چھجے کھن کے منڈوے بلند سر گگن — سفید آبگینہ ڈھلا سے انگن
چمن چوترے صحن میں سج لیے — گلاباں کے گل کے سبحے چو نپجے
پیا صاف الماس موتی ملا — گلا وا کیے ہور دیے یوں جلا
چلا خوب پا جیوں وہ روشن ہوا — چندر سور کا عین درپن ہوا
دسے دن کے پرتو تھے توں تمام — گگن ہور سورج تس میں جیوں جم کا جام
لگے نسی کوں یوں عکس ماہ و فلک — جالیاں کر میں جیوں جبا یک ڈھلک
بنائے وہ جیوں آرسی سا محل — صفا صدر تس میں کیئے بے بدل
پلنگاں رکھے جڑ الماس کے — بیات اس گل ہیچ کاش کے
چھپریاں و کرسیاں دھرے ٹھار ٹھار — ڈولارے ہنڈولے لگے زیب دار
صفا سیج ہر یک جو تھی دلفریب — پر تو کی تھالیاں سوں تھاں کوں زیب
پلنگ پوش اندھیار پاں پردے تمام — ڈتیاں کوں بی اجلے قماقماں پہ کام
طواسیاں صفا صاف تکیے نمد — اچھے لوڑ پالشت اچھے بے عدد
جتے شمع فانوس اس میں انوپ — بلند عود سوزاں و پھری سٹر پ
دھرے طرف ہر یک جلانے کوں شام — شفاف و بلوریں و چینی تمام
دھرے نور پر نور ہر ٹھار صاف — ہیں او جلیچ کوئی رنگ نہ تھا بے خلاف
گگن کی نشانی بی جانے کوں چھپ — دیے جو رنگن بھر کے اجلے منڈپ

سنوارا گیا جب محل یوں تمام — دیے شاہزادے کوں تیداں مقام
اچھے سو جکوئی سرخ زرباف پوش — سو اُس پاس جانے کوں ہوویں صفا پوش
جو ہر بست شہزادہ کارن کیے — اموک رتن صاف تس میں دیے
جھپار کھر کے پھل پھاٹک کے باؤ سوں — لگے پالنے نت بہت چاؤ سوں
ہر یک دن صفا نور تس تر ملا — دھرے پہلے چندر ستے چڑتے کلا
ہو ماں باپ تس سور کے درسنی — سدا سیونے تیں مجوسی بی
نہ دیکھے لگ اس حسن کی بھان کوں — ملیں نان تلک چک وہ ان پان کوں
ہر یک دن کا کر شکر پروردگار — کریں خلق پر روز گوہر نثار
برس چار پر چار دن چار ماس — سو ہونے میں لیائے معلم کے پاس
کنور تھا نپٹ بحر عرفان کا — ہر یک موج تس فوج گن گیان کا
کہ جس علم کے ابر تے بوند آئے — دھر اس من کی سیپی میں سکر دکھائے
کیا علم تحصیل ہر بھانت کا — ہوا خط بی مشہور تس ہات کا
سکھیا سب بی ترکش بندی کے ہنر — ہوا دوسرا دن میں رستم تے ور
سو ہر یک ہنر میں سیورن ہوا — اپن یکہ لکھو بھار بھنجن ہوا
پن یک تل نہ تھا فہم دنیا کا بھاؤ — پو عالم میں ہوتا سو کیا مکر و داؤ
سدا شاہ یوں گرچہ فرزند کوں — کیا پرورش ات چھپے چھند سوں
جو نکلے تھے پن اس کے طالع میں گھات — سو بھا بھول انپڑی لیکا یک وہ رات
جو کچ حکم نازل ہے تقدیر سوں — پھرا کون کرتا ہے تدبیر سوں

شہ کی کنگش ہے وزیراں سوں جھنجھاراں لے دیک
کیئے فوجاں جو غنیماں پو تعین ہم سوں اٹل

جو یک روز فرخندہ فیروز تھا | ادک حسن میں رشک نوروز تھا
یک یک روپ لے دھرت ہور آسماں | ہوا تھا زمین و زماں نوجواں
ہوا دیگر گلشن میں پیٹر مردگی | دیئے تھے مسیحا ہو پھر زندگی
قبا ابر کی بر میں پہینا گگن | کرے تھے ہرے تن پہ کسوت دھن
صبا کر کہ مشاطگی خوب ادیک | سنواریا ہر یک بن کی محبوب ادیک
صفا کالوے بن کی چوندھیر جیوں | دس آوے نظر میں او دیکھے تو دیں
کہ پینی ہے محبوب رنگ رس بھریا | تلک کے کنارے کا والا دھریا
زمیں لے کر گلشن کے مُدرچیک کوں کھول | ہر ایک پھول لبست پینی اموال
چمن مانگ سنبل پٹیاں میں چھوڑا | بندی جعد ریحاں کا سبزہ جوڑا
کرے تیل شبنم کوں کر ملہ منجن | ڈبی تے بنفشے کی پینی انجن
دیا سب کو رنگ پان کا لالہ لال | دسیا نقطہ تس دانت جھلنی کا خال
ہوے سیونتی سیس پھول رت کے | گل اورنگ کاری ہے یا قوت کے
دسیا زیب و خوبی سوں ماتھے اپر | ٹیلا پاچ دیا قوت کا خوش نظر
دسیں پھول سرنے کے جھمکے الگ | رہے بادلیاں ہو کہ نیچے ڈھلک
کرن پھول خوش گل قلنفر ہوئے | چنبیے ان کھلے کانکے در ہوئے
گل افتابی جڑت کے ہیں جھال | کموں ہوئے پل کری میں کے لال
جو بنا پر کی جالی دسے جیو کی بیل | گھلٹ مال ارکند کے غنچیاں کے جیل
رہیا ہو درس دیکھنے بار بار | گل چاند صاف آئینہ تاب دار
طرح پان کا پھول فالج ہوا | چوا پھولسری کا چہ راج ہوا
بانے قسد رنگ بن میں خوباں کے قد | کریں نازنیں سرو خوش لاف بد

گلاں سوں تو یوں جلوہ کریں اینک　　رکھے تھے وجی خوب میویاں تے انگ
سیہ ابر ہو نور برسیا سو تند　　ہوئے سیب اس صاف پانی کی بند
جو دا کان کے خوش رنگیلے دسیں　　منور قندیلاں کے جھیلے دسیں
ہوا حقہ لعل ہر یک انار　　دسیں جامنیاں عقد نیلم کے سار
بھریا کوزہ ہر آنب کا نیر سات　　جھوئے بن بن بھا کر آب حیات
لبالب دسے جام میں خوش گلاب　　ٹپکتا ہے انجیر سوں شہد ناب
ہوتے شالواں شربتی کم کمی　　لباں نرم کھرائی تے فنری جمی
بچھلی جل میں شالو کے کھرائی تھنڈی　　جمیا ہے جوں کہ امرت دہی کی ہنڈی
بھنسی طرفہ صندوق ہے خانہ دار　　بھریا میوہ ہر خانہ بھتر دل بہار
کلیاں یو دکھیں انہی اتقان سوں سید　　ہر یک نارنگی کے جھبلیاں تے گنبد
جو بن پر ہوس کر نھنیاں جنجلاں　　دیکھیں ترک کو چوتی میں امرت بھیلاں
ہر یک موز کی چھاک پیچے یو ہوڑ　　دیکھیں دلبراں اپنی انگلیاں جوڑ
ترش ہور شیریں جو خوک دسے　　ہرا برو سے محبوب بے شک دسے
بنے دیک بن کے بنے خوب دہات　　منگے شاہ گتنے کوں خلوت سنگات
زہے شہ کا خلوت سرا دل نشیں　　گلستاں سوں ہے صدر مخمل زمیں
چند رچہ بچا ہر چمن صد گلگن　　رنگا رنگ تارے دسیں پھولبن
شہنشاہ نس ٹھار فرما کے صدر　　گگن کا رکھے لس نشیمن کوں قدر
دیکھت تخت پر شہ کوں خوش سار سوں　　بدھاوا ینکھی گاتے آواز سوں
دل و جاں سوں تن پھول کے شاد لیں　　نظر ہو زمیج سوں لیا رنگ رس
کھڑا انبہ اقبال ہو شہ کے پاس　　کرے خدمت آیچھیں ہو کر داس
فلک دوڑ نے شاہ کے حکم میں　　کھڑا کہکشاں سوں کمر بند ابیں
گئے آ کے مجرا حضوری تمام　　کھڑے خرمی ہو دھر اپنے مقام
دربستہ کھڑے صف بصف آ دبیر　　تتے مست کچھ ہو زرگتے زرہ شیر

جکوئی تھے سو مخصوص درگاہ کے
ہوئے مجلس شاہ جم جاہ کے

کہن پرور و برنائے نوخواستہ
ہر یک فن میں ہر مرد آراستہ

یک یک آصفِ دہر والا لقب
زمانے کا لقمان و عالی نسب

ہر یک بوعلی خوب تدبیر میں
نہ بوذر جمہر ان کی تقریر میں

سرب پائے سو تربیت شاہ سوں
سب انپڑے سو شہ ہت تے جم جاگوں

کتک وقت کوں شاہ و ملک دکھن
کتے خاص خلوت کے خوش انجمن

ہوئے دور نامحرماں تب تمام
رہے ملک کوں دین ہار انتظام

ہر یک مرد مخصوص اخلاص کا
وہیں پیش خدمت میں شہ کے ہوا

ارسطوئے دوراں چہ کہنا جسے
تو او عین عبد المحمد ہے

سہے بات جس حل عقد شہی
سکت ملک کوں جس کی کار آگہی

زہے رائے زن رائے سوں لے مدد
یوں پر بند نہار حکمت سوں سد

بڑا دوربیں چشم خورشید کا
ادکہ نکتہ داں جام جمشید کا

دیوتہار کر عقل سوں بے نفاق
کیوتر میں ہور باز میں اتفاق

بلیا آئے جس عہد پر ساؤ چور
دیوے عقل و لشکر سوں شاہی کوں زور

حق آگاہ و حق بیں ادکہ حق پسند
عقیدت منش شہ سوں اخلاص مند

اچھے نیک نفسی جم اس جیو سوں مل
نظر میں امانت دیانت میں دل

سکت جس دکھے دل کو آرام بخش
سخن نامراداں کوں نت کام بخش

سپہر سخا مہر فیض و کرم
دسے بحر دل موج تس کف ہے جم

جم اس ابر بخشش کو با زندگی
دیوے علم کے باغ کوں زندگی

فضیلت سے تن کا ہے جیو جس کی ذات
ہر یک علم کوں ذہن تس کا حیات

طبیعت تے جس بات میں رس بھرے
من امرت شیریں سخن سوں کرے

کھڑگ جس کے ہت جس کا فرمان ہے
ترنگ پاس تس ملک میدان ہے

کتیا رہ پہ جس صدق سوں دل کے دھانوں
کر یا اپنا ناموس رکھ شہ کا ناؤں

اسی صف میں تھا آصفِ نامدار
دکھن کا سپہدار عالی وقار

حکومت وزیرِ شہ کامراں
مسمی محمد و اخلاص خاں

کہ خوشبو ہے ریحان اخلاص کا
خلاصہ ہے اس گلشن خاص کا

جتے رازداراں ہیں ات محتقر
مقرب شہنشہ کا ہور معتبر

جواں مرد خوش خلق و نیکو نہاد
بلند بخت اقبال والا نژاد

دکھن میں زرگی کون تس گھر ہے ٹھانوں
چلنت میں ہے تس جگ میں تعز کہا نوں

دھرے دل میں جس ملکتے دولت مندی
کرے فخر تس ہت تے ترکش بندی

دیوے بحر دل جس کا بادل کوں آب
لیوے تس جلالت تے بجلی نے تاب

دھر نہار جم قرب شمشیر کا
نہ سر پنجہ ہوتے تس کے سم شیر کا

دھرے فوج شیراں کی یو شیر مرد
کیا جس پہ دہم تس کیا مار کرد

کھڑگ رن میں کھینچے تو جب یو شجاع
سورج پنیہ نمتے چلے لک شعاع

بڑے نام و ناموس و او شان سوں
فدا کام پر شہ کے نت جان سوں

انتھا خان شہ زہ خدا جس مدد
علی کا خلف مصطفیٰ جس کا جد

پھتر آب ہو جائے جس پاک تے
چھپے سنگ میں آگ جس دھاک تے

لکھیا ہے فلک جس کے پنجے میں جس
کھڑک دیکہ جس فتح پاڑے اُمس

نکو طبع و خوش خلق و ہمت بلند
قوی بل سوں بازو کے قبال مند

جکوں ملک دربستہ تھا سیلے کلید
اسی فتح کوں رہنما یو مشید

سٹنہار او کھیل ایس جیو یہ ہور ڑ
مخالف کے دل کا طلسمات توڑ

جب آتا ہے شہ زہ سوں او دھان میں
ایرا یت لنوے اتد کی ٹھان میں

کوانے جو تھے گج بہتی اہل نغز
سٹیا پنجہ سٹ کا ناتی سرتے مغز

نظر شہ کی جاں وہاں ملک تس گذر
رکھے واں قدم جاں چلے نا نظر

اگن کا جہ جگرا ہے تس فوج جاں
زباں آگ تس تیغ آتش فشاں

پڑے یو اگن جس کے دل پر بھڑک
گھر اس کا جلے دل تے بھڑکا بھڑک

بجوا ہے خاصے سوں یکدست فوج — مگر ہے یو شیر کی گنج مست فوج

فدا حکم پر شہ کی یو مہابلی — علی کا نواز یا مدد جم علی

اتھا یو ت بہلول خاں کا عظیم — او عبدالکریم بن عبدالرحیم

بڑا نامور ہور بڑا فوج دار — خرچنے کوں جیو تعداد کہ ہات ادھار

سدا سر پہ ہو شہ کا سایہ بلند — دھرتہار منصب کا پایہ بلند

بجھنہار دولت کے رنگ رس کا مغز — ادک کار دانی میں ہشیار مغز

عمل ہات کا جس کے نیت راستی — نہ رہی تس قلم تے کم و کاستی

دستہار دریا نمن فوج تس — کیا مار کر ونٹ لگیا موج جس

بزرگی جم اس کی دندی پر دسے — گھڑا رہے پہ سوندل کوں ڈونگر دسے

برسنے تے جس دل دندی کھوتے صبر — فرنگیاں بجلیاں میں تیراں کا ابر

بڑے کامگاراں خوانین خاں — سعادت نشان ہور شجاعت نشان

رکھن شاہ کی دستگیری کا ناؤں — لڑنہار گاڑا ادک گاڑ پاؤں

جھوجاراں جو نامی اچھے بے نظیر — اٹھے ایک تب دکھن کے وزیر

یک یک فاضل و ہر افضل اپنک — کمر نہار ہیت دکھا فتح جنگ

یکٹ بھان ہارے ترنگ صف میں پیل — جماعت جماعت اٹل خاص خیل

یکو جی جو شہ جی کا فرزند تھا — وزیراں میں نامی خردمند تھا

سمج دار ادک راج کاراں منے — مہابل ہے دولت کے بھاراں منے

دیکھت فوج میں جس کے بھالیاں کا بھار — مغل ہوئے ایس دل میں نت خار خار

ڈورے کھانٹ کے گھوڑ چھوڑے کتے — اٹل جا دواں دھاک توڑے کتے

کھڑا اڑے کتے باندرے بھونسلے — اندل کا ڈوحلک تھا پے دکھن داکلے

شہنشہ دکھن کے جھنجھاراں کوں دیکھ — بھروسے کے اس کامگاراں کوں دیکھ

کہے خوش ہو یوں عماد گردوں جناب — کہ لے رخت شاہی کے حکم لناب

رہنا گھر دکھن کا تمہارے تے تھا نپ — کہ میں سلطنت کے تمیں آج گھانپ

ہوا ہے مغل آج بد عہد کُل — اچانے یہ ہیں یہاں تلک آ کہ غُل
اگر پیش روا اہل تلبیس ہے — اسے رہنما اہل ابلیس ہے
دیکھایا یو بد عہد کوں او کنشت — ہتیلی میں اپنی طمع کی بہشت
دیکھایا دریا کوں کر ایک سراب — رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب
انگیٹی کوں سمجھا دیا لالہ زار — اناراں کے داتے دسے تس انگار
کیا سو مہم یا ہمن تے مدد — ہوا پھر ہمن سوں بد اندیش بد
اگر متفق بد سوں بد جنس ہے — ہمارا مدد خالق انس ہے
اسے گرچہ مل بت پرستی اچھے — ہمن قرب ربی کی مستی اچھے
پناہ اس کے گردے کفار کا — ہمن سے ہے مدد حضرت آثار کا
جو تھوڑے ہمیں لے تو او کیا گماں — ولے تنیر شمشیر ہے درمیاں
سکندر ہوں میرا ہوا سد ہے آج — نہ سمجھیں او یا جوج جہاں آئے یاج
اچھے خار و خس کے اگر یک ڈھگار — او سب جانے بس تھنا یک انگار
تمیں خیر خواہاں جو شاہی کے ہیں — جو منظور ظل الٰہی کے ہیں
لے نیں ہے لگ او انگے انکے جاد — سدا انکی تعظیم کرتے بلاو
کھلاؤ یکیس سر کا یکے سر کوں مغز — پلاؤ یکیس یک کوں خوناب نغز
یکیس یک کے گل ہاؤ انتڑیاں کے ہار — سلو گیند یکیس سر کی یک تلہار
کھلاؤ کچل خوب مہرباں کوں پان — چھڑک لہو سرنگ کر سلوٹے گمان
پچھا پچلاں زنگ کے نت یک تلہار — کرو نت دسن پھیان گوہر نثار
جو آویں یہاں لگ تو میں خوب لاٹ — جہنم کوں بھیجوں فنا کیچ یاٹ
رلبسر گے ہیں بڑا کا بلے دیکھ دود — اجل لے سنگات اپنے آتے ہیں کود
لیا خون اپنا ایس سر بسا — ایں ہو جو مطبخ میں آوے سسا
لکھو آج مردی سوں مرد نام — تمن تانوں سوے ہور ہمارا سو کام
سنے جب وزیراں نے یو شہ سوں بات — ہے ہم پھکے سب شجاعت سنگات

مشرف ہو شہ کی زمیں بوس سوں ۔ بڈھانے الیس نام و ناموس کوں

اُٹل تیر شہزادے اسی آن میں ۔ یکس یک تے آ جلد او دھان میں

کہے سب کہ تجہ شہ کے ہم ہیں فراز ۔ تیرے دولتوں سے تے ہم بے نیاز

زمانے میں شاہ یگانہ تہیں ۔ حقیقت میں شاہ زمانہ تہیں

کوئی بندگی تے تجہ آزاد ہے ۔ ہر احسان کا منّدہ دلشاد ہے

غریباں نوازی میں تجہ بندگی ۔ تیری بندگی مایۂ زندگی

تیرا گھر ہمن جم ہے دار القرار ۔ تیرا سایہ طوبی تے خوش باردار

تیریاں نعمتاں کھا سکے ہم تمیز ۔ نمک اوہی وقت کرتا ہے چیز

مغل اصل نامرد ہیں حیلہ گر ۔ شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور

مغل کا ہے ہتیار تیر و تفنگ ۔ ہمن قبضہ جمدھر و گرز افرنگ

لڑیں جب مغل لے عرابے کا اوٹ ۔ ہمیں یکس دل میں کریں لوٹ پوٹ

کہاں رہی یہ اوسان او چھوڑتے ۔ ہمیں کو نہ ہتیار سوں چھوڑتے

مغل آکے ادل جولت کھاتے ہیں ۔ دکھن کی لڑائی تے پچھاتے ہیں

یک یک موت کے وقت فرزند کوں ۔ کہیں یاد رکھو یوں اس پند کوں

دکھن پر مہم ہوئی نوشتہ اور نگار ۔ کہ زنہار نیں پھر او آنے کے بچار

لو آنے سوا کشر ہیں او بوت عاق ۔ کرینج ہیں ماواں لیاں یہ طلاق

شہا آج امرت ہے تیرا کرم ۔ جس امرت تے جینا ہے دو جگ میں جم

جتے یہاں تیرے کام پر ہوتے چیز ۔ جنم جگ ادھر پائے جیونا عزیز

بچن سخت ہمت کی جب فرد فرد ۔ کیا اختیاری سوں ہر شیر مرد

وہیں نامور خاں شہزادہ اینگ ۔ کیا عرض تسلیم کر بے درنگ

کہ ہے شکر تجہ سادلا دو جواں ۔ ہوا کیں نہ شاہاں میں صاحب قراں

لیجا یا تہیں سابقاں پر سبق ۔ لڑانا و لڑنا ہے تیرا جہ حق

دلیراں کوں تجہ چال کے پند ہے ۔ تیری تیغ پر آج سوگند ہے

شجاعت تیری دیکتیں بے خلاف — سٹے سب سپاہی تہور کی لاف

سر آج شاہاں پہ شاہی تجے — دلیراں کہے شہ سپاہی تجے

سبھوں نے توں صف جنگ میں پیٹھ دیت — ہوا تیغ انگے تیرے گج مست بیت

جو جوہر صلابت بداندیش کام — پھرا شہر تے گرد کوٹ لشکر تمام

کیا تھا شر انگیز ہو کر کہ لاگ — سلگتا گھرے گھر تے فتنے کی آگ

بجانے کھڑگ آب سوں او اننگ — لڑیا صف بہ صف جب توں گودال بنگ

مہابت سوں تیری صلابت تے اٹ — گیا نھاٹ یوں جو ہوا سینہ پھٹ

جو تھی ملک ملنار کی جگ میں ہاک — نہ تھا بیس جس میں سکندر کوں لاک

چکلنے میں جس ملک کا جا کہ حد — لگیں کئی ہزاراں طلسمات و سد

توں توڑیا سو ویسے طلسمات توڑ — لیا تخت راجے کے ہت تے مروڑ

نہ ٹھاری جہاں عقل واں تجہ مقام — چلے نا نظر جاں کرے واں توں کام

سکندر بی نا رگ سکے تجہ رکاب — تو بعضے سلاطین کا کیا حساب

تجہ ایسے کے ہت کاہوں میں سرفراز — اسے کام کارن رکھیا ہے نواز

کہ لڑتا ہوں میں یوں مغل سوں ملک — لڑے نا د کوئی نیں لڑیا آج لک

چل آتی ہیں بے فکر ہو چیل بیل — انگے ہو رہیں بند کلنگاں کے جیل

جو بھری کی سرکوب منزل دھوں — نگو لیاں ہمن سب کوں گولا کروں

کھد یڑوں تو دنبال کر ملک بدا — بھگیں خشک لب تا لب نر بدا

کیوں آتی ہیں یاں لک کے سکل کر بند — رکھوں کوند دھر تھیا تجہ ٹھیں کر کہ بند

چلیں تو طیا تجیا اس سوں برانول چال — کروں نت بجی والی کو کرلی کا حال

کھیلتا ہوں سانپ سا سیس دم — کہ تا پیچھ کھاتے رہیں ہو کہ گم

کہیے ہور بنگا کروں یوں تلف — نظر نا پڑے دانہ پانی علف

رد یکھیچہ تک بیجا پور جھانک — پیا دے پھریں لیکہ تٹواں کوں ہانک

ہماری سپہ بی کی تو کیا بڑائی — جو آ جھکتیں ہمیں شہ لک آدے لڑائی

سپاہی پہ اچھنا علی کی مدد — اگر لک مغل آئیں تو کیا ہے حد
عجب بول میں ہے یو شرزے کے گن — کرے کام کہتا سو اس تے دو گن
شہنشاہ کر بات سب کی پسند — سبھوں کوں کر یک ٹھار ہور دیکہ بند
کیے حکم یو سب پہ عالم پناہ — کہ لشکر پہ بارے کردوں ٹک نگاہ
چلانے کوں جیسے مخالف کوں ٹھوک — وزیراں میں ہور خاص کب ہے لوک
کیا حکم جوں شاہ عالم نواز — چلیا لوک مجرے کوں گردن فراز
سپاہی دکھن کے بڑی داب کے — تیراؤ ہیں شمشیر کی آب کے
بنی ہاشمی مصطفےٰ کے خلف — شریفاں و سادات صاحب شرف
حسینی و حسنی و علوی کتے — مدینی و مکی و رضوی کتے
انجو آتشی قادری سرمدی — بخاری و بحری کتے مشہدی
عرب شیخ و انصار فرخندہ کیش — صدیقی و فاروقی و نوری قریش
جنیدی و جیلم و انبی امور — و برکھاری خلجی ادٹ ہمنت تور
جھنڈی وال و انگھان دو بڑیاں متی — کھنٹال و کچلی سٹی سوختی
ہر یک جنگ میں فتح پانے لوی — زبردست مشرزیاں کی صف مہدوی
بہادر سرا ڈور گجرات کے — و سیں شمشیر سو ندل میں خوش دھاٹے کے
جیوں یور کی ہور کتے یا ٹلی وال — جیو لنگراں نیں جنگ بن کچھ خیال
دکھن کے جھوجار ال میں اتے کینہ اتش — مغل کے جو ہیں کال اہل حبش
اماری و نوری ادکہ نام جو — کراکی و دامودہ کوں کا اکو
اتاری و نکری جگ آفات کی — جو ناسارقی کالہ کا قات کی
دلاور جتے مولوان نا نون کے — زبردست و ثابت ادکہ پاؤں کے
دھر ہیں جیو تے ناموس پر بہوت پیار — دیو ہیں رج سو دے میں جیو نقد دھار
کہیں سب پڑیا ہے ہمن شہ پہ کام — کہ جیو خرچ کر آج رکھتا ہے نام
پٹھاناں جو دہلی کے ہیں نام دار — مغل کے او لہو کے ہیں پیاسے اپار

روہیلے ہیں ترکش بنداں روہ کے ‎ ‎ لڑے سخت رہواسیاں کوہ کے
بٹنی و لوڈی و سرانی بنی ‎ ‎ لہانی و سورانی وسٹربنی
میانی و مکی و جھوانیاں ‎ ‎ بلوچ استرانی و سرجانیاں
غزنی و غلزائی واغواں کتے ‎ ‎ غزہ خیل و غرغشتی افغاں کتے
ترین و دلیزاک و سرخ و کیتو ‎ ‎ تراہی جمند خویشگی ناجو
لداخیل و یوسف زئی و ناغڑاں ‎ ‎ اوڈنی و کنڈرانی و کھوکیاں
خلج سوروینی و کاکڑ کتے ‎ ‎ نیازی و یابی و بابر کتے
ستی ناصر و تانک و سروانیاں ‎ ‎ مہندی غوری شروانی جلوانیاں
مہراٹے کتے ذات و کئی دصات کے ‎ ‎ لڑے پاؤں لے کے لینے ہات کے
سنیتا کی دجگ تھاپ جادو نیوار ‎ ‎ اندل کار و نلوار و نیپال کار
مہیٹلے کھارے و کھنڈا کلی ‎ ‎ بسند ہی پاندری نم کلی بھونسلی
بکٹ کھانٹکے گھوڑ پھوڑے اموڑ ‎ ‎ پوارانٹے و نکانٹے دوردوی پھوڑ
نیتولے ورن ھفورے بہوڑس سنگار ‎ ‎ پھنوسے و چوہان و بچاندولی کار
کتے لومتے بان پاتے کتے ‎ ‎ لوکاٹے وچاٹے و ساٹے کتے
کھتارے کتے ہور کتے ہنبراں ‎ ‎ نہدی برگی دگولی وو ہنگراں
دسے تا او جلدی کے وقت اپنے آپ ‎ ‎ برادر ہے ساواں کے چوراں کے باپ
ہریک مادواں انکی گویا پری ‎ ‎ دکھاوے چندر کوں ایس دلبری
کریں پھر جو کاویاں کی خوبی عیاں ‎ ‎ پڑے بیچ ہیں دیکھ آپ لواں
کریں دوڑ میں آکر بارے سوں پات ‎ ‎ منڈا سا لے اس کا اڑیں پات پات
چھلیں بن سوں جاں انکے تل گرگڑیں ‎ ‎ پچھیں شعلہ باری کی بجلیاں پڑیں
ہریک نیزہ بازی میں راقت لڑا ‎ ‎ کھلے گا چندر بہت تے کاڑے کڑا
جو دھن بوج کے ناز [illegible] نیٹ ‎ ‎ تو نیزیاں کی انگلی سوں کھولیں گھونگٹ
بھلے برق انداز رومی تمام ‎ ‎ تفنگ سوں کرنہار بادل کے کام

جھو جاراں کتے بھانت ہتیار کے / حضور آئے سب مرد اوجار کے
سلح میں ہر یک تن مکمل دسے / یکس یک تے جلوے میں بادل دسے
بڑے دھاؤں دکھنیاں کے کوتہ ہتیار / ہتیاں کوں پھراتے یہ بانکاں سوار
پٹھاناں کے سوندل پہ کرڑی کمان / مھراٹیاں کے ٹھیکرے پہ اول اٹھان
دیکھت سب کوں شہ کی نظر خوش بھری / سپاہاں کے طالع کی ہوئی برتری
کہے شہ دکھن کے ہیں پادشاہ / تمیں بھان کی میراث داراں سپاہ
سپہ ہیں تمن جگ میں مشہور ہے / ولے ٹیک کی بی خبر دور ہے
دیکھا نا سپہ یہاں کانت بھانچہ روپ / کہ نا خوب دیسے سورج باج دھوپ
مغل نا سپاہی سپاہی سوں کام / نہ لیویں سپاہی کا خوبیں سلام
دکھیں نت سکے باپ سوں او دماغ / دماغ ان کا ہوے اہل عزت کوں داغ
سمجھتا ہے جو مرد سپاہی کی قدر / سپاہی جو سمجھے سپاہی کی قدر
جکوئی جیو جو بیچیا ہے عزت کے کاج / منگے کیا ہمن پاس کرنے مان باج
سپاہی کے ہم ٹیک کوں مان دیں / سپاہی کوں صف میں اول پان دیں
سپاہی تے ہے پادشاہی کو زور / دسے صف کی خوبی سپاہی تھے ہور
نہ یک دل سپہ تس بزرگی ہے جھوٹ / بڑا او ہی نیں جس کے لشکر میں پھوٹ
خزینہ سپاہی ہوئے میرے پاس / گہر دان ہوں ایں یعنے مردم شناس
کیا ہوں ہر یک تن کوں جن جن کے پیار / رکھیا سوں تمن کام میرا اعتبار
چلی آج لگ ہو یکس یکتے سات / تماری زباں ہور ہمارا سو بات
ایس بول رکھنے جیسے لاج ہے / او سب کام کرنے کا وقت آج ہے
ہمن گھر پہ گر جب آ مغل سا غنیم / چلیا ہے بد اندیش ہو کر عظیم
اچھی جس ہو میراث حب الوطن / اتے جیو دے گھر کوں رکھنا جتن
مجے نسام پر جن دسیا بے نظیر / کیا پل میں میں اس سپہ کوں وزیر
جنے کام پر خرچ ایس جیو کیا / کرب ہے بی میں اس کوں دولت دیا

دلیراں یو سب سن لچ اپنی مروڑ ... لگے بولنے جیو کی پرواکوں چھوڑ
ہمیں سات پیڑی کی ہیں یاں قدیم ... سنے ہیں کہ ہو گئے ہیں شاہاں عظیم
ولے کئیں پڑیا نیں فلک کی نظر ... کہ کوئی شہ ترے سان صاحب نظر
تجہ ایسا تو شاہاں میں صاحب جمال ... نہ دوسرے بی عالم میں ہوئے تجہ مثال
تیرے خلق کوں خلق تسخیر ہے ... بچن کی کرامت سوں توں پیر ہے
ہمن جیو تجہ خلق کے ہات میں ... کئے ہیں فدا ہنکوں تجہ بات میں
اچھا اسم شاہاں کوں گر شہریار ... تھہایا او تجہ ناؤں لے نامدار
کیا پیار سوں شہریاری تہیں ... ردسیا حلم کی جگ میں بھاری تہیں
سپاہی پنے کا تہیں قدر جان ... بڈھایا ہے جگ میں سپاہی کا مان
تجہ انگے سپاہی کوں نیں جیو عزیز ... جیا تو بڑا ہوئے مرا تو بے چیز
سلامت توں اچہ کیا تیماں کو تم ... کہ جم جم کرے پرورش تجہ کرم
ہمن سات پیڑی تے کھا تجہ نمک ... بدی سود ہریں قرب ایس دل میں لک
صلابت ہماری ہے رستم کی دھات ... ہمن یک انگے کیا ہیں دس لیو دات
ہمن تیغ سوں کیوں کریں دوستی ... کہ رجپوت افیونی مغل پوستی
تہیا آج اگر ہند دکنیاں کی پہال ... گنوراں لے آتے ہیں ہو گلہ بال
تیری فوج کی توہین غازی ہمیں ... کریں عید گر تیغ بازی ہمیں
دیکھیں لک گنواراں او دکنیاں کو یار ... کریں ذبح لاکھاں کوں ہر دم پچھاڑ
کہ اس گلہ بانی تے دہنگر اٹھے ... سنے تو دہنی تس [illegible] اوتا پچھٹے
دلیراں کے دل شاہ یوں آزما ... بچن کا خلاصہ ہر ایک تن میں پایا
نظر میں یک یک تن کوں کیا دیکھ مان ... ایس ہات سوں سب کوں دے دے کر پان
بڑی سرفرازی کا دکھلا امید ... سکھا کر دیئے جیو خرچنے کے بھید
وہیں شہ وزیراں کو کر سرفراز ... فرنگاں سوں مل خلعتاں دے نواز
کہے لے آیس فوج ہر صوبہ دار ... ارسطوئے دوراں یہ دے اختیار

یکس یک کے جب سوں بہادر تمام / کرو متفق ہو کہ صاحب کا کام
جتے بات سوں دے کہ ہر تن کو جو نپ / روانہ کیے توکل یہ سونپ
دیئے جب رضا سب کوں شہ مہبلی / اٹھے سو چہ بولے مدد یا علیؑ
ارسطو کے دوراں تو ہے حق پسند / کہ خلق خدا سوں ہے اخلاص مند
اول خوش خلاصی سوں دل سبکے ہات / کھیا ہو ہمیں آج یکس یک کے سات
آپس میں سنبھال آج خوب اتفاق / غنیماں کو جیو نے تے دینا فراق
لئے نوگزی سات فیروزہ انگ / دمامہ لئے فتح کا طاس سنگ
لکالک لئے بان کارس و بان / لئے کوہ دارو کی گولیاں کی کھان
لئے جتی سلاحاں دھرن ہار آڑ / ہتھیاراں لئے خوب یکھری سو باڑ
بہوت پادشاہی خزانہ لئے / نکل دیں مخالف طرف رنج کئے
تلک خان شہزادے نے قابو بچھان / مغل یک کیا باد ہو یک اچھان
جھڑپ نیں دیا لک پو باڑا ببڑا / ہل دل علی کا چلیا کڑ کڑا
چلے رج سوں دکھنی دلاور جواں / وزیراں چلے نامور بیکراں
یک یک عمدہ یک ملک کا صوبہ دار / وزیراں ہر یک پاس کے کامگار
دھریں من میں دکھلا کہ یوں جیب تول / بڈھانا ہے آج اس غنیماں پہ بول
بڑا دل مغل کا نہ اسیر پایا جیہ لگ / دہیں خان شہزادہ پچھاڑیا تلک
کہ دکھنی وزیراں جیہ ہیں تول میں / لوہا مارتا ہوں اتن جول میں
دیکھوں آزما بازی قیمت تیر کوں / نکالوں ترنگ کوں بی ٹک پھیر کوں
ترنگ کام پر تیز کا دھرتا ہے کیوں / دندی پر کھڑگ کاٹ کرتا ہے کیوں
بھلے بھائی سب مل لڑے نہار ہیں / لوہا سر کشاں پر کرنہار ہیں
پچھانے یہ سب کوں مغل بدنہاد / مرا نانوں اول رکھے سب میں یاد
کہ قابو پہ ہو اس تردد میں تھا / یک اوچار کرنے کی خوش بد میں تھا
خدا ہو شہ تس پاک نیت پہ شاد / کرم کر کے یوں منکے دیتا مراد
کہ جس جس حق نانوں دینے پہ آسکے / تردد بی دیکھ تس دل میں لیائے

فرہنگ

فرہنگ

آ

- آپناسٹ — اپنائیت
- آپختگی — ہوگی
- آڈ — عداوت، دشمنی
- آداب — سلام
- آدمیں — آدمی
- آدھار — سہارا
- آسودا — آسودہ، مطمئن
- آشتی — شانتی
- آفتابہ — ایک قسم کا ٹونٹی دار لوٹا
- آگل — اگلے، آگے
- آگون — اگنی، آگ
- آنب — آم
- آنگ — جسم
- آنگے — آگے، سامنے
- آیاں — آئیں
- آئینہ — آئینہ

الف

- اُ — وہ
- اُبھرنا — باقی رہنا
- اَبولا — خاموش، گونگا
- اَپار — بے حد، بے انتہا
- اپاریں — نکالیں
- اَپارنا — نکالنا
- اُپاسا — فاقہ۔ روزہ
- اُپر — اوپر
- اُپرپ — اعلیٰ، خوب تر
- اَپروپ — نادر
- اَپّس — اپنا، اپنے، اپنی
- اَپّسیں — اپنے آپ، اپنے آپکو
- اُپکار — احسان
- اَپن — ہم، اپنا، اپنی
- اَپناچ — اپنا ہی
- اپنک — اپنا، خودکا، خود
- اپنگ — اپنا

اپیں — آپ ہی، خود ہی
اَت — بہت، زیادہ
اِت — اِس
اِتّا — اتنا، اب
اُتار — صدقہ
اُتال — اب، اسی وقت
اُتاول — بے چین، بے قرار، حد سے گزرنا
اُتر — جواب
اُتم — اعلیٰ
اُتم سود — زیادہ سمجھ، سمجھدار
اتھی — تھی
اُٹ — اُٹھ
اُٹھکے — اٹھ کے
اُجال — اُجالا
اَجِت — سورج
اُجلے — سفید
اَجھوں — ابھی
اُچار — راز، تعریف
اُچانا — اٹھانا
اُچانے — اٹھانے
اَچپل — چاق و بند، خوش مزاج

اَچکل — خوش نصیب
اَچوک — بلاشبہ
اَچھریا — حوریں، پریاں
اَچھنا — ہونا
اَچھو — رہو
اَچھیں — رہتے
اَچھے — رہے، رہو
اخلاص خاں — بیجاپور کا وزیر و سپہ سالار
اَدِک — ادھک، زیادہ
آدو — سورج
آدھار — سہارا، وسیلہ
اَدِھر — لب
آدھیرات — آدھی رات
آدیک — ادھک، زیادہ
آدیکھے — دیکھے بغیر
اردگان — نجوم کی ایک جدول
ارگند — ایک قسم کا پھول
اڑڑانا — چلنا، پیچ کر رونا
اڑڑاے کر — رو دھو کر
اڑسری — مقابلہ، بسو کشتی
ازات — آزاد

لفظ	معنی
اُساس	آہ
اُساساں	آہیں
اَسپاس	آس پاس
اُستوار	سیدھا
اَسنگت	ہجر، جدائی، فراق
اَصلا	بالکل
اقرار	وعدہ
اَگن	آگ
اَگن	ایک خوش آواز چڑیا
اَگیٹھی	انگیٹھی
اُلنگ کر	پھاند کر، اُچک کر
اَلنگی	چاہنے والی
اُلولگ	اب تک
اُلیانی، الالی	جوش، جذبۂ ولولہ
اُمت	زیادہ
اَمرت بچن	میٹھے بول میٹھی بات
اَمرت گھڑی	نیک گھڑی
اُمس	جوش، امنگ، ہمّت، خواہش
اَمول	انمول، لاقیمت، بیش قیمت
آنّ	رزق
اُن پان	دانہ پانی، روزی، تواضع
انپڑنا	ملنا، پانا
اَنت	بھید، راز
اَنتر	فرق
انٹ	ہاتھ، راز، کمر
انجن	سرما
اَنجو	آنسو
اَنجواں	آنسوؤں کی جمع
انجھو	آنسو
آند	اندر راجہ
آند	آنند، آرام
اندرے	اندھیرے
اندکار	اندھیرا
اندھارا	اندھیرا
اندھیرے	اندھیرے
اَنگ	جسم
انگ	آگ
اُنگل	انگلی
اَنگے	آگے، سامنے، مقابل، مستقبل
آن مان	(انومان) اندیشہ، خیال
اُنن	انہوں نے، اُن

اَننگ	بے شرم
اَنُوپ	انوکھا
اَنیاؤ	ناانصافی
او	وہ
اُوبال	جوش، جذبہ، غصّہ
اُوتالا	بیقرار، اوچھا
اوٹ	آڑ، پردہ
اوٹھیا	اُٹھا
اوجال	اجالا، روشنی، اجالا کرنے والا، روشنی کرنے والا
اُوچا	اٹھا
اُوچار	غلبہ، حملہ
اودھان	دوڑتا ہوا، جوش سے
اَودگن	قبول کرنا
اوڑ	اُڑ، اوڑھنا
اوڑنا	لحاف
اوس	اُس
اوساسان	آہیں
اوگن	بدخصلت
اَوگھڑ	ناسمجھ، بے سلیقہ
اوں دوڑیں	قدیم زمانے میں

اَوَرلیح	اول ہی، پہلے ہی
اونٹ وال	اونٹ والا، شتربان
اونٹن	اونٹنا، کڑھنا
اینا	اب
ایناں	اب
ایراپت	ایراوت، راجہ اندر کا ہاتھی
ایزار	ازار، پاجامہ
ایکیچ	ایک ہی
ایلاڑ	اس طرف، کم تر
اِینوں	یہ
اِینوتے	ان سے
اِینونے	انھوں نے

ب

باٹ	راستہ، راہ
بارا	ہوا، آندھی، طوفان
بارندگی	بارش
باڑ	تیز دھار
باڑی	کھیتی
باڑی	کھیتی

لفظ	معنی
باڑی والا	کسان
باغی جناں	باغِ جناں
باشک	سانپوں کا بادشاہ
باتو	قاز
باقیچ	باقی ہی
باگ	شیر
بالشت	تکیہ
بالشاں	تکیے
باتیچے	خیال کرے، خیال کیے
بانہ	کپڑے، لباس، وردی
باول	دیوانہ
باؤ	ہوا، کام، زندگی
بایا	ڈالا
بپت	بپتا، مصیبت
بتر	بدتر
بتنگ آنا	بیزار ہونا
بتولا	پٹولا، ایک قسم کا سلک
بجالیا	بجالایا
بجد	بضد، اٹل، مستحکم
بجر	پتھر
بجے گا	بجھے گا
بچارن	سوچنا
بچاڑیا، بچاریا	سوچا۔ مشورہ کیا
بچن	بات
بچنا	بولنا، بات کرنا
بچھانا	بچھونا، بستر
بچھانت	پہچان
بچھاتے	بچھوتے فرش
بدانا	بھگا دینا، ہرا دینا
بدل	بدولت، بدلنا
بدونت	عقلمند
بدھ	عقل، عقلمند، ایک ستارہ
بدھاوا	مبارکبادی، بدھائی
بڈھاتے	بڑھاتے
بڈھاپا	بڑھاپا
بڈھن	بوڑھا
بڈھی	بوڑھی
براں	وقت، باری
برچھیک	بچھو
بردولا	دولائی
برقا	برقع
برکالیے	بڑے بڑے بلیاں بلاوڑ

بلادڑ
برہ — جدائی، ہجر
برھے — بڑھے
بڑائی — بڑھئی
بزار — بازار
بِس — زہر
بست — وستو، کپڑے، لباس، چیز
بستاں — وستو، لباس
بستی کرنا — قیام کرنا، رکنا، ٹھہرنا
بسرنا — بھولنا
بسلانا — بیٹھانا
بسلائے — بٹھلائے، بٹھائے
بسلایا — بٹھایا
بسواس گھات کا — وسواس گھات، دھوکہ
بسیاں — ملبی
بسکاین — حنظل، ایک کڑوا پھل
بکٹ — مشکل
بکسنا — منہ بسور کے رونا
بکھانا — بتنگڑ کرنا، پھیلا کر بیان کرنا، بیان کرنا
بل — طاقت

بلا دور — صدقہ
بلی — قوی، طاقتور
بلمیاری — بلہاری، صدقے
بناں — دولھا، محبوب، سجن
بند — بوند
بندہ — غلام
بندی خانہ — قید خانہ، زنداں
بنگام — ہنگام، ہنگامہ، وقت، موسم، دفعتاً
بنے بن — بن بن، جنگل جنگل
بنڈرنا — گھومنا
بنڈا، بنڈی — چٹان
بوجن ہار — جاننے والا، سمجھدار، عقلمند
بوری — بری
بولالیوں — بلالوں گی
بونبڑی — چیخ پکار
بومڑی — واویلا
بھا — ڈال، ڈالے
بھار — باہر، بوجھ، اعلیٰ
بھان — سورج، کمان
بھان ہارے — تیر انداز

بھانا	ڈالنا، انڈیلنا
بہانا	حیلہ، بہانہ
بھانت	طرح، قسم
بھانو	سورج
بھاؤ	انداز، ڈالو
بھایاں	بھائی کی جمع
بھایاں کرنا	نخرے کرنا
بھتا ہوا	بہتا ہوا
بھتر	اندر
بھتر	جوڑ، توڑ
بھترول	بھتر، اندر
بھجنگ	بل کھانا، سانپ
بھدرا	کینہ ور، بخیلی
بھرت	بھرواں، گھنا
بھری	بحری، شکاری پرندہ
بھڑت	بھیڑ
بھڑکا	شعلہ
بھڑنا	مقابل ہونا
بھسم ہونا	راکھ ہونا
بھگ	بھاگ، قسمت
بھگے ہات	ٹوٹے ہاتھ
بھنجن	توڑنے والا
بھنور بھوگنا	مصیبتیں اٹھانا
بھو	بہت
بھوت	بہت
بھوجن	کھانا
بھوجنگ	سانپ
بھوکا کر	پھونک کر
بھوگ	ہوس، خواہش
بھوگی	بوالہوس، عیش پسند
بھومان	بہت عزت والا
بھونڈے	بدوضع، خراب، برے
بھوئیں	زمین
بھید	جادو کا جنگل
بھیں	زمین
بھی پڑیاں	پامال، گرے پڑے
بیت	بیتنا۔ گزرنا
بیتھیا	بیٹھنا۔ بیٹھا
بے درنگ	بلا تاخیر، فوراً
بے ریب	بے شک
بنشین	بیٹھا
بے شک	مضطرب، پریشان

بیبے فام	غافل، بے عقل، بے سمجھ	پتال	پاتال
بھتو بیچ	بہت ہی	پیت ورت	پتی ورتا
بیگ	جلدی، جلد	پتھایا	بخشش کیا
بے گماں	بے شک	پتیانا	بھروسہ کرنا
بے گنت	ان گنت	پٹھا	بھیجا
بیگی	جلدی	پٹے	کپڑے
بیل	نسل	پچھیں	بعد میں
بی	بھی	پچھن	بعد
		پدم	کنول

پ

		پراپت ہونا	حاصل ہونا
		پران	جان
پا	پاؤں، قدم	پرا اوپکار	احسان کرنے والا
پاچ	کانچ، زمرد	پریت	محبّت
پاچھے	پیچھے	پرتھم	زمین
پار	پھر، باہر	پُردرد	غم گسار
پاڑنا	پھینکنا	پرس	پارس
پاڑو	شکار	پُروش	آدمی
پال	گھاس، مینڈھ، منڈیر	پرسن	پرسند خوشی
پانڈر	پیلا، زرد	پرشن	پرشن، سوال
پائیا	پالیا	پرتو	تقاز کے پر
پت	برابر	پُرک	پُرکھ، آدمی

پرکاج	کام نکالنے والا، کام بنانے والا، کارساز
پرگور	پرایا جسم، دوسرے کا جسم
پریم	پریم، عشق، محبت
پرمل	خوشی، خوشبو
پروپکار	احسان کرنے والا
پروار	پریوار، خاندان
پرورده	بامراد
پروٹس	غیر جنس
پسار کر	کھول کر، پھیلا کر، پچھاڑ کر
پسرنا	پھیلنا
پس میں	بعد میں
پشتانا	پچھتانا
پکاریا	پکارا
پن	مگر، لیکن
پن	ثواب، نیکی
پنا کر	پہنا کر
پنائے	پہنائی، وسعت
پنبہ	روئی
پنینت	پینتھ، راستہ، مارگ
پنگوڑا	لڑکا

پنکھی	پنچھی
پنگرا	بچہ
پنگڑیاں	بچے
پوت	بیٹا
پوچ	پوچھ
پور	پُر، بھرا ہوا
پورتی	حیثیت، پونجی
پوکارن	پکارنے
پوکارنا	پکارنا
پون	ہوا
پونچ	دُم
پون ساز	ہوا کی طرح
پھانجہ	پھندا، جال
پھاندا	پھندا
پھتر	پتھر
پھترا	پتھر
پھترن	پتھر
پھرا	پلٹ کر، واپس
پھر آوے	لوٹا وے، واپس کرے
پھنگڑیاں	پنکھڑیاں
پھکے	پھول گئے

پُھگ — پھول کر
پُھگڑا — منفعت
پُھلوں — پھولوں
پُھوگیا — خوشی سے پُھول گیا
پھولبارہ — چمن، باغ
پھیر — دوبارہ، پھر
پھیر کر — لوٹ کر، واپس ہو کر
پھیلے — پہلے
پینا (پےنا) — پہنا
پیچھو — دوسری مرتبہ
پیکھن (پےکھن) — دیکھنا
پینچہ — پیچ وتاب
پینی (پےنی) — پہنی

ت

تاریاں — تارہ کی جمع
تانی — کمسن، ننھی بچی
تٹو — ٹٹو، چھوٹا گھوڑا
تثلیث — نجومیوں کی اصطلاح قمر اور سعد کے درمیان کا حصہ
تَد — تب
تُرنت — تُرنت، جلدی، فوراً
ترختا — تڑپتا
ترکش بندی — تیر کمان
تُرن — سہارا
تِرن — تیرنا
تُرنت — جلدی
تُرمتیاں — ایک قسم کا شکاری پرندہ
تُرنگ — گھوڑا
ترخیا — پھٹ گیا
تِس — جس سے، جس کی
تِس جس — جس کسی کے سرکار
تقا — قوی
تکٹ — زریں اور روپہلے چھاپے کا موٹا کپڑا
تگ بگی — تلملی (تل ملی)
تِل — لمحہ، پل
تَل — نیچے
تَل — وادی
تَل اوپر — نیچے اوپر
تلملن — تلملانے، تڑپنے
تلیں (تلے) — نیچے، میں، اندر

تُم	تالاب کا پشتہ
تُمکن	(تم + کنے) تمہارے پاس
تُنک	باریک
تَو	تب، تواسیاں، غالیچے
تُوجے	تجھے
تُوج	تجھ
تھانب	تھام
تھانبا	ستون
تھانپ کھانا	تھرتھرانا
تھانو	(ٹھانو) جگہ
تھپانا	چھپن
تھٹنے	تھاشے
تھنڈا	ٹھنڈا، سرد
تھنڈا انبیر	شبنم
تھنڈگی	ٹھنڈک، سردی
تھنڈی	(امبیل) ایک قسم کی چیز جو چاول کے کنی اور پنیچ سے بنائی جاتی اور ٹھنڈک کے لئے گرما میں پی جاتی ہے۔
تُہیں	تو بھی

تے	سے، کے
تِری	استری، عورت
تیزی	گھوڑا
تیواسی	طواسی، ایک قسم کا کپڑا
تینچ، تیونچ	ویسے ہی، ویسا ہی، تیوں ہی

ٹ

ٹاک	(ٹک) ذرا
ٹکیاں	ٹکے سکے
ٹنگانا	لٹکانا
ٹھار	جگہ
ٹھان	جگہ، مقام
ٹھانک کرنا	ٹھکانا کرنا، رہنا
ٹھاؤں	جگہ، مقام
ٹِھکریاں	(ٹھیکریاں) مٹی کے برتن یا کھپریل کے ٹوٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ٹھکنا	(ٹھٹکنا) ششدر ہونا حیران ہونا
ٹھگلانا	دھوکے میں رکھنا
ٹھوپنے	ضرب، مار

ٹھیر	ٹھہرنا، رکنا
ٹیک	ٹیلا
ٹیلا	ٹیکا

ج

جاب	جواب
جالا	دام، جال
جامدار خانہ	توشک خانہ
جُان	جوان
جان ہار	جاننے والا
جِتا	جتنے
جتا تھا وتا	جتنا تھا اتنا
جتے	جتنا
جِتی	جتنے ہی
جَبرس	گھنٹہ
جَبرم	ہمیشہ
جَڑت	جواہر
جَڑت	جڑاوی
جَبس	طاقت، قوت
جُعد	جوڑا
جگ	زمانہ، دنیا
جگ آدھار	دنیا کا سہارا، دنیا کا پالنے والا
جگندے	جاگے ہوئے
جلگ	جب، جب تک
جم	ہمیشہ
جم خانہ	آبدار خانہ
جمنا	سجنا، آراستہ ہونا، سنورنا
جناور	جانور
جنس	قسم
جنک	باپ
جنگم	سادھو، سنیاسی
جنم	سدا
جنتے	جیسے، جن کے
جُودا	جُدا، علاحدہ
جُول	پیٹ
جُوں	جیسے
جُوئی	آب جُو، چشمہ
جھال	تپش، لو
جھانپنی	جھپکنا، چند ھیانا
جھڑے	سوتے
جھکا	جُبہ

جِھل	جلن، حسد، رشک
جھل	دو دُھلی محبّت
جِھلیا	جھیلا، برداشت کیا
جھنکر	جھگڑا
جھوجاراں	جنگجو، فوجی، سپاہی
جھوجھن کرنا	زور آزمائی کرنا
جھونٹ	جھوٹ
جیے	جو، اگر
جیبھ	زبان
جینڈو	کف، سانپ کے منہ سے نکلنے والا کف
جیو	دِل، جان، زندگی، حیات
جیوں	جیسے، مانند
جیونے تے	جینے سے، دل سے
جیونی	جانی، عزیز، چہیتا
جی	جس کسی کی

چ

چانپ	دباتا
چپ	بائیں
چُپ	بلاوجہ، بے سبب
چُپ	خاموش
چِت	دل، فکر
چت دھرنا	توجہ دینا
چتُر	ہوشیار
چتُر	نقش و نگار، تصویر
چترراج	شہنشاہ
چَرن	پاؤں
چڑ	زیادہ
چَڑ	چڑھ
چَڑ آیا	چڑھ آیا، سبقت لیا
چڑنا	چڑھنا
چُک	کچھ
چَک	آنکھ
چکاجوت	آنکھوں کا نور
چک چار ہونا	نظریں چار ہونا
چَکل	شوخ، چنچل
چُکل	بھینچنا
چَکلنا	وسعت دینا بھینچنا، آغوش میں لینا
چَلنت	عادت و اطوار
چمناں	چمن کی جمع
چنت	چنتا، فکر
چنتا	فکر

لفظ	معنی
چت	چاند
چندر	چاند
چندرچہ	چادر، چاندنی کا فرش
چندنا	چاندنی
چوب کر	چبھ کر
چوبے	چبھے
چوپھر	چاروں طرف
چوترا	چبوترہ
چوڑ	چھوڑ
چوکدھن	چاروں طرف
چونپ	اُمنگ
چوندھیر	چاروں طرف
چونے	چُننا، منتخب کرنا
چونیا	چیدہ چیدہ، چند، چنندہ
چھاچھا	چھاچ
چھب	جھلک، ادا، انداز
چھتردھار	راجا
چھتردھارے	تاج و تخت والے (مراد راجا)
چھجا	چھت، پالکی
چھجے	چھجا کی جمع
چھلے	چھالے
چھند	فریب، مکر
چھوٹک	نجات
چھوٹیا	نجات پایا، چھوٹ گیا۔
چیکڑ	کیچڑ
چیل پیل	چہل پہل

ح

لفظ	معنی
حب	محبت
حج	حجت۔ حیلہ، بہانہ
حد	سکت۔ مجال
حرص کو جلانا	نفس کو مارنا، لالچ سے بچنا
حمیلا	گجرے
حیفی کھانا	افسوس کرنا

خ

لفظ	معنی
خار	خوار
خرمی	خوشی، خوش خوش،
خلق	خلقت
خوار	ہیچ۔ بے حقیقت
خوب ہو	صحت پا کے
خوجے	خواجہ سرا
خوش بُد	خوش فہمی
خیل خانہ	خاندان کے لوگ

د

داب	رعب
داٹ	شدید، گنجان
دارو	دوا، شراب
داس	غلام، نوکر
دان کارن	داد و دہش
داونی	دوپٹہ
دائم ثمن	ہمیشہ کی طرح
دٹاوین	ڈانٹیں
ددا	دایہ
ددانی	نوکرانی، انّا، دایہ
دُدھا	ڈرا ہوا، جلا ہوا
دُرجک	زیور کا ڈبّہ
درس	درشن، نظارہ، جلوہ
درسنیاں	درشن کی جمع
درونا	دل، سینہ
دِستا	دکھائی دیتا، نظر آتا
دِسے	دیکھے
دِشا	نیک گھڑی
دِشیا	خوش نصیبی
دعوات	دعا کی جمع، وظیفے، اوراد
دُکھ	دکھ
دُکتے	دکھ سے
دُکھوں	دکھوں سے
دُگ	پریشانی، الجھن
دَل	جمعیت، گروہ
دِلِ ریش	زخمی دِل
دِل کی صفا	فرحت، صفائی قلب
دُنبال	پیچھے
دُنبیاں	بکریاں
دَند	دشمن
دَندی	دشمنی
دن، دیپ ہار	دن کو روشن کرنے والا
دَنگی	حیراں
دنماں	صبح سے شام تک
دنیاں	دنیا
دولنا	ڈولنا، بہنا
دھا	دوڑنا. لپک کر جانا
دھات	طرح
دھاکوں	دھمکیاں
دھانا	پڑنا
دھانس	ڈسنا،

لفظ	معنی
دھانوں	ڈھنگ
دھائیا	داخل ہوا
دھر	سمت، طرف، سے
دھرت	دھرتی، زمین
دھرتری	زمین
دھر دھیر	طرف
دھرنا	رکھنا، چھوڑنا، ترک کرنا
دھرنہار	ڈالنے والا، رکھنے والا
دھریا	رکھا
دھڑ	تن، جسم، ثابت، سالم
دہلارا	آندھی
دھن	دولت، عورت
دھندا	دُھند، اندھیرا گہرا
دھندہ	کاروبار سنسار
دھیر	طرف، سمت، میں، اندر
دھیرک	دھرج، دلاسا، تسلی
دھوونے	دھوتے
دھونی	دھواں
دوابخش	چارہ سحر
دوج	دوسرا
دوجا	دوسرا
دود	دودھ
دو دھرتی	دوطرف سے
دوس	بُرائی
دوکھا	دوڑا
دونی	مقابلہ
دوھا	مقابلہ، سامنا
دوئے	دونوں
دیٹھا	دیکھا
دیک	دیکھ
دیکہ	دے کے
دیکھت	دیکھ کر
دیلا	دِلاکر، دے کر
دین	دِن
دیوا	چراغ
دیوُنگا	دوں گا
دیہہ	دینا، دے

ط
ڈ

لفظ	معنی
ٹانڈے	ٹانکا
ڈہین باز	بازی ہارے
	بازی ہارنے والا
ڈوبا	ڈوبا ہوا، ڈبا
ڈومنی	زن

ڈونگر	چٹان، پہاڑ
ڈونگے	گہرے
ڈونگے	گہرے، مہرا
ڈھانک	ڈنگ
ڈھکار	ڈھیر
ڈھگار	ڈھیر
ڈھنڈ ڈھنڈ	ڈھونڈتے، ڈھونڈتے
ڈھنڈنے	تلاش کرنے، ڈھونڈنے
ڈھون بار	اٹھانے والا

ر

راتوا	رات
راج بھاری	بادشاہ
راج تھل	راج ترک کرنا
راجیاں	راج کی جمع
راس	سیدھا، صاف، انبار، راست سچ
راساں	انبار
راست راستہ	سیدھا، دائیں، دہنا
راسریاں	رسیاں
راک	رکھ
راک	راکھ
راکھی	کھڑاؤں
رام ہونا	غلام ہونا
ران کر	راندہ کر کے دھتکار کے
رانواس	محل، گھر
راوت	بہادر
راؤل	جوگی
راوال	طوطا
رائے	بادشاہ، دربار کا امیر
رَج	راج
رَچ	رچنا، بنانا
رُچ	جذبہ
رَچ رَچ	آہستہ آہستہ
رچیں	جمانا، سجانا، آراستہ کرنا
رخن	رُخ، طرف
رسیدے ہوئے	کامل ہوئے
رَک	رکھ
رکت	خون
رُکھ	درخت
رگت	رکت، خون
رُندنا	پامال کرنا
رَوا	جائز
رُوپ	چہرہ

لفظ	معنی
رُت	موسم
رُوکھ	درخت
رہواسیاں	رہنے والے
ریز ہونا	لٹانا
ریش	زخم
ریشا	ریشہ، بال
ری	رعیت
رَین	رات

ز

لفظ	معنی
زخم تازی کیا	زخم تازہ کیا
زنب	دم
زنگ ہونا	زور
زُوادو	ایک قسم کی خوشبو
زُورسادن	کشتی، ورزش
زُورسادھن	ورزش، کشتی
زیچ	زائچہ

س

لفظ	معنی
سَانت	ساتھ
سَاتو	ساتوں
سَاچ	سچ، سازوسامان
سَار	طرح، مانند
سَامن	سامنے
سَاند	دراز، دراز
سَاندرے سَاندرے	آہستہ آہستہ
سَاؤ	ساہو، دولت مند، قرض اور رہن کا کاروبار کرنے والا
سَرانا	مکمل کرنا، ختم کرنا، پورا کرنا
سَراگا	ختم کرے گا، مکمل کرے گا، پورا کرے گا۔
سَرانے	سرھانے
سبھ	سب
سبھا	دربار، مجلس، محفل،
سُبتیت	عُمدہ
سِپارش	سِفارش
سَپورن	مکمل، کامل
سَپن	سپنا، خواب
سُتا	کھنچ آتا، کھنچ گیا
سَتیچکار	وقعت، قیمت
ستمی	ظالم، ستم ڈھانے والا
سُتے	سُوتے ہوئے
سٹ چلے	چھوڑ گئے
سٹکا	موٹی لکڑی، عصا، ڈنڈا

لفظ	معنی
سٹنا	چھوڑنا، ڈالنا
سٹیا	ڈالا
سُجات	نیک بخت، سگھڑ، اچھی ذات والی
سَجن	قید خانہ، قفس
سچیں	بے شک، سچ مچ، واقعی
سچنچ	بہت زیادہ، شدید
سَد	دلوار
سُد	ہوش
سُدبُد	سدھ بدھ
سُرنگ	
سَرانا	ختم کرنا
سراون	سراہنا، تعریف کرنا
سُرب	سب، تمام، کل
سِرتے	پھر سے، دوبارہ، سرے سے
سُرج	سورج
سرخواص	صدر خواص، خواصوں کا افسر
سَرس	کامیاب، زیادہ
سرک	گانٹھ
سُرگ	سورگ، جنّت
سرکھنڈ	سر، پیشانی
سَمرن	سلام
سرنا	زیب دینا
سرنے	پھول
سُروپ	خوبصورت، خوبصورتی
سَرونگ	سراپا (مرہٹی)
سَریر	شریر، جسم
سَربراں	تخت
سَسا	خرگوش
سَعد	نیک، خوب
سُک	سکھ
سَکت	طاقت، مجال
سُکت دار	قادر، طاقت ور
سُگلی	تمام، سب
سُکھ کر	سوکھ کر
سُگل	تمام، سب
سُلی	سولی
سگھن	اچھے اخلاق والی
سَلول	سلونا، خوبصورت
سَم	برابر
سماچار	سماچار، خبریں
سَمُند	سمندر
سَمج	سمجھ
سُنا	سونا

سنبھال	سنبھال
سنچریا	آہٹ، آواز
سندیہہ	شک
سنک	سنکھ
سنگات	ساتھ
سنگی	شنکھ
سموکھیہ	روبرو، آمنے سامنے
سنور	طریقہ
سن ہار	سننے والے
سپنے	سونے میں، خواب میں
سمونے	سہنے
سننے لگ	سننے تک
سوباس	خوشبو
سود	زیادہ نفع
سود	سُد
سوزنگ	گلشن
سور	سورج
سورات	حرص
سوس	سوچ، فکر
سوس کرنا	محسوس کرنا
سوسرخاں	پرندے
سولکھن	اچھے صفات، نیک خو، شائستہ اخلاق
سوں	قسم
سونٹا	ڈنڈا
سوندل	جنگ
سوندی	جوڑ، دراڑ
سونے کر	سن کر
سہنا	زیب دینا
وسہند	ایک خار دار جھاڑی
سہے	زیب دے
سی	گا، گی، گے
سیا	کالا خرگوش (سیاہ)
سیر	سَر
سیس	سَر
سین	خواب
سینا	سینہ، چھاتی
سیندھنا	کنویں یا باؤلی سے پانی کھینچنا
سیوٹ	بے حد، بے انتہا (مرہٹی)
سیوک	غلام، نوکر
سیونا	سیوا کرنا، خدمت کرنا

ش

ششتا	گرمی

شتاب	شہاب
شب تیز	شب دیز، مشکی گھوڑا
بشتاب	جلدی
شرزہ	شیر کا بچہ
شرشور ہوا	شرابور ہوا
شدید	بھید

ص

صبا	صبح
صبوری	صبر
صدرے	سدِ راہ
صفا	صاف، پاکیزہ
صلابت	ثابت قدمی

ط

طائب	تائب
طبلک	آسمان
طپانچیاں	طمانچہ
طشت	بیسن، ہاتھ منہ دھونے کا برتن
طلخ	تلخ
طبنیاں	کھڑکی
طواسیاں	قالین، قالیچے
طور طور	متغیر
طومار	نقش

ع

عجائب لگنا	عجیب معلوم ہونا
عرابے	ارابا، توپ گاڑی
عرق	شبنم، پسینہ
عشراق	اشراق
علف	چارہ، غذا
عیسوی فن	معجزۂ عیسوی

غ

غدیر	گہری
غطے	غوطے
غلبلا	غلغلا، شور
غمخار	غمخوار، غم خوار

ف

فام	فہم
فرخ	مبارک
فرنگ	بندوق
فرنی	فیرنی

فن	مکر، عقلمندی، سمجھ بوجھ
فند	دھوکہ فریب

ق

قاعِد	قیدی
قاید	قید
قضااللہ	اچانک، اتفاقاً
قِفا	پیچھے
قل قال	قیل و قال
قماش	ایک قسم کا کپڑا، سازوسامان
قوت	غذا

ک

کَاج	کام
کَاخ	محل
کَارن	کے لئے
کَاڑھ	نکال
کَاڑیا	نکالا
کَاس	تانبے کا سکہ
کَال	کالے، کالا
کَالج	کلیجہ
کام کارن	کام کے لئے، تقریب کے لئے
کھانب	درخت کا تنہ
کاٹھ بازی	کاٹھ کی ہانڈی، لکڑی کی ہنڈی
کاں سے	طشتریاں
کاورڑی	بزدل
کُبل	مشکل، دشوار، شاید
کُپال	پیشانی، سر
کَپٹ	دغا
کِت	کہاں
کُتوال	کوتوال
کِتے	کتنے
کِتیاں	کتنے ہی
کَٹ	راز
کَٹن	کٹھن
کُجات	کم ذات
کِچ	کچھ
کچکول	کشکول
کچوانے ہیں	جھجکتے ہیں کراہت کرتے ہیں
گد	کب، کدورت
کدھاں	کبھی
کرا	کا
کُرب	
کرتار	کارساز، پروردگار

کرڑی کماں — سخت کمان
کرسی — کرے گا
کرکر — اس لئے، اس سبب سے
کرم سوں ٹہک کر — قسمت کے مارے
کرن — کرنے، کیا، کان، کرتا
کُرنش — کورنش، سلام
کرونٹ — کروٹ
کسوت — کپڑے، لباس
کسوتِ خاص — خلعت
کسوں دھیان — کس کا دھیان
ککڑی — مرغی
گللوت — تدبیر (برائی کی) آپ سوچنا
حرص، خواہش
کُلف — قفل
کلنگاں — قلنگ کی جمع ایک بحری پرندہ
کِن — کون، کیسا، کوئی
کَن — کان
کنا — کہنا
کنبلی — کمبل
کنپے — کلے نیچے
کنٹھ ماں — کنٹھ ماں، گلے کا ہار
کنٹھ — گردن، گلا

کنچن — سونا، زرد، پیلا
کندن — سونا
کنشٹ — ادنیٰ، سب سے چھوٹا، حقیر
کنک — سونا
کنور (کنور) — شہزادہ
کنی — کہتی ہوں
گو — کہو
گُو — کوئی
کواتے — کہلاتے
کواڑاں — دروازے کے پٹ
گوپ — غصہ
کوپیاں، چینی کیاں — چینی کی پیالیاں
کوتری — کتا
کوٹ — قلعہ
کوٹھری — کمرہ، حجرہ
کورس کیا — مار ڈالا
کوس — دو میل کا ایک کوس
کوک — کمر
گول — قول
کُول — مکار، لومڑی کی طرح چالاک
کولا — لومڑی

گونی	کونلی
گون	کون
گوں	کہوں
گونڈن	قید، حبس
کھاتپ	تنا
کھان	کان، معدن، خزانہ کھانا
کہاں	کان
کھاندا	کندھا
کہاوے	کہلائے
کھتر	کھٹا
کتھے	کھوتے
کچھواکے	گھبرا کے
کھدیڑنا	تڑپانا، پٹک پٹک کے مارنا
کھرانی	کھارا، کھاری
کھرگ	تلوار
کھڑگ	تلوار
کھن	معدن، کان، خزانہ
کہن	پرانا
کہن پرورد	بوڑھا غلام
کھتدا	کاندھا
کھنڈے	کھن، طبق
کھنڈیاں	کھنڈی بیس کی ایک کھنڈی کثرت، توجہ

کہن بار	کہنے والا
کھید پریا	بھگایا
کھیری	
کھیلٹی	مصیبت، تکلیف
کہیے	کہتا تھا
کھیا	کیا
کئی	کہے
کی	کیوں
کی	کہہ
کیت	کہہ
کیا	جسم
کیتا	کتنا
کرے	کبڑے کا
کیلی	مخور
کیڑا	کا
کیند	گیند
کہئں	کہیں

گ

گانٹھپرن	گانٹھ پڑنا
گانڈا	گنا، گنڈیریاں
گاہنارے	(گان ہارے)

گانہارے — گانے والے
گاؤدی — نادان، کم عقل، بے وقوف
گج — ہاتھی
گج متی — بڑا موتی
گج مست — مست ہاتھی
گرجن — بازگشت، گونج
گرد — اطراف
گڑھ — قلعہ
گلے داٹ — گلے تک
گلے — پگھلے
گل کار — میستری، راج
گل چاند — گلِ چاندنی
گل — گلا
گمت — کھیل تماشہ
گمت گاہ — بازی گاہ
گمتے — گزرتے
گمنا — گزارنا
گن بھریاں — پُرفن، سلیقہ شعار عورتیں
سگھڑ عورتیں
گنبھیر — غور، شدید
گند — بدبو
گندانویں — گوندھے ہوئے

گن ندھاں — عالم، فاضل
گنے — عقلمند
گوڑ
گون کرنا — جانا
گہر سنج — سخن سنج
گھنے — زیور (گہنے)
گہنے — زیور
گھابرا — گھبرایا ہوا، پریشان
گھات — داؤ، وار، نشانہ
گھانا — ڈالتا
گھال لینا — چھری بھونک لینا
گھانٹ — گھنٹی
گھانٹی — گھنٹی
گھاؤ — زخم
گھٹ — کم، کمی
گھوٹ پکڑنا — مضبوط پکڑنا
گھر بیچ — گھر میں
گھر داس — خانہ زاد
گھرے گھر — گھر گھر
گھڑات — گھڑیاں
گھنسٹ دل — مضبوط دل
گھنیری — بہت، کثرت سے، زیادہ

گھوڑ — کیچڑے کی کنڈی گھوڑا

گھوڑپھوڑ — سوسمار (ایک جانور)

گیان — خیال

ل

لانپ جھانپ — آنکھ مچولی، میں ملاپ، اختلاط

لاٹ کرنا — لوٹنا (چھین)، زیر کرنا

لاڈوں — لاڈ پیار سے

لاف بد — غیبت

لاگ — (لگ) تک

لانچھ — لالچ

لبد — (لابد) بے شک لازمی

لبدانا — مائل کرنا

لت — لات

لٹیا — لوٹا، واپس آیا

لک — لاکھ

لک لکاتی — چمکتی، دمکتی

لکھن — لچھن، عادات اطوار

لکھن — لاکھوں

لگا لگ — صف بستہ، ایک کے بعد ایک

لوح — تکلیف

لوح — تختی

لوک — جگ

لونچے — نوچے

لئی — بہت

لیتا ہے نیر — غسل صحت کرتا ہے۔

لیجا — لے جا

لجاون — لے جانا

لجاویں — لے جائیں گے

لجائی — لے گئی

لیکھ — لے کر

لیہہ — لے لیتا ہے

م

ماٹی — مٹی

مادہی — مادہ

ماراں — (مار کی جمع) سانپ

مارکی — معرکہ

مارگ — راستہ، راہگزر

ماس — گوشت

ماس — مہینے

ماگ — مارگ، راستہ

مان — عزت، اعزاز

مارا — [illegible]

مان راکھیا	مات
مانج کر	جلا دے کر، چمکا کر
ماندے	تھکے ہوئے
متی	مست
مج	میرے
مجھے	مجھے
محبوب در	درِ محبوب
محا	مقام
مد	شراب
مُندری	کان کی بالی
مدن بان	پھول
مدھم	اوسط
مرگ	ہرن کی کھال
مرگ	موت
مرگان کر	ترک کر کے، سنیاس لے کر
مرگ پوست	لاش، جنازہ
مستعد ہونا	تیار ہونا
مسخراگی	مسخرا پن مسخرگی
مسلم	بالکل، واقعی
مشاقت	مشقت
مشاہدہ	مشاہدہ
معتاد	بندگی

مک	مکھ
مک مکاتی	بھکتا
مکٹ مال	مکٹ، سر کا زیور
مکر و داؤ	مکر و فریب
مکہ	پہرہ
ملک	زمین، جاگیر
من آس	من کی مراد
منا، مناں	منع
مناب	
منتاں	منت کی جمع
منجھار	منجدھار، بیچ میں
مندھر	محل
منڈاسا	پگڑی، عمامہ، شملہ
منکے	تسبیح کے دانے
منگن	مانگنے
منگہار	مانگنے والا
منگے	مانگے
منے	میں
موچنا	بند ہونا
موک	مکھ، منہ
موہت	عاشق
موئی	مردہ

موئے تن — مُردہ جسم
مھراٹے — مرہٹے
مھلدار — محل دار
مھتنہ — طعنہ
میگھ — بارش، بادل
میل کر — مِل کر
میلا — ملا
مین — ادنیٰ، ذلیل
میھوں — میہنہ

ن

ناڈلے — جنبش نہیں کی، حرکت نہیں کی
نازنی — نازنیں
نافام کر — نہ سمجھ کر
نانو — نام
نائب
نِبارڑے — بنائے، نکالے
نِت — ہمیشہ
نِپٹ — فوراً، بالکل، تمام سراسر
نِپاڑا — تصفیہ کیا
نِرکھا — غور سے
نِرکھانے — غور سے دیکھنے

نِرچھل — صاف، خالص
نچل سک — نہ چل سکے مر سکا
نَد — ندی
نَدھاں — خزانہ
ندے کر — نادے کر
نردھار نرادھار کا بے سہارا
نرمل — صاف، شفاف
نربکھار — جس کی صورت نہ ہو، بے شکل
نرہ شیر — شیرِ نر
نَزیک — نزدیک
نِس — رات
نسوس کر — نہ محسوس کر
نفا — نفع
نُقرہ — چاندی
نَقل — نخل، کھجور کا درخت
نَک — ناخن
نک — ناک
نکو — نہیں
نکو کرو — مت کرو
نکھیتر — ستارے
نکھند — مکمل
نلاجا — بے شرم بے حیاء

لفظ	معنی
نُماَ	بتا، دِکھا
ننھے	چھوٹے، کم سِن
نوا	نیا
نول	عجب، انوکھا، نیا، جدید
نوپدر	نُوتہہ، نوطبق
نُورانا تن	نورانی تن، حسین
نو کھنڈ	نُہ، فلک
نِوایا	جُھکایا
نیہہ	محبّت
نہ کر سی	نہ کر سکے
نہ کس خیر	کسی کی نیکی بھی
نہ کہہ سکے	نہ کہنے سے
نٹھانا	چھوڑنا، بھاگنا
نٹھاس	دوڑ
نٹھاسنا	دوڑنا، بھاگنا
نِٹھالی	توشک
نٹھنوا دپن	بچپن
نیاؤ	انصاف
نِیب	نیم
نِیر	پانی
نِیراس	نراس، نا امید، مایوس
نِیرپائن	باولی کا پانی
نیر سیندھن	باولی سے پانی کھینچنا
نیرٹنا	لٹکنا، فکر میں لگے رہنا
نیکا	بھلا، چنگا، درست، صاف ستھرا، عمدہ، نیک، خوش اچھا
نیک فن	**خوش اخلاق**
نیکل	**نکل**
نیکھا	نیک، اچھا
نیل کنٹھ	نیل کے کنارے
نَیں	نہیں

و

لفظ	معنی
واز آئی	باز آئی
والا	ایک قیمتی باریک کپڑا
وال	وہاں
وُتیاں کو	اُتنوں کو
ور	حاوی
وراس	پلٹ
ورتمان	زمانہ حال
ورہوتا	حاوی ہونا
وزا	وضع
وضا	وضع، طرح

وعدا	وعدہ
وَلے	لیکن
ونواس	بن باس
وول	ویسے ہی
ویناگ	مصیبت
ویراگی	بیراگی، سنیاسی
ویل	وقت، گھنٹہ
ویں	تب ہی

ہ

ہاتھ پاؤں لینا کوشش کرنا

ہاک	ہوک، آواز، نعرہ
ہانک مارنا	چلّانا
ھانکاسوں	آہوں سے
ہوا کو نکلنا	سیر کو نکلنا
ہت	ہاتھ
ہت پاؤ	ہاتھ، پاؤں

ہت متاری کیا

ہودج	ہودہ
ہرتن	ہر شخص
ہری	ہاری
ہست	ہاتھی
ہلاکی	ہلاکت
ہلوہلو	آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے
ہلوں	آہستہ
ہمن کوں	ہم کو ہمیں
ہنڈی	ہانڈی
ھور	اور
ہوَڑ	بازی، شرط
ہُوڑ	جاہل، احمق
ہوسی	ہوگی
ھَوَل	پریشانی فکر
ہُوں کہنا	تصدیق کرنا
ہیا	دل
ہیباں سوں	ہیبت سے
ہویلدار	فوج کا ایک ملازم حوالدار
ہیچ	بے عقل، بے وقوف

ی

یاں	یہاں
یاں لگ	یہاں تک
یانہ	یعنی
یکتل	ایک لمحہ
یکٹ	ایک، واحد

یکس کو یکس ایک سے ایک

یکوجی شواجی کا علاتی بھائی جو ملازم سرکار بیجاپور تھا۔ شاہ جی کا دوسرا بیٹا

یکہ یکتا۔ منفرد، اکیلا

یکیاں معاوضہ، قیمت

یکیٹ تن تنہا

یو یہ، ان

یئی یہ ہی۔

○